يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل لامع النور فیوض معانی مجید کہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق یعنی تفسیر شریف امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہا اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ جس میں مفید القراءات کی رعایت کی گئی ہے

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین قامع مکائد المعاندین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ الاماثل المتبحر بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب قبلہ ملیح آبادی مترجم فتاوی عالمگیری و عین الہدایہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ باہتمام کیدار ناتھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

اعلان حق تالیف و تصنیف اس کتاب برکت انتساب کا بحق نولکشور پریس محفوظ و محدود ہے

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلا قیمت مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تیسرے صفحہ جو سادے تھے اُن میں بعض کتب اردو و فارسی و عربی متفرق فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدیں ۔
کاغذ حنائی [illegible]
کاغذ سفید گندہ [illegible]

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ر

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چار حصہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ر

پنجسورہ مترجم با ترجمہ اُردو ۔ ۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول یہی تفسیر خوشخط بلا جلد لئے مجلد [illegible]

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ۸ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست کیونکر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اطلاع بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر بیجا تھا جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام تر کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور بہت عمدہ چھپا بلا جلد [illegible] مجلد [illegible]

فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعہ عمدہ [illegible] ۔ ۴ر

احادیث اُردو

مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدیں ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اُردو میں [illegible]

تحفۃ الاخیار ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۸ر

ترجمہ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولادری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و مخصوص ہیں ۔ جلد اوّل زیر طبع ۔

ایضاً ۔ جلد دوم حسب مراتب بالا [illegible]

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار جلدات ہیں [illegible] بلا و صفحات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ [illegible]

سنن ابی داؤد ۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلدیں از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع

دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسماء متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف ۔ ۸ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ۔ ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں [illegible]

راہ نجات ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ [illegible]

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵ر

لن تنالوا البر حتى تنفقوا

URDU STACKS

ہرگز نہ پہونچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مما تحبون ۝ وما تنفقوا من شيء فان الله به عليم ۝

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہے

لن تنالوا البر - ای ثواب وہو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہے
حتی تنفقوا مما تحبون - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو ان مین سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب
ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزون سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو
ابرار کا مرتبہ ہے وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہے اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو
ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا - از نیل ہے بمعنی پالینا جیسے نیل مراد بمعنی حاصل ہونا اور بولتے ہین - نالنی منہ معروف مجھے اسکی طرف
سے بھلائی پہونچی اور یہ تولی الہواد سے نہین جسکے معنی تناول کے ہین پھر بر بمعنی کار خیر و عمل صالح ہے اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے
اور بعض علما کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسیطرح کہ محبوب
چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہے اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطا و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی
ہے اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی ہے اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل مین بر کہتے ہین فعل خیر مین توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی
سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیا و کرم و سخاوت و شجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و
تنگدلی و نامردی و خدائے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہ ہونا وغیرہ بد خصلتون سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب
ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہے اسی سے حدیث نواس بن سمعان مین ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے
فرمایا کہ حسن الخلق بر ہے فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہین ہے بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ
کے یا نفل ہو اور نفل مین اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ایک
جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ مین پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے (رواہ الشیخان) پھر یہ صدقہ اس چیز مین سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے
مالون مین سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہین ہے جبکہ فاقہ کشی کی نوبت
آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہے پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے
واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھا جاتا ہے لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی
مقصود وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہے انکا صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات
کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا ہے - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے مین متردد ہوتا ہے - وما
تنفقوا من شيء فان الله به عليم - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہے ف اگرچہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ۔ پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو
تمہارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمیں اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ ان
اللہ یجازیکم بجزاء کریم۔ تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہیں اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا۔ پھر جانو کہ
بیضاوی نے ما تحبون میں کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانوں کے معاونت میں لینے سے ان پڑتے ہوے
بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں صرف کرے اور دلکو اسکی یاد میں قربان
کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تعلیم دینے میں اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمیں داخل ہے اور بخاری و مسلم وغیرہ
نے حضرت انس رضی سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو ابوطلحہ انصاری رضی رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالوں
میں سے بیرحا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ ہے اللہ تعالیٰ کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہوں پس اللہ تعالیٰ
کی توفیق سے آپ جہاں چاہیں خرچ کریں تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند
مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا میں نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ میں اسکو تیرے اقربین میں صرف کروں عرض کیا کہ آپ جیسا چاہیں کریں
پس آپ نے ابوطلحہ رضی کے اقارب اور چچا کی اولاد میں تقسیم کردیا۔ اور ایسی ہی حضرت عمر رضی کا حصہ خیبر سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح میں اور
جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کرنا یہ روایت بزار و عبد بن حمید کو ہے اور حضرت عمر رضی نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ
کیا اور یہ تقویٰ ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری میں ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمیں فقط کراہت ہے واللہ اعلم۔ اور
ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب میں تقسیم کرنا اولیٰ ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت
نکلتی ہے اور بعض قراءۃ میں بھی بعض ما تحبون آیا ہے ف عرائس البیان میں اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان
فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ جولوگ اس صفت کے ہیں کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں انکے چار طبقہ ہیں حسب ذیل

طبقہ اول اہل معاملات۔ اور ان کی دس قسمیں ہیں ایک قسم توبہ کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک
ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگوں کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ اللہ ہی للہ ترک کرتے ہیں قسم دوم تورع کرنے
والے ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہیں دوم سوائے سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہیں
سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشوں سے خواہ کسی قسم کی ہوں جو نفس سے متعلق ہیں سب سے نفس کو چھوڑاتے ہیں قسم سوم زہد کرنیوالے
ہیں اور ان کا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ میں لاتے ہیں اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہیں
دوم اعمال کو پاک کرتے ہیں سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہیں اور خودبینی سے ذلیل کرتے ہیں قسم چہارم فقراء ہیں
اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہیں دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہیں کہ تونگری یا اسکی
خواہش پر میل نہ کرے۔ سوم اپنے آپ کو تمام امور میں عفیف رکھتے ہیں کہ انکے حال سے سوائے حق عزوجل کے کوئی واقف ہو۔ قسم پنجم
اس طبقہ سے اعتبار ہیں اور انفاق انکا بھی تین چیزیں ہیں اول ماں کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھیں یا ایذا
دیں یعنی قولہ تعالیٰ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہیں دوم فقیروں کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہیں سوم
ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں

ہیں - اوّل تو فاقہ کے وقت جزع نہیں کرتے ہیں دوّم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہیں سوّم راحت پر محنت و بلا کو اختیار کرتے ہیں یعنی محنت و بلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہیں **قال المترجم** وجہ یہ ہے کہ بلا میں ظاہر ایک بلا ہے اور صد ہا الطاف خاص پوشیدہ ہوتے ہیں پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہیں کرسکتا اور یہ لوگ اس پر صبر کر کے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے ہیں کیا نہیں دیکھتا کہ حفت الجنة بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہے جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہے اسواسطے کہ اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہے جیسے عوام کو راہ فقر یا ترک نہیں سکھلائی جاتی ہے بخوف آنکہ غالباً وہ اس راہ میں ایمان سے جاتے رہتے ہیں اور حق یہ کہ بلائے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ کو اختیار کیا تھا اور پھر جو ہوا اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد میں کافروں سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث میں ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دعاء عافیت ہے (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا فرماتا ہے و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہے حدیث میں ہے کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس تو عافیت مانگ (الترمذی) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہے و اسأل اللہ تعالیٰ العافیة فی الدنیا و الآخرة - قسم ہفتم شکر گزار لوگ ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اوّل اپنی زبانوں کی ثنا سے پروردگار سے دیکھ کر شرم کرتے ہیں کہ ہم بھی تعریف کا دم مارتے ہیں حالانکہ نعمتوں کو خوب پہچانتے ہیں دوّم انعام کرنے والے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلوں میں متحیر ہوتے ہیں سوّم اپنی روح میں حیرت کرتے ہیں اور کسی عوض کے خواستگار نہیں ہیں قسم ہشتم متوکل ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہے اوّل استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے کے وقت دوّم اپنے جان و دل کو اسکی رضامندی چاہنے میں خیرات کرنا - سوّم اللہ تعالیٰ کی قضا و مقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط رکھتے ہیں کہ کوئی بیجا خطرہ نہیں آنے دیتے ہیں قسم نہم انہیں سے راضی لوگ ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہے اوّل آنکہ اللہ عزوجل خود حقیقتاً قادر مختار ہے اسلیے خود بے اختیار ہو گئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوّم جو اسکا ارادہ ہے اسکے مقابلہ میں تخییر کرنا چھوڑا سوّم اسرار سے کمتر والوں سے اپنے اسرار کو چھپانا میں قسم دہم انہیں سے صادقین ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اوّل آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص و پاک رکھتے ہیں اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہیں سوّم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہیں

طبقہ ثانیہ اہل حالات ان لوگوں کی بھی دس قسمیں ہیں قسم اوّل انہیں سے اہل مراقبہ کہلاتے ہیں اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزیں ہیں اوّل دفع خطرات اور دوّم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوّم آنکہ خلوتوں میں حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوّم اہل خوف ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اوّل کمتر سونا اور دوّم کم کھانا اور سوّم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوّم انہیں سے اہل رجوع ہیں اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اوّل آنکہ ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہیں دوّم ان دونوں منزلوں سے اوپر چڑھتے ہیں سوّم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے ہیں قسم چہارم محبتین ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں اوّل آنکہ معرفت کرامات سے انکار کرتے ہیں دوّم طاعات کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں سوّم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہیں کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہیں قسم پنجم ان میں سے

مشتاق کہلاتے ہین اور انکا اتفاق تین چیزین ہین کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا۔ سوم خوف وجلال
کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان ہین سے عاشقین ہین اور انکا اتفاق تین چیزین ہین ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہین دوم حظ
محبت چھوڑتے ہین اور سوم مقام رعایت ہین ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہین۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہین اور ان کا
خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو نفس پر شفقت نہین کرتے ہین دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہین۔ سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب
چیزون کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہین قسم ہشتم انہین سے مستانسین ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین ہین کہ ایک تو مخلوق سے منہ
موڑتے ہین دوم دل کو وسطوت لگاتے ہین جہانسے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا۔ سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہین قال المترجم
اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ و تکلیف شرعی ساقط نہین ہوتی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی
ساقط نہوئی اور اثر صحیح ہین ہے کہ صحابہ رسول صلعم اعمال ہین سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوۃ وغیرہ
ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ ہین سیآت شمار کیا گیا ہے اور نہ یہین سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق ہین آیا کہ اللہ عزوجل
نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو ہین نے تم کو بخشدیا حالانکہ پھر بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے انپر حد شرعی جاری فرمائی ہے اور بسند صحیح روایت
ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات نیکیاں نابود کردیتی ہین برائیون کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے
کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہین سے مطمئن ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بلا ہین تمکن کرنا و قائم رہنا۔ دوم رنج و تکلیف ہین
صبر کرنا سوم نعمتون ہین شکر کرنا۔ اور دسوین قسم ان ہین سے محسنین ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بندگی کی صفت اس صفت
کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود ہین حاضر ہوتے ہین دوم اللہ تعالی کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہین بدون اسکے کہ ثواب
جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہین **طبقۂ ثالثۂ اہل معرفۃ** اور ان کے بھی دس اقسام ہین قسم اول
ذاکرین ہین اور انکا اتفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگون کے بیچ ہین ہو کر غفلت کو دور رکھنا سوم ریم
شخصی سے باہر ہو جانا غفلت سے مراد یہان غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم ہین انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور ہین اللہ تعالی
سے ستر بار استغفار کرتا ہون رواہ مسلم قسم دوم انہین سے متفکرین ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدہ غیوب ہین پہنچے
اور وہان ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر چمکین۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت ہین جبروت کا مشاہدہ کرے سوم
قلب کو بساط قرب سے نزدیک کر دینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم
سوم حکماء ہین یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصون کے واسطے جو درگاہ باریتعالے
کی مضبوط خواہش رکھتے ہین کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان ہین سے
اہل حیا ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو سر باطنی سے مقام کریب سے تمیز کر دینا اور دوم مشاہدہ ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کر دینا۔
سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کر دینا قسم پنجم انہین سے اہل تلوین ہین اور انکا خروج کرنا تین چیزین یہ ہین کہ ربوبیت ہین عقل سے
اپنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس حیثیت سے کہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام ہین قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو۔ سوم
روح سے سیر کرنا عالم ملکوت ہین تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہون قسم ششم انہین سے اہل تمکین ہین اور انکا اتفاق تین چیزین یہ ہین ایک نگاہ رکھنا
جناب علیہ وحدت کا احترام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم سدا ٹھیک ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ [illegible] ۲۱۴

ہیبت میں پس اہل تمکین اور اکی حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد و بقا کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے
والے ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی
ایذا کو برداشت کر لینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالی کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو مسارف سے
قطع کر دیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشت سے بشارتیں پاتے ہیں اللہ تعالی نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے
واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہو قسم ہشتم انہیں سے اہل السر ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں
ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سینوں میں جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا قسم نہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیاداروں کیلیے چھوڑتے ہیں اور
دوم آخرت کو مع اسکی لذت کیواروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگر چہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے
مولی کے دروازے پہ بیٹھتے ہیں اسطرح کہ سوا اسکے سب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے وجود میں ساعی رہتے ہیں
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہیں طبقہ مرا لعہ اہل توجہ ہیں اور انکی بھی
دس قسمیں ہیں - قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کر کے اپنے دم گھٹتے ہیں
دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں قال المفسرون اللہ عزوجل نے حضرت ابرہیم کو فرمایا ہی کہ ان ابراہیم
لاواہ حلیم - اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا - حدیث میں ہی کہ آپ کے سینۂ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم
انہیں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب دوم تقرب از نوافل
لیسوے قریب مجیب قسم سوم انہیں سے اہل شکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا از حبیب سوم خوشبو سے
قریب بہ اقربات - قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو کمی مجلس میں ساکن رہنا دوم بشوق لقاء حضرت گریہ و زاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کر کے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا قسم پنجم انہیں سے اہل فنا ہیں اور
ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو فکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو لالی بنانا قسم
ششم انہیں سے اہل بقا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کر کے مجاہدات سے خلاصی لے لینا
اور قسم ہفتم انہیں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ صلح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب کا لحاظ رکھنا
اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا یعنی
طور پر کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہیں - قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبرات و زفرات و بذل مہجت در ابدیات قسم دہم انہیں سے اہل اتحاد ہیں
اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہیں اور تفرید
کے ساتھ بقاء البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں - اسے جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہو جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے
خرچ پر قدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک تیر خاص ہی پس توبہ کرنے والوں کا یہ ہی کہ ان کو اللہ
تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہی اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالی نے ان اللہ یحب التوابین - اور رجوع والوں کا یہ ہی کہ اللہ ہی کے ساتھ انکی دعا

[illegible] ۱۲

مستجاب ہوتی ہے - اور زاہدوں کا بر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
میں زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور برِّ الفقراء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے قلوب میں سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور برِّ الاغنیاء یہ ہے کہ انکو درجہ کرامات ملتا ہے - اور برِّ الصابرین یہ کہ درجہ ولایات ملتا ہے اور برِّ الشاکرین یہ کہ قرب و نزدیکی میں زیادتی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - لئن شکرتم لازیدنکم - اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمکو زیادہ نعمت دونگا - اور برِّ المتوکلین یہ کہ تمام مرادوں
میں اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب میں پاتے ہیں - ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ - اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ان اللہ یحب المتوکلین - اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے متوکلوں کو
برِّ الراضین یہ کہ اللہ عز وجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا میں پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا - برِّ الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت میں انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عز وجل نے فرمایا - لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم - یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے - یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ انکو اپنے کرم سے انکے نیکی کا بدلا عطا فرماویگا برِّ المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور برِّ الخائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجلال حق تعالیٰ حاصل ہوگی - اور برِّ الراجین یہ ہے کہ صفا یقین
اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا - برِّ المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا - برِّ المشتاقین یہ کہ تمام معانی میں انکو انس بحضرت
حق عز وجل حاصل ہوتا ہے - برِّ العاشقین یہ کہ چشم ارواح میں نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے - اور برِّ الموقنین مشاہدہ لقائے کبریا و طمانینت در رسوم
ربوبیہ ہے اور برِّ المستانسین یہ کہ اپنے قلوب میں سکون قدم پاتے ہیں اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہیں - برِّ المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب - برِّ المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت میں مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے - یہ سب بیان ان لوگوں کے بر کا تھا جو اہل احوال ہیں - اور
برِّ الذاکرین ایمان میں دیدار ہے - برِّ المتفکرین یہ کہ پردہ آیات میں تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہیں برِّ الحکماء یہ ہے کہ الہام کی صفت سے
خصائص خطاب سے متحقق ہوتا ہے - برِّ اہل الحیاء دیدار و مشاہدہ عظمت و کبریاء ہے - اور برِّ اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور برِّ اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے - اور برِّ اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور برِّ اہل السر یہ ہے کہ مدارج معرفت میں
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہیں - اور برِّ العارفین یہ کہ تجلی صرف وحدانیت پاتے ہیں - یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفوں کا بر ہے اور
اب سلسلہ بیان توحید تو اہل یقین کا بر یہ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور برِّ اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہیں - برِّ اہل السکر یہ کہ اپنا کر انکے احوال کے پردہ میں حق کا ظہور اثر ہوا و برِّ اہل الصحو یہ ہے کہ دیدار حق بصفت حسن و جمال حاصل ہو اور برِّ اہل الفنا
یہ کہ دیدار قیومیت بصفت فردانیت حاصل ہو - اور برِّ اہل البقاء یہ کہ حق عز وجل کے دوام کا دیدار ہو اور برِّ اہل الانبساط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھیں - اور برِّ اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات و صفات ہے - اور برِّ اہل الوله یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھکر حیرت میں رہجاویں اسی سے دیوانہ ہوگئے - اور برِّ اہل الاتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھیں اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عز وجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اہل سیادہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جزا و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہیں اور بعض محبت و دیدار دور ہونے کی امید پر خرچ

کرتے ہین ۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بِر تک نہین پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہی اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہان پہونچیگا جبکہ تیرا حال یہ ہی کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوئے ہی **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگون کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہی کہ دنیا کی آبادی سے یکطرف ہو کر کسی پہاڑ یا جنگل مین تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہین ہی اور اسیطرف حدیث صحیح مین اشارہ ہی کہ پہاڑ کے کسی شعبہ مین بکریان لیکر ہیٹھ رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت مین عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ بِر اول تو ہدایت ہی بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہی اور یہی آیہ کے معنی ہین کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آمین سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشون مین لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہین پہونچ سکتا جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت مین سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہی اور **واسطی** نے کہا کہ بِر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون کے خرچ ہی کرنے سے ہی مگر بار یعنی خالق بِر تک پہونچنا یون ہی ہی کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ انمین ہی سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے ۔ اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجھسے دور کر کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اُسی کی طرف ہو اور اسکے سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت عمدہ اشارہ ہی بلکہ ایسا قوی ہی کہ گویا سیاق کلام اسی کے واسطے ہی اور تجھے معلوم ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکرؓ نے کہ مین نے اپنے لوگون کے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہی یعنی کچھ نہین چھوڑا ۔ حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہین رکھا گیا ہی پس فعل ابوبکرؓ اقرب باصل مقصود ہی بلکہ وہی اصل مقصود ہی اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہی بخلاف اور لوگون کے کہ انہین مزاحم سخت یا سُست درجہ بدرجہ موجود ہی مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیرہ ذلک فافہم اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بِر تو جنت ہی اور میرے نزدیک صفت بِر ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کر دو ۔ **قال المترجم** یعنی دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر مین ہر ایک چیز ہونا منع نہین ہی ولیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہوگی اسکے نزدیک لعل کا جانا ہوا اور کنکری کا جانا یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادقؒ** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جبتک کہ ماسواے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ ۔ اور **شیخ علوی** نے کہا کہ تجھے سب چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور **شیخ ابوبکر وراق** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے تیری ہی الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنے مال خرچ کرو ۔ اور علی یہ کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ فضل چاہا یہ کہ خود خرچ کو تمام پارہ پارہ کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالیٰ تمکو جزاے خیر عطا کریگا اور جو انفاق اور تمہارا دکھلانے یا سنانے کے واسطے ہوگا انمین شرک ہی کہ جیسا کہ اس بارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہی جسمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہی اور **شیخ جنید** نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہی کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہین پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ

سب کھانے کی چیزین حلال تھین بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر اترے

التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَمَنِ افْتَرَىٰ

سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملۃ ابراہیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کی ملت پہ ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیہ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت و روایت نے ذکر کیا کہ ہرگاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ۔ اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما۔ تا قولہ۔ ذلک جزیناہم ببغیہم الآیۃ۔ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ کہتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں نسخ نہیں روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوح علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام سے چلی آتی تھیں یہاں تک کہ ہم تک بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیم پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برأت نکالتے اور نسخ نہ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ كُلُّ الطَّعَامِ۔ اسم طعام اور مراد اکل مطعوم ہے یعنے ہر مطعوم کا کھانا۔ كَانَ حِلًّا حلال۔ حلال تھا۔ اور حل مصدر ہے جس میں مفرد و جمع یکساں اور مذکر و مونث یکساں ہے اور مراد حلال جیسے حرم یعنی حرام ہے۔ الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا۔ لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَاۗءِيْلُ۔ یعقوب واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنے یعقوب نے۔ عَلٰي نَفْسِهٖ۔ وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لا یاکلہ فحرم علیہ اپنی ذات پر۔ اور وہ اونٹ تھا (یعنی عصب) جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بروزن عصا پیدا ہوا پس انھوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاوینگا پس ان پر حرام ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شرعاً حرام نہیں کیا۔ اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنے تک ہے اور عرق بمعنے رگ ہے پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی پس معنی یہ ہوئے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوائے اونٹ کے جو یعقوب نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے سوائے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ طعام نہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب وہم ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہود دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیم وغیرہ پر حرام تھے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوب کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب پر کہاں حرام ہوئے تو جواب یہ ہے کہ اولاد یعقوب نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سوائے اونٹ کے جس کو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ۔ وذلک بعد ابراہیم ولم یکن علی عہدہ حراما کما زعموا۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے۔ اور توریت کا نازل کیا جانا ابراہیم کے بہت برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا - اور قبل نزول التوراۃ کی قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالیٰ نے
اور بہت چیزیں حرام کر دیں - پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھیں کی کتاب سے حجت دیں تاکہ چپ ہوں پس فرمایا
قُلْ - لہم - فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا - لیتبین صدق قولکم - إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فیہ فبہتوا ولم یاتوا بہا کہدے
ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تاکہ ظاہر ہو تمھارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے میں ف پس مبہوت ہو گئے
اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ اس میں بڑی قوی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ
شرع میں منسوخ ہونا قدیم سے ہے اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہے کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہیں کہ اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ پہلا حکم
اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس حکم میں تردد تھا کہ اب بدلا گیا - فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا اسکے ف
یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد میں نہ تھا - فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
المتجاوزون الحق الی الباطل - تو یہی ظالم لوگ ہیں ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہیں - پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی
کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور کھلی حجت انپر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت
صلعم کو اعلان صدق و حق کا حکم دیدیا کہ - قُلْ صَدَقَ اللَّهُ - فی ہذا و جمیع ما اخبر بہ - کہدے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے ف یعنی اس بات
میں اور تمام باتوں میں جس سے اپنے بندوں کو آگاہی فرمائی ہے اور اس میں یہود پر تعریض ہے کہ تم جھوٹے ہو - فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا - التی انا علیہا - پس ملت ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جسپر میں قائم ہوں حنیف کے معنی جھکنے والا
ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقوں سے منہ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا - وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا ف اس میں یہود پر تعریض ہے کہ وہ مشرک ہیں واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں نذر کا وجوب
ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین میں دلیل کرنے والے سے
دلیل کرنے کا احسن اسلوب اور حق ہو چل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا اگرچہ اس میں چند مقامات عظیم الشان اور
باقی رہے - اول آنکہ اس آیہ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہے - دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم میں مذمت بھی آئی ہے پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر
کی اس میں کیا تحقیق ہے - سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہے بدون تحریف کے - چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا - پنجم ملت
ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا جانا انکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہے یہ بات کیونکر ہے - پس ان مقامات میں مختصر کلام ضروری ہے اور اس ذیل میں فوائد
بشمار انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہونگے پس مقام اول کا بیان یہ ہے کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمیں ایک گروہ علما
یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا بایں عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کریں گے اور پھر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہے اس میں یہ بھی
ہے کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھوں اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر
اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہے اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہو اپنے اوپر حرام کر لونگا اور انکو سب کھانوں میں اونٹ کا
گوشت اور سب پینوں سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا - اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمدؒ نے
حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمیں عرق النسا کی بیماری کی تصریح ہے ورواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضاً اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم میں اسرائیل کے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ
یہاں سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میں ترک احب الاشیاء
مقصود ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع میں مشروع ہے قال تعالی
واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہیں باوجودیکہ خود
طعام کے محتاج ہیں۔ دھ۔ بنا بر آنکہ ضمیر حبہ کی جانب مال وطعام راجع ہے۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گزرا اور جو انھوں نے مسیح علیہ السلام
کے حق میں اعتقاد باطل مقرر کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق دربارہ عیسی وانکی والدہؑ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول تمہارا سر سے پیر تک غلط ہے بلکہ حق
عزوجل نے اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید
پروردگار کی طرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہاں سے یہود پر رد شروع فرمایا
اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انھوں نے انکار کیا بنا بر شبہ کہ شرع عیسی سے شرع موسی منسوخ نہیں ہو سکتی ہے وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہو چکا ہے چنانچہ
اللہ تعالی نے خود توریت میں صریح ذکر فرمایا ہے کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالی نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے
بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندوں نے اس بارہ میں انکی پیروی کی پھر توریت میں اسکے سوا دیگر چیزوں
کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیاں و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح میں دیدیں پھر اسکے
بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع میں آزادہ منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انھوں نے سارہؑ پر ہاجرہ کو رکھا
حالانکہ توریت میں ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا روا تھا چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر
توریت میں یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت میں منصوص ہے اور یہ بعینہ نسخ ہے پس ایسے ہی حضرت عیسیؑ کے واسطے جو شرع مقرر
کی اسمیں بہت سی وہ چیزیں جو یہود پر حرام کر دی تھیں بطور نسخ کے حلال کر دیں پھر یہود کو کیا ہوا کہ انھوں نے عیسیؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور
مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لباب شریعت پر بھیجا ہے ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر
ایمان نہیں لاتے ہیں پس یہ اسواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم بعد ذکر کے اس آیت سے کہ وہ تقدیر میں کچھ تغیر کرتی ہے دوم
ہے اور یہ شبہ عوام وجہال پر نظر بایں معنی حدیث میں منع ہے کیونکہ جاہل سمجھتا ہے کہ ان نے یوں نذر کی تو ایسا ہوا گویا تقدیر بدل گئی پس یہ
منع ہے اور برخلاف اسکے اس آیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہے
سو ادا ہے بلکہ اولی ہے اور اسمیں تحقیق لطیف ہے جو عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی۔ مقام سوم توریت کا قائل اعتقاد ہونا اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ
توریت وہ کلام الہی جو اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمیں شک نہیں کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہے
اور بحث یہاں دوسرے معنی پر ہے یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ میں موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسیؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بالاتفاق
الواح زبرجد کا تو پتہ نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسمیں کچھ اختلاف ہے اور علماء نے اسمیں مفرد تصنیفیں کیں لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ
وہ ہے جو **حافظ ابن القیمؒ** نے اغاثۃ اللہفان میں فرمایا کہ علماء نے اس امر میں اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھوں میں ہے کیا اس میں
تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمیں تین قول ہیں ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا
تو مبدل ہے حتی کہ بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاویں اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

میں ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح میں کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ یعنی یحرفونہ بمعنی یزیلون
ہو ولیکن کسی کو یہ قدرت نہیں کہ کتابہائے الٰہی میں سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سوائے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازیؒ نے اختیار کیا ہو اور میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا میں
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگوں نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی تائید نقلیں پیش کیں اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہو کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں جہان بھر میں پھیل گئے کہ اسکے نسخوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو پس یہ ممتنع ہو کہ
تمام ان نسخوں والے تبدیل و تغییر پر متفق ہو جاویں کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاویں اور روئے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نہ رہے جو ایسے
وہ تغییر ہی سے ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین پھر رجم
(یعنی عادت کی رو سے محال ہو ۱۲)
کرتا ہو کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیوں حکم قرار دی جاتی اور عبداللہ بن صوریا کے قصہ میں آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہو کہ انھوں نے فریضۂ رجم کو ترک کردیا مگر ایسے ممکن نہ ہوا کہ توریت میں سے اسکو تغییر دیویں اسواسطے جب انھوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہو اور کہا کہ اسمیں کچھ خفیف تغییر ہوا ضرور زیادہ ہوئیں اور متغیر کی گئیں۔ اور
ہمارے شیخ نے رسالہ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہو کہ جو توریت انکے پاس ہو اسمیں ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا۔ کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحٰق یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہو حالانکہ یہ زیادتی درست ہے بالکل
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تو دونوں ملتوں کے اتفاق سے اسمٰعیل ہیں نہ اسحٰق۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ہاجرہ اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاویں اور خشک میدان مکہ میں بسا دیں تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے کہ ایک باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنیکا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہو کہ اسکو حکمت مقتضی نہیں ہو۔ سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعًا مکہ میں واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ میں قرار دی تاکہ بیت والوں کو یاد رہے جو ابراہیم علیہ السلام
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا۔ چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونوں
بشارتیں معًا ایک ہی ساتھ دیں یعنی تجھے اسحٰق ہوگا اور تیری زندگی میں اسحٰق سے یعقوب ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہوگا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہو۔ پنجم آنکہ اللہ عزوجل نے ہرگاہ قصۂ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عزوجل نے ذبح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہو اور اسحٰق دیگر ہو چنانچہ پارہ ۲۳ میں تفصیل آویگا پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور فدیہ دیکر اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم پس یہ دلیل
ہو کہ یہ فرزند جو ہی ملا کہ ابراہیم نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعًا معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہو اور وہی اسمٰعیل ہیں اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے میں دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسی عمر والی کے
لڑکا نہیں پیدا ہوا کرتا ہو اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

بركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد - اور بشير فرمايا وامرأته قائمة فضحكت فبشرناها باسحق ومن وراء اسحق يعقوب - وجہ ہفتم یہ ہے کہ ابراہیم کبھی اسحق کو
یمن میں لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاویں اور انکی
دستے کے وہاں لیجا کر ذبح کردیں اور انکی سوتن کے فرزند کو باقی رکھیں - وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت اس امر
مضمن ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمیں غیر کی کچھ بھی گنجایش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اس کو اسمعیل
ملا ہوا پس اس سے شعبہ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبردا
مادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہوگا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور
تحان پورا ہوا تو پھر میں اسکی حاجت نہ ہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوئی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو
م آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضاء حکمت ہے فافہم - وجہ نہم یہ کہ اسمعیل تو عنفوان
شباب میں ملے اور اسحق آخر عمر بڑھاپے میں دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہے فلیتامل فیہ - وجہ دہم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
م نے خود فرمایا ہے کہ میں دو ذبیح کا فرزند ہوں یعنی عبد اللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن
ی قصہ مذکور ہے بالجملہ مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے توریت میں بڑھا دیا ہے اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ
ن کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض مشید ارکان بعض میں ویسا ہی حال انجیل کا ہے چنانچہ شیخ حقی نے تفسیر سورہ فاتحہ میں کہا کہ انجیل
بعض الفاظ میں تحریف و تبدیل اور معانی میں فرق کثیر ہے اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی ملخصا مترجم کہتا ہے کہ لا
العلوم وغیرہ سے تحقیق میں قصور ہوا کہ انھوں نے اسحق کو ذبیح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن و حدیث ہے پس
ایسے مقابلہ میں کسی فرد بشر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعوی کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و
ثبت نہ ہو وے کما لا یخفی علی العارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر - پھر مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل توریت میں
تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ میں نقل کرتے اور اسکے ابواب و سورتوں کو علحدہ علحدہ لکھتے اور اس میں تحریفات کرتے اور بعضے بیانات
تحلیہ کر کے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالی للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ میں
منصوص ہے اور قولہ تعالی تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہے کہ قراطیس و اجزاء میں علحدہ علحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت
چھپا ڈالتے تھے - اور مثلا عیسی علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کرکے متعدد
بیانوں سیاقوں کے ساتھ ملاتے تھے چنانچہ قولہ تعالی - یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ میں منصوص ہے کہ کلام تو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے
پس جب تمہارے توریت جو انھوں نے بکثرت شایع کر دیے تو آیندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہے اور انکے بنائے ہوے نسخہ جات
ان میں اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ علماے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے
کے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قبل اسکے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسی کی بشارت مٹائی تھی اس سے انکو بھی مجبوری تھی رہا
اس زمانہ میں جو ترجمہ توریت و انجیل کے موجود میں انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ ان میں کسقدر تغیر و تحریف ہے اور سخت عجیب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے
نوں کے مطبوعہ نسخے دیکھو انہیں قرنوں و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فنون متعلقہ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے
سکا جی چاہے معاینہ کر لے - پھر مترجم کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت میں فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت
کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح خلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے اسکو لائے کہ اصل کلام تمیز نہ رہا اور تاویل و معنی خلاف اصل
کے بجائے اصل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے اسواسطے کہ یہ لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم
میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ مقام چہارم آنکہ اللہ عز و جل نے جدال و مراء سے
منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی
اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر برینکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب میں اسی قدر
فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک
کرو اور اسلام لاؤ۔ پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا ثم اوحینا
الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع
تھا پس اس شرع کو اللہ عز و جل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کر دیا۔ وذلک فضل اللہ عز و جل۔ جاننا چاہیے کہ
عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج **قرطبیؒ** نے ثعلبی کی روایت سے
ذکر کیا کہ حضرت انس رضؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی بکری ڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر پگھلائے
جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکے تین حصے کیے جاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منھ اس میں سے تین
وزن پیے۔ حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے **ف ۲**
عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ۔ اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ والوں کو
روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دیں نہ ازراہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ
ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیا علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ بھی انکی پیروی کریں۔
اور نیز اسمیں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسمیں بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں الٹا کام کرتا ہے
لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار
اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا
اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے۔ پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگانی
کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو
کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عز و جل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے پس وہ بھی ہے جسنے
ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی
اس طرح ممانعت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور
دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عز و جل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار
پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

جانداروں کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن میں ہے بدن کو امور شرعی و عبادت میں صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن میں ہے لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت میں زیادہ ظاہر ہا ہر ہے کیونکہ اناج وغیرہ میں وہ جان نہین سمجھتا ہے
لیکن تقویت گوشت کی غذا مین زائد ہے جیسا کہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت مغتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کثر ایسا ہوتا ہے کہ
اس ہوا کو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی اصوب
ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا یعنی ہٰن اسکے جوان
اکابر نے کہا ہے اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعًا اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہے باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالیٰ نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہ بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی تر و تازہ
لذت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ جو لوگ سالوں ناخوں کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرلی کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث و شرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ اس زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالیٰ انکی جڑ بنیاد نابید کردے مترجم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل
ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہے وہ اس طور پر ممانعت ہے جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہے حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہے اور اسکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالیٰ مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالیٰ قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت - و مہمان کی بزرگداشت اور بلا پر صبر
کرنا و نعمت مین شکر کرنا اور ماسواے حق عز و جل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی و آہ و زاری کرنا و صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق بایں طور کہ بشری رسوم مین الٰہی اخلاق پر کاربند ہونا اور انھین
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہو سے - یہ دیکھو کہ اللہ عز و جل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہے یعنے آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بیت ہو جائیگا اللہ عز و جل نے فرمایا - ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ - مترجم کہتا ہے کہ تفصیل
حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالیٰ وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عز و جل کے سواے جبرئیلؑ تک کی طرف التفات ان امور توحید ہی مین نہین کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر
لیجا کر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و سیدگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذرا ہا تعجب ان تھے اور تقدیر کا یہ حال
دیکھ کر جب تھکے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عز و جل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کر دو پس اول جبرئیلؑ نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمایئے کہ مین نمرود و سمیت اسکا تختہ لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہے وہی میری مراد ہے - اور ابراہیمؑ اپنی دیت توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون ۔ اور فرمایا ۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین ۔ اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتون کے سر توڑ دیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالی نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالے کی محبت میں مالون اور اولادون کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا ۔ واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا ۔ اور نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھون نے کہا تھا کہ ربّ ارنی کیف تحیی الموتی ۔ تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آ گیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا ۔ وما کان من المشرکین ۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْهِ اٰیٰتٌ م

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگون کے واسطے یہی ہے جو مکہ مین ہے برکت والا اور ہدایت راہ جہان کے لوگون کو اسمین نشانیان

بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

ظاہر مین کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آیا اسکو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگون پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگون کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم ۔ یعنی یہود نے مسلمانون سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء علیہم السلام نے ہجرت کی تھی تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہین ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ ۔ متعبدا ۔ لِلنَّاسِ ۔ فی الارض ۔ یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا اور جاے عبادت کیا گیا واسطے لوگون کے زمین مین ۔ اور جاننا چاہیئے کہ اول اس فرد کو کہتے ہین جو اپنے سواے سب سے مقدم ہو ۔ اور یہ معنی اولیت حقیقی کے ہین اور پھر ایسی چیز کو بھی کہتے ہین جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئ ہو یا نہ ہو ۔ پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی رح نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقًا ہے اور سراج مین لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا ہر وقت پیدایش آسمان وزمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدایش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی رح نے علی رض سے اس آیت مین روایت کی کہ حضرت علی رض نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت مین صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں ولیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر رح نے اختیار کیا کہ متعبدا کی قید لگا دی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم ۔ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ۔ وہ بیت جو مکہ مین ہے ۔ البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ ۔ یعنی بکہ بباء موحدہ مکہ کے نامون مین سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ وہ بک کرتا ہے سرکشون کی گردنین یعنی انکو توڑ دیتا ہے ۔ اسکو ملائکہ نے پیدایش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونون کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ہے ابوذر رض سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام پھر مین نے کہا

که پهر کون تو فرمایا که مسجد اقصیٰ مین نے کہا که دونون مین کتنا فرق ہی فرمایا که چالیس برس پهر مین نے کہا که پهر کون تو فرمایا که پهر جہان تجکو نماز آملے وہین
پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہی رواه البخاری ومسلم - اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصیٰ بنا سلیمانؑ ہی اور انمین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہی
تو جواب یہہ ہی کہ ملائکہ نے دونون کو بنایا تھا پهر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہی بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے
مین بہت فرق ہی فافہم - اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو پر روے آب ظاہر ہوا بروقت پیدایش آسمان وزمین کے ایک زبدۂ بیضا تھا پهر اسکے نیچے زمین بچھائی
گئی اخرجه الطبرانی والبیہقی فی الشعب وابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہی واللہ اعلم - پهر کہا کہ بکہ ہم مکہ ہی بتبدیل میم از باء مانند لازم ولازب - وجہ
تسمیہ ایک تو مفسرین نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ مکہ ہیم بسبب کمی آب کے من قولہم امتک الفصیل ضرع امه جبکه تھن سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مک
الظالم ای اسکو ہلاک کرتا ہی یا گناہون کو ہلاک کرتا ہی اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہی کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہا ان اللہ تعالے
بک به الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال لا یفعل ذلک ببلد غیرها وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل
لان الناس یتباکون فیها ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہی اور بکہ بالباء بیت العتیق سے بطحا تک ہی اور ابراہیم
نخعیؒ سے ہی کہ بکہ بیت ومسجد ہی اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہی اور اسکے سوائے مکہ
ہیم ہی اور یہی میمون بن مہران کا قول ہی - وابو مالک وابو صالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہی اور ماسوائے اسکے مکہ ہی
پهر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق - بیت الحرام - بلد امین - بلد مامون - ام الرحم - ام القری - عرش - قادس وغیرہ مذکور ہین - مُبٰرَكًا - حالیکہ
یہ اول بیت اس شان سے ہی کہ وہ مبارک ہی ف حال من الذی ای ذا برکۃ - یعنی اسکو نصب بنا بر حالیہ الذی سے حال واقع ہی اور معنے
اسکے یہہ ہین کہ برکت والا ہی - اور فی برکت اسکی یہہ ہی کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس
ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہی - اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہی - وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ - لانه قبلتهم اور
اہل علم کے لیے ہادی ہی ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہی یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہی - فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ - منها
مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ - ای الحجر الذی قام علیه عند بناء البیت فاثر قدماه فیه وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیه
منها تضعیف الحسنات فیه - وان الطیر لا یعلوه - اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انمین سے) مقام ابراہیم ہی ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونون قدمون نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دوچند ہوتی ہین اور یہ کہ پرندہ اسپر ہوکر نہین اڑتا ہی اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہی جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہی اور مقام ابراہیم مفرد ہی اسکا بیان کیونکر ہوسکتا ہی اور مفسرین مانند بیضاوی
نے خبر محذوف کی ای منها مقام ابراہیم - یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہی اور جو داخل ہو بےخوف ہی پهر خاص کر انکے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہی کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و مترجم کہتا ہی کہ امن داخلین بحکم شرعی ہی جیسا کہ آتا ہی پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہی
بلکہ ارجح وہی ہی کہ منها خبر محذوف ہی اور بیضاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
پر قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر وگارا پہونچاتے تھے پس انکے دونون پاؤن اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک در آئے ولیکن مترجم کہتا ہی
صحیح مشہور یہ ہی کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا قال ابن کثیر وہ دیوار بیت سے لاحق تھا عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیہ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پورا ہووے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ای فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہدؒ نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہی پھر مقام ابراہیم اکثرون کے قول پر وہی پتھر
الحسین من مقام ابراہیم والمشاعر حج ہیں ۱۲ ام
ہی اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہی اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حجر مقام ابراہیم ہی اور یہ روایت اوفق ہی۔ پھر حق یہ ہی کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہی کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیمؑ سے اختصاص دینے سے رد کر دیا کہ ابراہیمؑ کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہی کہ انکا اثر قدم یہیں ہی اور یہیں معنوی آیتہ اہل ایمان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہی کہ پرند اسکے اوپر ہو کر نہیں اڑتا ہی ادھر اودھر کترا جاتا ہی حالانکہ کتنے ہزار برس گذر گئے یہی
حال جاری ہی اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھستے ہیں اور شکار سے تعرض نہیں کرتے ہیں اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہی تو عمارۃ پیداوار یمن میں ہوتی ہی اور جب ناحیہ شامی کی طرف ہوتی ہی تو شام
میں پیداوار کی کثرت ہوتی ہی اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور نقشہ بندہ خاص جبرئیلؑ اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیلؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمٰعیلؑ ہی اور طواف کرنے والے ذریات انبیائے کرام ہیں اور یہ فخر کسی بیت کو نہیں ہی۔
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط۔ لا یتعرض لقتل او ظلم او غیر ذلک۔ اور جو اسمیں داخل ہوا مامون ہوا یعنی اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا۔ مفسرؒ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہی یعنی جو شخص اس موضع مبارک میں داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہی اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہی اور اسی سے امام ابو حنیفہؒ و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسیکو ناحق مارڈالا جس سے
قصاص میں اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم میں جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہی اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہی کہ اگر میں یہیں بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جسنے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہی ولیکن اس مجرم کو وہاں بچھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ میں پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباسؓ سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہی کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم میں گھس گیا اسپر وہاں حد قائم کیجائیگی۔ شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قول ابو حنیفہؒ اختیار کیا ہی کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہیں چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق میں لکھی گئی ہی اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہی اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ کسی کو حلال
نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم۔ اور عبداللہ بن عدیؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ ای مکہ تو اللہ تعالیٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہی اور اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ رواہ الامام احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کرکے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہؓ سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہیں کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہی کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم۔ اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ میں لشکر خالد بن الولید نے مشرکوں کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبداللہ بن خطل کے بارہ میں جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہیں قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہی تو جواب یہ ہی کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہی وہ غائب کو خبر پہونچا دے۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - ویبدل من الناس - **مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا** ط - طرقہا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہی جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ وبالفتح قراءۃ باقیہ وابوبکر ہی شیخ **ابن کثیر** وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہی اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہی تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہی اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب یعنی فرض ہی جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہی یعنی فرض ہی اور خصوص علمائے شافعیہ واجب وفرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح **منہاج الوصول بیضاوی** نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہی پس فرض وہ ہی جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کچھ تاویل کی گنجائش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی مثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہی اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایکمرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہی جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہی اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہی کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہی اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہی جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان آتا ہی پس ابوہریرہ رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑ دو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تمسے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انہون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہی اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہی اور جواب مین تصریح ہی کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہی اور جو زیادہ ہو وہ نفل وغیرہ ہی رواہ احمد ایضاً وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ رض سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیۃ کریمہ ہی پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی ابن ابی حاتم وابن مردویہ حاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعاً یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفاً روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنیٰ
کلام ہی ولیکن حدیث تحسین ہی اور اسی حدیث کی اتباع پر یہی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعی رح کا ہی اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہی جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادائے حج واجب
ہی اگرچہ زاد وراحلہ نرکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہی پھر لفظ الناس عام ہی خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہی جبکہ استطاعت ہو
سوا ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہی پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوائے باقی سے من استطاع الیہ سبیلا بدل ہی اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصود نہین اور نہ اسپر مقصور ہی چنانچہ یہ امر بالبداہۃ ظاہر ہی کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ پیرون چل سکتا ہی اور نہ

سواری پر چل سکتا ہو وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہان پہونچنے پر قادر ہو
منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ
کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہو۔ اسواسطے بیضاوی وغیرہ نے ایسے تمام پر تنبیہ اسباب ضروری جو ادائے فعل
کے واسطے چاہیے ہین سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہو تو
استطاعت تام نہیں ہے۔ پھر باقی رہا بیان یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہے یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال مین ادا کرے یا روا ہے کہ
آخر عمر تک دیر کر سکتا ہے اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ مین مذکور ہے اور تعجیل کو فتوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو
حج ادا کرنے مین یعنی حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کوئی نہیں معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ
کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داود۔ اور مترجم کہتا ہے کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہے اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہ تھی
اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہیں کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو بتراخی ہے اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہے وقال۔ ومن کفر
باللہ و بافرضہ من الحج فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ الانس و الجن و الملائکۃ وعن عبادتہم۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالی کے ساتھ یا فرضیت حج سے
انکار کیا، تو اللہ تعالی بے پروا ہے عالمون سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہے
کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہین پس اللہ عزوجل نے انپر حجت قائم کردی کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مسلمانونپر حج بیت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر یہ فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے
فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہے اور اسمٰعیلی نے حضرت عمر سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان
ہے اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمر نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ
ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسنے حج نہیں کیا پس انپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہیں وہ ہرگز
مسلمان نہیں ہین۔ بالجملہ اس آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور بہیر تنبیہ کے واسطے طول
کلام کی ضرورت نہیں ہے ف۳ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہے
جو درگاہ عزت مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جنکو سفرۂ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہے سوا م...
خاص کے واسطے بالتخصیص یہ قبلہ ہے ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کردیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کردیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ
پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرین [illegible]
جسنے اپنی توجہ کی حالت مین حجت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالی کے متوجہ کیا تو حق عزوجل اسکا قبلہ ہوا [illegible] وہ خود تمام
کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عزوجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک واسطہ ہو گئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال و جمال کا
لباس تھا چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کو مین نے شرح پارۂ الم مین
بیان کردیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بر وجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ شیخ نے یہان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عزو
جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسی علیہ السلام کے حق مین فرمایا کہ والقیت علیک محبۃ منی۔ اور جبکہ
جناب باریتعالی کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان ابلیس نے اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم برزخ میں وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص میں پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے
تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا۔ فاینما تولوا فثم وجه الله۔ کیونکہ وہ محل عین الجمع میں پہونچا اور اسی سے بعض
عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ
تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالے وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا
اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد ہی برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود
ہوتے ہین فتامل وتفہم۔ پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس
پہنایا اور وہ نور قدرت ہی تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر
کہا ہی کہ۔ طهرا بيتي للطائفين۔ اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہی۔ قوله للذي ببكة۔ اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس
سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہو اور اسوجہ سے کہ ہر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین باینطور کہ اپنی
جانین تصدق قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم** شیخ ابن کثیرؒ نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے
کہ الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے
واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی۔ قوله مبارکا وهدی للعالمین۔ یعنی پاک مقدس اس بات
سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ جسن آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو
بزرگ کردیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب وبرکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے
سوختہ فواد کا تسکین ہو جاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرحت بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہادی یعنی
ہادی ہی باینطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کردیتا ہی اور نیز مریدون یعنی خالص ارادہ سے طلب کرنے والون
کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک
راہ دکھلاتا ہی اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدہ رب تبارک وتعالی تک رہنمائی کرتا ہی اور حسینؒ
نے فرمایا کہ حق عز وجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر دار دو فرمائی ہی یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی
اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے
ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف ایسے ترقی کر جاوے باینطور کہ ان سے فنا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار
بیت وکعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جب تک تو اس سے متصل ہی تب تک منفصل ہو گا پھر جب تو اس سے حقیقۃً منفصل ہوا تو اسکے واضع
سے متصل ہو گا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہو گا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک
سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم مین دو نظرین ایک تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے
طور پر ہو اور نہ حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی
کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قراءۃ کلام مجید ہی کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز
انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط ماقبل بالعبد وتصحیح نظم وترکیب نیز اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر وتنقیح کے حاصل

ہونگے اس صورت میں الفاظ و کلام سے تعلق و نظر رفع ہو جائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم - قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت
معظمہ عارفون کا آئینہ ہے اس سے حق عز و جل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہے اور حق عز و جل نے اپنے ظہور کا بھید اسمیں پوشیدہ
کر دیا ہے تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہے مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰؑ کی شان یکسان ہے وہان درخت سے حضرت موسیٰ
کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ
وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہے یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہے تو اس بیت میں ہونے
سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب چیزین مخلوق پر قیاس ہے بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ المخلوق ہے وہ ذات پاک کے اسرار کو نہیں
پہونچ سکتا ہے ایسے قیاسات کو وہان مجال نہیں ہے فافہم - اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات - اسمین آیات ہین ولیکن یہ آیتین
ان آنکھون سے جو سر مین ہین ادراک نہین ہوتے ہین بلکہ قلوب کی آنکھون سے نظر آتی ہین قال المترجم یعنی جو آیتین ظاہر کی آنکھون سے
ادراک ہین یہ ادنیٰ ہین یہ سمجھنا چاہیئے کہ بس یہی ہین بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہین وہ بڑے مرتبہ کی ہین فافہم - اور محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ قولہ فیہ آیات بینات - یعنی علامات ظاہرہ ہین جنسے عارفون کو اپنے معروف کی طرف راہ ملتی ہے قولہ تعالیٰ - مقام ابراہیم - یہ مقام
خانہ کعبہ میں ظاہر ہے اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہے اور وہ چار مقام ہین رضا و تسلیم و انبساط و یقین - پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ میں ڈالے
گئے - اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے اور مقام انبساط مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - اور یقین اس سے
ظاہر ہے کہ حق عز و جل نے فرمایا - وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین - اور زیادتی مین مقام مکاشفہ و
مشاہدہ و خلت و فتوت ہے پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑ سکے تو البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیل کو مقام معرفت و
توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو مین متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے
ساتھ تخلق پیدا کر کے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور رہا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم میں پرواز کیا اور اسکا
قلب جلال ابدیت مین پگھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریائی مین اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع
و فزع بجا لانے مین اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہے حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام
ابراہیم ظاہر مین وہ ہے جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ مین وہ ہے جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ
وہ اثر خلیل ہے اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہے اور شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہے پس جسنے اسمین مقام ابراہیم خلیل کو
مشاہدہ کیا وہ تو شہر لیتا ہے اور جسنے اسمین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہے - اور محمد بن علی الترمذیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ یہ ہے کہ خلیل
کی راہ مین اپنا جان و مال و اولاد قربان کر دیا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق میں وہ تجلی ہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی
اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی - قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا - جو شخص کہ مقام امانت مین داخل ہوا اسنے نور کفایت کا
دامن پکڑا کہ متواتر مصیبت سے بچ رہا - اور جو شخص مقام زہد مین داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت مین ہو گیا - اور جو مقام
توکل مین آیا تو کمائیون کی تنگی قرار پایا ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا مین گھسا اسنے فنا سے نجات پائی - اور جسنے صفا کا مزہ
چکھا ہے وہی ہے جو مقام وفا مین پہونچا - اور جو شخص مقام استقامت مین آیا تو رنگا رنگ کے خطرات سے چھوٹا - اور جو مقام اخلاص مین داخل
ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتون سے امن مین ہوا - اور جو مقام صدق مین آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیل کے مقام تسلیم مین پہونچ

وہ نفس کے جھگڑے و تدبیر و ارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عز و جل کے اختیار و اسکی مراد میں خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے
کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہیں سب اسی جہت سے ہوتے ہیں کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہیں ہے تو اس سے بالکل
خوف زائل ہو گیا اور اسکے حال میں خوف کو کہیں گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہے کہ بیت میں داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہیں سب
مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑ کر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہ ہو وہ اپنے تمام امور میں تقدیر سے معارضہ کرنے والا ہوگا حالانکہ
بیت میں داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ و نزاع بشریت پیدا کرے - اور جو شخص مقام مراقبہ میں
داخل ہوا وہ بعد استقامت کے ردی خطرات سے بےخوف ہوا اور جو مقام انس میں گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور قصور پیدا کرنے والی
غرض اسکے پاس سے بھاگ گئی - اور جو شخص مقام خوف میں آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو نور ہیبت سے
توقیر دیتا ہے - اور جو شخص مقام امید میں آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا کی حلاوت و تازگی کے فتنہ سے
پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل میں حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہاں بشریت کے جھگڑے اور ہوا و حرص طبیعت اور نفسانی کشمکش سے
امن ہو جاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا نور تو دریائے انس سے ہے اور انس کا وجود دریائے قدس سے ہے اور قدس اسکی صفات کریمہ میں سے ہے جل
وعلا شانہ - اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ میں پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بےخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ میں پہونچ گیا ہے
اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جبروت کی پناہ میں ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہاں پہونچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
یعنی شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہیں انپر تجھکو کوئی دسترس نہیں ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین - یعنی شیطان نے عزت حضرت عز و جل کی قسم کھائی کہ میں ضرور ان سب کو غوا کرونگا سوا تیرے ان بندوں
کے جو ان میں سے مخلص و سچے ہیں - اور جو شخص کہ مقام محبت میں آیا وہ دوری اور نظر و دیکھے جانے اور غضب میں گرفتار ہونے سے مامون ہوا -
اور جو مقام شوق میں داخل ہوا وہ اس بات سے بےخوف ہو گیا کہ اسکی سوچ کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے - اور جو شخص مقام عشق میں پہونچا وہ
اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہو گیا - اور جو شخص کہ مقام معرفت میں آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچ گیا اور جو شخص کہ مقام
یقین میں آیا وہ شک و شبہہ کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردہ توحید میں داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگ گئے اسواسطے کہ حقیقت
توحید کی یہی ہے کہ نفس کے معارضے سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیا بلکہ
ہر دم اسکی یاد میں ہو - اور جو شخص مقام ذکر میں آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسوائے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا
اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشوں سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہے اور جب صفائے عبودیت کو پہونچا تو
صفائے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفائے حریت کو پہونچا وہ صفائے ذکر کو پہونچا اور جو صفائے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو
مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر میں آیا اسکی روح انوار ملکوت میں چلا کرتی ہے اور غیب کے میدانوں میں جبروت کے
موتی چنتی ہے پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے - اور جو مقام حیا میں داخل ہوا اسکے قلب کی زمین گناہ سے شیاطین کا
نگاہ دور ہوتا ہے اور نفع وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے - اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام میں پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون میں ہوتا ہے
کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہے اور اللہ تعالی اسکو خلعت اثبات پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیہ سے امن میں ہو جاتا ہے اور دنیاوی
زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہے قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہیں جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہیں -

اور جسکے دل میں انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ میں اور اسکی عقل مکاشفہ میں اور اسکا سر باطنی معاینہ میں اور اسکا نفس عبادت میں
آرام پاتا ہے - اور جسکی روح انوار عظمت میں داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت میں حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت میں ساکن ہوتی
اور اسکا سر باطن نور وصل میں اور اسکا نفس لذت طمانیت میں تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے - اور جسکا سر باطن جنت
الانس میں پہونچا انوار قدس کے ظہور میں اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور میں اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور میں اسکی عقل آرام ساکن
رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد میں داخل ہوئی تو بقاے شہود میں اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار میں اسکی روح اور محبت ازلیہ میں
اسکا دل اور رسوم مخالطت میں اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے - اور جسکا نفس مراد حق میں داخل ہوا یعنی جو حق عز وجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ
ہے تو وہ مخلوق کی دربانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص میں اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق میں اسکی روح اور صفائے عبودیت میں اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور
پھر جو شخص کہ نور یقین میں آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاذ شہوت
خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے - اور جسکی عقل میں نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور حضور
(جمع برہان دلیل روشن)
کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عز وجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازیں محسوس ہوتی ہیں - اور جسکی روح نور توحید میں داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور
توحید سے کشادہ اور سرمہ تفرید سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس میں اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہے اور جو شخص نور اخلاص میں داخل ہوا
اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہوں اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسوں سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے
جھگڑوں سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں اپنے پروردگار تعالی کی بیت میں داخل ہوا وہ دنیا
و آخرت کے عذاب سے مامون ہوا - شیخ استاد رح نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہاں قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب میں سلطان
حقیقت نشر ہیبت لایا تو بشری جھگڑوں اور نفسانی بدخواہشوں سے امن میں ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہے اور جو شخص
اسمیں مشاہدہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت میں حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہیں ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ
تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت میں داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تو تیرا ایمان درست ہوا
اور شیخ جعفر بن محمد رح نے قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا میں کہا ہے جسنے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے سواے انکے کسی سے انس نہیں رکھا
اور شیخ ابو الحسن النوری رح نے کہا کہ جسکے دل میں سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ لشکرہاے حس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا
اور شیخ ابو بکر واسطی رح نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط حقیقۃ اسمیں داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطا نے
فرمایا کہ جو اسمیں داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عز وجل نے دنیا میں کچھ ثواب و عقاب رکھا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجکو عافیت
دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے - اور جعفر رح نے
فرمایا کہ جسکے دل میں ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطی رح نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار میں ایمان ہو وہ اپنے نفس کی
رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت میں اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیا و اولیا و اصفیا
داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بیخوف ہو گئے ہیں - قولہ تعالی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ
سبیلا حج کو حق عز وجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمیں آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہیں - اور نیز حق جو دیتا ہے
بندوں پر لازم فرمایا تا کہ ذکر ربوبیت ادا کریں - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات میں دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت کرم کا قصد

کرین - اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان مین چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہون قال المترجم
یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدہ خاص حاصل ہو فافہم - اور نیز چاہا کہ اپنے بندون کو اپنی عظمت وکبریائی دکھلاوے کہ وہ اپنے کو دیکھین کہ ذات معبود بیتا
دتواضع وتضرع اپنے گردنون پر رکھے ہین قال المترجم یعنی ہیأت وحالت حج کی محض ذلیل عاشق کی سی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب ارکان ہیأت حج
کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے ایسین تہ دل سے کوشش کرتے ہین اور خوش ہین وہ اللہ تعالی کے نزدیک اسی قدر عزیز وعزت
والے ہین فافہم - اور نیز وجوب قدیم نے بندون پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کرین اسطرح کہ اپنی جان ومال واولاد خرچ وقربان کرین اور وطن
وخواہشین وجاہتی چیزین واولاد وازواج کو ترک کرین اور جہان سے مجرد ہوکر اسکی درگاہ کا قصد کرین پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا
کہ اسکی طرف قصد کرین حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسماً وحکماً ظاہر مین قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی حلول وتشبیہ سے
پاک منزہ ہے قال المترجم پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم وحکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پردہ ظاہری ایسا ہے یہی زیارتگاہ
مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری درو دیوار اور یہ مطلب نہین ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کچھ نہین
ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہین ہوسکتا اور کون اس امر کا قائل ہوسکتا ہے کہ
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہ ہاے خانہ بیت سے باصد جوش وشوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ
رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی درو دیوار ہے فلیتامل - بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ نے کہی کہ اللہ تعالی ہر وہم وگمان
سے پاک وبرتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم مین حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا لیکن حال یہ ہے کہ اس سے ان لوگون پر جو
قصد کرکے جاتے ہین پردہ ملک ولباس آیات مین تجلی فرماتا ہے کیونکہ اوتعالی نے فرمایا - فیہ آیات بینات یعنی خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت
مکرم معظم مین ہین اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھین آیات مین ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من
جبال فاران - آیا اللہ تعالی طور سیناء سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہین اور مراد پہاڑ
سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ پتھر ایسے ہین کہ اللہ عزوجل نے انکو ازل ہی مین برگزیدہ فرماکر اپنے بندون کا قبلہ اور خاص بندون کے
لیے آئینہ کشف قرار دیا ہے قال المترجم جاء اللہ من سیناء آیا اللہ طور سیناء سے اشارہ ہے تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی
ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہین ہم کو
یہان بھی اس معنی کر کوئی تردد نہین ہے کیونکہ قصہ موسی علیہ السلام مین بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہین اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کی طرح کوئی تاویل نہو
نہین نکلتے ہین واستعلن بساعیر اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہے
اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ ہین سے قرار دیا واللہ اعلم ولیکن واشرق من جبال فاران - اور چمکا فاران کے پہاڑون سے - ایہن فاران سے بلاخلاف
مکہ کے پہاڑ مراد ہین اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق واضح درمیان نبوت موسی اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے کہ وہان فقط آیا ہے اور یہان اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہین اور بعضے
جو طلوع کا وقت لیتے ہین یہ وہم ہے ہمارے اسیواسطے نماز اشراق سے تحقیقی قول یہی نماز چاشت ہے کما صرح بہ المحققون لیکن اب باقی رہا کلام اس
بات مین کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہین پس ظاہر کلام شیخ سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن ایسا نہین ہے اور نقاد محدثین نے تصریح
کردی ہے کہ یہ حدیث نہین ہے اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنے کر ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہین فرمایا اور یہ مطلب نہین ہوتا ہے

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہی پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ بعض اکابر کا کلام ہی جسکو انہوں نے استنباط وغیرہ کے طور پر کہا ہی مگر حق یہ ہی کہ اہل اسلام میں سے کسی کا کلام نہین بلکہ یہ توریت وانجیل کی عبارات مین سے ہی چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ مین پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والون نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہی اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہین اور یہ بڑی حجت اہل توریت وانجیل پر مصدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اور انکار ومکابرہ وہٹ دھرمی کا علاج نہین لیکن ایسے شخص کے حق مین یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسکا ایمان نہین چاہتا ہی نعوذ باللہ من الضلال ۔ پھر بعض حکیمون نے اسی مضمون پر وقت ظہور اژدہال فاران کا ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجمون نے اور دیگر تواریخ مین مذکور ہی کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹایا گیا لیکن اب بھی پتا ملتا ہی اور خود مترجمین یونان ہی ترجمہ انجیل مین بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوئے ہین چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات خوب ظاہر ہوگی واللہ الہادی وھو المتفضل ونعوذ باللہ من الضلال ۔ قال الشیخ اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہی کہ اسکی معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات مین اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے مین یقین کامل ہو اور تمام امور مین اسی پر توکل ہو اور ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت وحفاظت کو پہچانے اور جان لے کہ سب بندون کا وہی وکیل ہی اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسوائے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے ۔ پھر انکا توشہ وزاد راہ یہی ہی کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتون ونشانیون و اسکی خدمت کاملہ ورحمت کافیہ کی فکر کرین اور مانند اسکے دیگر امور ہین جو اسکے خانہ معظم مکرم کے قصد کرنے والون کے واسطے استطاعت ہین اور جو برخلاف اسکے ہو وہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے مین گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ ۔ چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین ۔ شروع آیت مین تو اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنی طرف نسبت دیکر فرمایا تھا اب یہان آخر مین اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تاکہ بندگی کرنے والون مین سے جو خبردار لوگ ہین وہ جان لین کہ اسکی شفقت اپنے بندون پر کیسی ہی کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو انھین بندون کی طرف لوٹ آتا ہی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ وپاک برتر ہی پھر جاننا چاہیے کہ بیت اللہ تعالیٰ کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہین ۔ قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان ومال کے ساتھ ثواب کیواسطے حج کرتے ہین قسم دوم جو اپنے دلون سے کہ دنیا وما فیہا سے صاف ہین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اسکی رضامندی چاہنے کو حج کرتے ہین قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہین جو رب البیت کے مشاہدہ وتجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت وقربت اور صفائے وصلت اور زیادت مشاہدہ تجلی وتدلی کی طلب مین قصد حج کرتے ہین ۔ پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہی کہ وہ احرام باندھتے ہین اور جو امور منع ہین انسے باز رہتے ہین اور مناسک حج ادا کرکے اپنے احرام سے حلال ہو جاتے ہین ۔ اور اہل باطن کا یہ حال ہی کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہین اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہین اور کبھی حلال نہین ہونے جب تک دنیا مین ہین یہانتک کہ انکو مشاہدہ ذات وکشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہی جب مر جاتے ہین پھر غور کرو کہ دونون مین کتنا بڑا فرق ہی اایک تو وہ ہوئے کہ جنھون نے گنتی کی چند معلوم ومعہود چیزون سے چندون کے واسطے احرام باندھا اور دوسرے وہ ہوئے کہ انھون نے سب نفس کی خوشی وتسکین کی چیزون سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہی اور اس بلا کے بوجھ کو یہی لاوے جو اس طرح کا باربردار ہی ۔ اللہ اللہ وہ لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتین بھی جاتی رہین انکے غروب ہونے سے کرامتون کے سورج اور آیتون کے چاند بھی ایسے مغرب مین ڈوبے ہین کہ تا ابد نکلنے کی امید نہین مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ مین اللہ تعالیٰ کو منظور ہو ۔ ہان اب انکی خبرین آفاق مین پھیل رہی ہین اور نشان انکا کہین ڈھونڈے نہین ملتا ہی اللہ تعالیٰ انکی پاک روحون پر رحم فرماوے

ووسپ عالی کرامت کرے قال المترجم اس حسرت میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ نہ وہ دل جو
یاد حق کی یاد میں اور نہ وہ آنکھیں جو فقدان کرامت پہ آنسو بہاویں۔ اللھم انت اللہ الذی لا الہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک
لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک۔ اللھم اسألک حسن
التوفیق وحسن الھدی والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من
عبادک اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال
ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاویگا جو بھوسی ہیں جنمیں مغز نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیوں ایسا کلام حسرت سے فرماویں۔ قال اور کعبہ حقیقت کے
حج کرنے والوں اور قصد رکھنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلوں سے جانب مقصود کا یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہیں تو اللہ
عزوجل کے ساتھ نسبت سے پیمان وعہد معرفت باندھتے ہیں اور نیت عہد اخلاص لیے ہوئے خالص حق کے ہو کر [illegible] اپنے نفس سے تو روکتے ہیں
میں جیسا کہ حق ہے اور اللہ کی راہ میں اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے کے واسطے کی تھا ہر چند پوشیدہ تھا کہ نفس کو اسکا انکار تھا یا بزرگی کی شہرت چاہتے کو
جگہ وہ سب چیزیں چھوڑ دیتے ہیں اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہیں کہ صدق و توکل و اخلاص
و یقین اور اللہ تعالی کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں جسکے پاؤں یہ ہیں کہ ہر حال میں حق کا شکر ہیں اور سر
اسکا علم ہے اور سینہ اسکا پرہیزگاری ہے اور زبان اسکی آنکھیں ہیں جو [illegible] باطل و فساد سے دور اور صدق و تقوی پر جمے رہتے ہیں اور
تکمیل اسکی استقامت ہے اور باگ اسکی تسلیم ہے اور کجاوہ اسکا ادب ہے اور زین اسکی رضا ہے حق ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور باقی اسکا ذکر [illegible] اور
چارہ و دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور پانی اسکا شوق ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور لگام اسکا [illegible] شہود و قرب ہے پھر جب وہ اپنی
سواری پر ہاتھ وطن سے نکلے تو دنیا و مافیہا سب چھوڑ دیتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں اسکے ساتھ اتر رہتے
تقی خواہ وحشت ہوں یا انکے لیے انس رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں یعنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں
اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیزی کھلانے والوں کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کیطرف توجہ کرتے ہیں اور کسی
غیر کی طرف اللہ تعالی کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور قصد مصمم کر لیتے ہیں کہ جب تک اس سے تجاوز نہ کریں اور کسی خواہش نفس یا شیطان
کی طرف نہ جاویں [illegible] چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں [illegible] اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ منزلیں طے کرتے ہیں تو انکا آگے سے دیکھنے والا وہ ہی ہوتا ہے یعنی
ہدایت الہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقوی ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور رفیق ساتھی انکا وہی انکا
مولی ہوتا ہے [illegible] انکا علم حق ہوتا ہے اور [illegible] انکو شوق پیدا ہو جاتا ہے [illegible] عشق میں لیے جاتا ہے اور نفس انکا [illegible] اور [illegible] انکا
[illegible] حضرت حق تعالی [illegible] تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہیں [illegible] ہوگی
[illegible] اور مشاہدہ پروردگار کیطرف بڑھتے ہیں [illegible] عالم غفلت میں [illegible]
[illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] ان کو توجہ کرتے ہیں انکا اکثر
[illegible] کرتا ہے اور جب [illegible] پہنچ گئے تو [illegible] ہو گئے [illegible] اور احرام
میں تقوی کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید میں نہاتے اور تمام شہوات و علل سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اب جو وہ لبیک کہتے ہیں تو آواز سنتے ہیں کہ وصال سے
رضا مندی ہے اور روز نگاہ میں آنے دینے کی اجازت ہے اور وہی آواز انکو آتی ہے جو وہ بنیادی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل میں سنی تھی۔ اور جب

وہ عرفات میں پہونچے تو سکر کی زنجیر میں پابستہ رہجاتے ہیں اس سے ہرگز خلاصی نہیں الا یہی کہ پردہ صحرا نیر ہوتا ہے پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور
ہیبت و رجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہیں انکو حق عز و جل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ جھنواتا ہے قال المترجم اسی
سے اس مقام کا نام عرفات ہوا یعنی پہچاننے کا مقام فافہم - اور حق عز و جل انکو غیب کی مکنونات اور دلوں کے مضمرات ظاہر فرماتا ہے پھر جب کہ فارغ
ہوتے ہیں تو دیدار حضرت عز و جل کے امیدوار ہوتے ہیں اور منقطع کیے جانے اور مہجور رہنے سے خوفناک رہتے ہیں اور مقام حیا میں حاضر اور مقام قرب میں
موجود اور دیدار و لقا کے شاہد ہوتے ہیں - پھر جب مشعر الحرام میں پہونچتے ہیں تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا ذائقہ شکر ادا کرنے کے ذکر میں سرگرم
ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر انکا اس مقام پر ہوتا ہے کہ زبان گنگ ہے اور عیان تجلی ہے اور حضرت حق عز و جل کے سامنے فرقت تشویر ہو جاتے ہیں اور تفسیر [illegible]
در گریبان آنسوؤں سے رونا انہیں انکی کوتاہی پہ گردن ڈالے رہنا ہے - پھر جب مقام منی میں پہونچے تو ظاہر ہے جانور قربانی کرتے ہیں مگر تحقیق وہ
اپنے نفسوں کو لذات و شہوات سے ذبح کر ڈالتے ہیں پھر جب کنکریاں مارتے تو اپنے تمام وجود سے طاعت و عبادت کو پردہ عدم میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ
مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب بال ترشواتے ہیں تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو تراشتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں کو منقطع کرتے ہیں تو انکے
اسرار میں جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہیں تو اپنے باطن سے فضول سوا اور اغراض کی تعریف کرنے کی پروا کی کہ مونڈ ڈالتے اور دیتے ہیں اور
جب حرم میں داخل ہوتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ درگاہ عظمت و جلالت کے نزدیک پہونچے اور جلال سے پگھل جاتے ہیں اور [illegible] کے
مشاہدہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور ماسوا حق عز و جل کے سبب سے احرام باندھتے ہیں اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہیں پھر انکو حجاب سے
کوئی چیز حلال نہیں ہوتی جب تک کہ انکی جنابت یعنی ناپاکی پوری لینی موت مقررہ سے اس دنیا کو نکل جائیں کیونکہ وہ [illegible] ولایت [illegible]
ہیں جو انکو حدود شیطانی آلودگیوں سے مانع ہوتی ہے اور جب وہ کعبہ میں داخل ہوئے تو یقین ہوا کہ جو حضرت جلال میں ہے [illegible]
جنت کے ہے اور جو اس میں داخل ہوا اور اسکے پڑوس میں ہونے سے عذاب الہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے اور جب حجر
داخل ہوئے تو انکے دیدار عظمت سے جان کی حالت میں داخل ہوتے ہیں اور انکی ہیبت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ بیت [illegible] کو دیکھتے ہیں
تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہیں اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ اسکی درگاہ قدیم میں شاہد کریم ہیں
حاضر ہیں اور جب وہ گرد خانہ کعبہ کے طواف کرتے ہیں تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ عرش الہی کے گرد طواف میں لگے ہیں [illegible]
کہ وہ اللہ تعالی کی تسبیح [illegible] اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں تو جانتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالی کے ساتھ بیعت [illegible]
ساتھ اس طرح بیعت کی [illegible] الفت [illegible] اور اپنے باطنوں [illegible] کی طرف [illegible] جاتی
اور انکا نفس الفت کرتی ہیں اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ مقام خلت [illegible] جانشین ہیں [illegible] مقام
میں ہیں جہاں اللہ تعالی [illegible] اور جب وہ [illegible] تو جان لیتے ہیں [illegible] اور انکی
حقیقت [illegible]
اور جب وہ [illegible] میں داخل ہوتے [illegible]
اور جب وہ صفا و مروہ پر چڑھتے [illegible] ہیں - پھر [illegible]
ہوکر تحقیق جانتا ہو کہ اللہ تعالی نے ان مناسک و مشاعر کو جو حج میں [illegible] درگاہ جلال کی مثال [illegible] کو مثال عرش
کے مقرر کیا ہے اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور صفا و مروہ و جبال مکہ کو حجاب جلالت کی مثال اور کل حرم کو [illegible] سے
[illegible] ۱۲

جبروت کی مثال اور منیٰ کو مقام امن یا مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور محرم مقام قیامت اور بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت
خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالیٰ کی مثال کہا ہے پس جب آدمی نے ان مثالوں کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قربت و مشاہدہ مبرور اور عمل مشکور ہوا اور
یہی حج عارفوں کا ہے جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہیں۔ اور نیز یہی مثالیں مشاعر باطن کی ہیں پس کعبہ تو قلب ہے اور حجر اسود سینہ اور بلد مکرم صورت اور صفا
عقل اور مروہ علم اور منیٰ علم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفائے عبودیت و معرفت اور محرم مقامات و حالات اور بادیہ نفس و ہوی اور حج کنندہ روح منقاد ہے۔ اور یہی
اسی ادعا عاشقین یعنی عاشقوں کی سیر باطنی توجیہ ہی حج کرتے ہیں یعنی حج مثالی ادا کرتے ہیں تو کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل علا ہے اور مناسک اسکے یہ ہیں کہ مراتب
صفات مقدسہ میں سیر کرے پھر جب اس راہ مذکورہ میں میدان ازل میں مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقا و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں انکو حظیرہ قرب میں فرش حشمت
و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہے پس یہاں سے ہر شخص نے جب اسکو دیکھا و مشاہدہ کیا اور مکاشفہ حاصل ہوا تو اسکا حج اسی سے ہے اسکی طرف اور اسی سے اسکی ساتھ اور اسی کے ساتھ اسی سے
جانا اور اسکی طرف سے اسکے واسطے ہوجانا پس اسکی شان عجیب و غریب ہے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی عبادت میں بندوں کو یوں خطاب نہیں فرمایا کہ لِلّٰہِ
علی الناس یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے بندوں پر واجب ہے سوائے حج کے کہ اسمیں یوں ہی خطاب فرمایا ہے اور اسمیں چند فوائد ہیں منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتوں میں سے کوئی عبادت
ایسی نہیں کہ جسمیں مال و نفس دونوں کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اس وجہ خطاب سے بیان فرمایا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اسمیں چونکہ اشارات قیامت تھے مانند تجرید
و وقوف وغیرہ کے تو للّٰہ علی الناس۔ کہکر فرمایا تاکہ اسکا باطن قیامت کے موقف اکبر کیواسطے مستعد ہووے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کیواسطے مستعد ہوا ہے اور اسکا
سامان جمع کیا ہے۔ اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہوں فرمایا کہ یہ دو
ظرف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہوگا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں انکے پاس
سے روانہ ہو کر پہونچا اور میں حج کرکے واپس ہو کر پھر جب انکے پاس گذرا ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تو نے حج کر لیا میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کیا کام کیا میں نے کہا نہایا دھویا
احرام باندھا دو رکعتیں پڑھیں تلبیہ کہا فرمایا تو نے اس سے پہلے حج کا انعقاد کیا میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ کیا تو نے اپنے اس عقد حج سے اپنے تمام عقود جو تو نے پہلے
باندھے تھے ان عقدوں میں سے جو اس عقد سے کسی وجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے میں نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ تو نے حج کا انعقاد ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ پھر
تو نے اپنے کپڑے اتارے۔ میں نے کہا ہاں فرمایا ہر فعل سے جو تو نے کیا تھا مجرد ہو گیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ تو نے پھر کپڑے نہیں اتارے فرمایا پھر تو نے غسل کیا میں نے کہا ہاں
فرمایا تو نے اپنے سے ہر علت دور کر دی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر تو نے طہارت نہیں کی۔ فرمایا پھر تو نے تلبیہ کہا میں نے کہا ہاں فرمایا تو نے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا۔
میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو نے لبیک بھی نہیں کہا فرمایا پھر تو حرم میں گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو نے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد
کیا تھا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ تو حرم میں داخل نہیں ہوا فرمایا پھر تو مکہ پر ظاہر ہوا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تیرے مکہ میں ظاہر ہونیکے ساتھ تجلی جناب عزت تجھ پر اسطرح ظاہر ہوئی
میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا۔ فرمایا کہ تو مسجد حرام میں گیا تھا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین ہے اسکی قربت معلوم ہوئی میں نے کہا
کہ نہیں۔ فرمایا تو مسجد میں نہیں داخل ہوا۔ فرمایا تو نے کعبہ دیکھا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جو تیرا مقصود تھا وہ دیکھ لیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نے کعبہ نہیں دیکھا فرمایا طواف میں
تین پھیرے دوڑا اور چار پھیرے چلا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو دنیا سے بھاگا تو نے اس سے جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور جبر کے چار پھیرے سے جان لیا کہ تجھے
بھاگنے سے امن ہو گئی پس تو نے اللہ تعالیٰ کا مزید تشکر کیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو نے طواف نہیں کیا۔ فرمایا کہ تو نے حجر اسود کا بوسہ دیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا ہی
خرابی بیان کیا گیا ہے کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عزوجل سے مصافحہ کیا اور جسنے حق تعالیٰ سے مصافحہ کیا وہ محل امن میں آگیا بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا میں نے
کہا نہیں فرمایا تو نے مصافحہ نہیں کیا۔ فرمایا دو رکعتیں پڑھیں میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نے خلیفہ مقام
نماز نہیں پڑھی فرمایا تو صفا کو گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا کام کیا میں نے کہا تکبیر کہی۔ فرمایا صفا پر چڑھنے سے رب عزوجل کی تکبیر کہنے سے تمام جہان مخلوق تیری چشم بصیرت میں

پیچ جوئی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا - فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا
تو نہیں دوڑا - فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھ پر سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا - فرمایا تو منی کیطرف نکلا
میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری تمنا تجکو ملی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو منی کو نہیں نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھ میں خوف جدید داخل
ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالی کا ایسا ذکر کیا کہ ماسوائے اسکے
سب تجھے فراموش ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں گیا - فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا فرمایا
تو نے قربانی کی - کہا ہاں - فرمایا اپنی خواہشوں و ارادوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا - کہا نہیں - فرمایا تو نے قربانی نہیں کی - فرمایا تو نے کنکریں ماریں - کہا ہاں
فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں - فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہاں - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ
انکشاف ہوا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالی کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں - اور
جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا - کہا ہاں - فرمایا حلال کھانے پر
مصمم عہد کر لیا کہا نہیں - فرمایا تو نے حلال نہیں کیا - فرمایا تو نے وداع کیا - کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس و روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے وداع نہیں کیا
تو نے کچھ حج نہیں کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کرے جس صفت سے تیرا حج بیان ہوا اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھے وصف کیا ہے - حضرت شیخ عبدالرحمن
السلمی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں شیخ حصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھ سے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں
قصد کیا چاہتا ہوں - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں یعنی ایک احرام دوسری دخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا
جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے - میں نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا
تحقیق ہو گیا کہ تو نے جواب دیا - پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفرید کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان
حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب
باری سے قربت کا مقام ہے پس تو درگاہ کبریائی میں حسن ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کا ورد ایسا مقام ہے کہ وہاں امن سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے یا سیلو کہ
ماسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس بہتر وار ہے کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق نہو وے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن البغدادی
سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن احمد بن سہل رح سے سنا او نہوں نے سعد بن عثمان رح سے انہوں نے عبد الباری سے سنا کہ حضرت ذو النون
مصری رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذو النون رح نے فرمایا کہ اسکا سبب یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالی ہے اور
حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونیوالوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع و الحاح کرتے رہیں یہانتک کہ آگے آنے کی
اجازت مانگی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب قربانی کی اور گذا سے پاک ہوئے
کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوئے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہوکر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بیخبر نہیں تمہارے کام سے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو ف یعنی
قرآن سے اور یہ ظاہر ہی اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہی کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہی اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاری کو ہی اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہی کہ انکا کفر واضح تر ہی اگرچہ وہ اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ
شَهِيدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُونَ - اور اللہ تعالی تمھارے اعمال پر شاہد ہی ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہی کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون پھیرتے ہو ف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات
سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اس مین انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ - دین راہ خدا یعنی
دین قیم اسلام سے - مَنْ آمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور آپکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود کمبخت حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت ہمارے یہان مذکور ہی اور آپکی صفت و
نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان
ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوے مراد ہین یعنی
یہود اپنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر
روکتے اور ظاہر یہ ہی کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین - تَبْغُونَهَا - تطلبون لسبیل - عِوَجًا - مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ
عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہی اور معنی اسم مفعول کے ہین ای معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر
ہونے کی وجہ سے تا تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عوج بالکسر دین و قول و عمل مین مستعمل ہی اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہی الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہی جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہی اور حال یہ ہی کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہی یعنی آنکہ اللہ تعالی اسکے سوا کوئی دین قبول نفرماویگا - اور
بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی -
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ - من الکفر والتکذیب وانما یوخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالی خوب جانتا ہی جو تم کرتے ہو ف
یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوا اسکے نہین کہ تمکو تمھاری موت تک تاخیر دیتا ہی پھر تمکو سزا دیگا - اور اولی یہ
ہی کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی جانتا ہی جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے
ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو وما اللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہی تو جواب دیا گیا کہ
پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر پر انکار ہی جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیۃ مین انکا فعل حیلہ و فریب
تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ یہ کار ہی پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالی کو سب خبر ہی ذکرہ فی السراج
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھیر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ

منکر اور کیسے تم منکر ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہے

وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود میں سے جسکا نام معالم میں شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانوں پر سخت طعن کرنے والا اتحاد اوس و خزرج پر گذرا اور اوس و خزرج دو گروہ انصار کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن اور آپس میں سخت لڑائیاں لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپس میں دوست ہو گئے پس آپس میں سے کچھ لوگ اپنی مسجد میں بیٹھے آپس میں باتیں کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمیں جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیاں یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت میں انکے درمیان ہوئی تھیں خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہے (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی میں کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمیں اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی تذکرہ کرتا رہا یہانتک کہ ان قوم نے باہم فخر کیا اور غضب انکا جاگا اور سب جوش میں آگئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپس میں ہر فریق والے نے اپنوں کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرۃ میں وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کر کے فرمایا کہ تم جاہلیت کی پکار سے آپس میں پکارتے ہو اور میں تمھارے سامنے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور امر جاہلیت تم میں سے دور کیا اور تم میں الفت ڈالدی اور آپنے یہ آیت پڑھی پس سب کے سب سخت نادم ہوئے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۔ اے ایمان والو اگر تم کتابیوں میں سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانو گے تو یہ فریق تم کو تمھارے ایمان کے بعد الٹا کافر کر دیگا ۔ ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالیٰ کَيْفَ تَكْفُرُونَ ۔ استفہام تعجب و توبیخ ہے یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہے کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو ۔ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ ۔ حالانکہ تمھاری شان یہ ہے کہ تم پر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہیں وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۔ اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہے پھر بھلا کون صورت ہے کہ کفر پیدا ہو ۔ وَمَن يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لیے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ۔ ف پس ان دونوں گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہو گیا ۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش میں چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلط اسقدر سخت مضر ہے اور یقین ہو گیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہیں دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہیں کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہیں سوم یہود کے دلمیں مایوسیت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو ۔ چہارم کیونکہ اسنے مدت میں یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم میں فرو کر دیا اور سراج منیر میں جابر رضی سے روایت لایا کہ میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو ۔ اور قولہ تعالیٰ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ ۔ میں اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہے کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہو [illegible]

اسیواسطے تعجب وسرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاتی ہین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہوکہ تمکو تدبر نہین ہوا حتی کہ شیطان نے یہ راہ پائی-پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا-قولہ وفیکم رسولہ-وجود بابرکت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا-اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ واہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کیلیے دوچیزون کی وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہوگے اور زجاج نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار وعلامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت واثر ہی اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی وزہد وحسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر وغرور وریا وشرک وغیرہ کی احادیث کو ان کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور سوائے احادیث احکام نماز وروزہ وحج وزکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملا کر توفیق دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین یہ راہ ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ نوبت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتے ہو وہ بہت ہین اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق-اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرمادی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل وکامل ہوگا چاہیے اسکی سمجھ وعقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم وشیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین ترجمان آلہی ہی صوف اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ جمیع وجوہ ظاہر وباطن سے اعتصام محقق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا-اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك-یعنی آلہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین تیری ثنا وصفت نہین ادا کرسکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تونے اپنا وصف فرمایا ہی-(الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال وجمال وکمال وقدم وبقاء وجبروت وکبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا وقدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار وارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیازی کی جناب مین اس سے اسکی طرف پناہ لی آور نیز جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل وعقل کے اوصاف اور امور معاملہ وحقیقت حالات وطلب مکاشفات واطلاع مشاہدات وملکے ملائکہ وعلوم الہام وفراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہون مین سے نہایت استوار ہی متمکن ہوتا ہی-اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب سے منقطع ہوا اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ مین اپنے حول وقوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کردیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے وہی منقطع ہوئی اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیساتھ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام مراد مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور شیخ ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑ کر خاص اللہ تعالی ہی کیطرف

محتاج ہوا تو اسکے لیے حج کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہی - اور شیخ جعفرؒ نے فرمایا کہ جسنے اسکو سچا مانا اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہی - اور واسطیؒ نے فرمایا کہ قولہ ومن یعتصم باللہ - تو پیشواؤں کے واسطے ہی اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ - یہ عوام کے واسطے ہی اور اعتصام تو یہ ہی کہ تو اپنے نفس کو اسکے سایہ اور گود میں دیکھے اور حسن قیام پر اسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت میں ہو پس سب سے الگ تو اعتصام ہی اور تصدیق موجب اعتصام ہی اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہی کہ اسکی طرف التجا کرکے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالی کی مراد میں ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالی نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق میں ارادہ فرمایا ہی اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو - شیخ ابوبکر وراقؒ نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزیں ہیں ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا - اور شیخ ابوسعید خرازؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی پر ایمان لایا وہ اہانت نہ کیا جاویگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہیں سوا سے حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزوں سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہی اور ان سب کی جڑ یہ ہی کہ اللہ تعالی کیساتھ اعتصام ہو -

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ○ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَیْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں

فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ

اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اس سے خلاص کیا - اسی طرح

یُبَیِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آیَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

کھلی بیان کرتا ہی اللہ تم پر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ - ای ایمان والو اللہ تعالی سے حق تقوی کرو - حدیث میں ہی کہ ان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ لقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم - یعنی حق تقاۃ یہ ہی کہ اس طور کی اطاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہی پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالی فاتقوا اللہ ما استطعتم پس تقوی کرو اللہ کا جہانتک تم میں استطاعت ہو - وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ - موحدون - اور مرو مت مگر اس حال میں کہ تم توحید کرنیوالے ہو - تقاۃ مصدر ہی اور حق تقاتہ اضافت بموصوف ہی اصل میں تقاتہ الحق تھا ای ایسا تقوی کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہی اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کر سکتا ہی پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا - فاتقوا اللہ ما استطعتم - پس یہ آیت منسوخ کر دی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی - قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر و ابو العالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہی اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی اور تقوی کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہی اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا
کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم - اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا - تقاۃ تو اس سے مراد یہ ہو کہ آیت کے اُترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع
نزول آیۃ یہ ہے تو اس تفسیر تقوی پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد اسکا یہ کہنا مروی نہیں ہوا ولیکن اسمین اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقوی کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت
سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہیں ہوئی ولیکن حق تقوی یہ ہے کہ جہاد کریں اسکی راہ میں حق جہاد اور انکو اللہ تعالے کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہوں اگرچہ اپنی جانوں اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندوں کے حق میں ہو - اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم - اور کہا کہ یہی قول صواب ہے اسواسطے کہ نسخ وہاں بضرورت ہے جہاں جمع کرنا ممکن
نہو اور یہاں دونوں آیتوں میں اتفاق ہوگیا جیسا کہ بیان ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین شک نہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ - اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقوی کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنابر ایک راے کے ہو سکتا ہے سو وہ کبھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر صواب یہی ہے جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ قابل دلالت ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس باصل تفسیر انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر میں کہا کہ تقوٰی سے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام قرار دیا ہے اس سے پورا پرہیز کرے - پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - استثنا مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی
لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال میں نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہیں سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح - اور جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس
حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد و مسلم - اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع میں بھی اللہ عزوجل
سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے - واعتصموا -
تمسکوا - اور مضبوط پکڑلو بحبل اللہ - ای دینہ - اللہ تعالی کی رسی یعنی دین کو ف حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہے اور حبل در اصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرنے میں مجتمع و متفق رہیں یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ میں قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی اور معنی متقارب ہیں پس قولہ جمیعا
کو نصب بنابر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ - ولا تفرقوا - بعد الاسلام - اور اسلام کے بعد متفرق نہو - ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی تمسے
تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزوں سے سخط فرماتا ہے ایک قیل و قال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال - رواہ مسلم - واذکروا نعمۃ اللہ - انعامہ
علیکم یا معشر الاوس والخزرج - اور اپنے اوپر اللہ تعالے کے انعام کو یاد کرو ف ای گروہ اوس و خزرج و انعام یہ ہے کہ - اذ کنتم اعداءً
قبل الاسلام - جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے - حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونوں سگے

بھائی تھے انکی اولاد مین ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیان رہین یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالی نے اس آگ کو بجھا دیا
اور انہین الفت ڈال دی چنانچہ فرمایا۔ فَأَلَّفَ۔ جمع۔ پھر جمع کر دیا۔ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ۔ بالاسلام۔ تمھارے دلون مین اسلام کے ساتھ
فَأَصْبَحْتُمْ۔ پھر تم۔ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔ پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی ف یعنی دین و مددگاری مین آپسمین ایک دوسرے
کے بھائی ہوگئے۔ اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوے جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا۔ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین
قلوبہم الآیہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا۔ طرف۔ حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔ لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا
کفارا۔ اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر
مرجاؤ۔ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا۔ بالایمان۔ پس اللہ تعالی نے تم کو اس سے نکال لیا باین طور کہ تم کو ایمان دیدیا۔ كَذَٰلِكَ۔ کما بین لکم ما ذکر
جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا۔ اسی طرح۔ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ اللہ تعالے تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے
تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو۔ ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
حق تقاتہ۔ اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد ہین انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالے نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہین انکی
حفاظت کرے اور قضا و قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عزوجل کے مشاہدہ کیواسطے
حادثات و مخلوقات کو ترک کرے۔ اور نیز برگزیدہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت عین قدم تک بلاکر متنبہ کردیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے
حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کردیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ
کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنی ہین قولہ
ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے اور قاسم رحہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کردینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور رخصت کی طرف توجہ
چھوڑنا اور رخصت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے۔ اور واسطی رحہ نے فرمایا کہ حق
تقوی یہ ہے کہ جو مواجب عبودیت ہین انمین نفس کو تلف کرنا۔ اور ابن عطا رحہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ ہے کہ سچائی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے بحالت
ہو کہ تیرے دل مین سوائے حق عزوجل کے کچھ نہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالی نے مقرر فرمائے
انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ
حق تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت
نہو قال المترجم۔ یہ الفاظ اس روایت کے ہین جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو یزید رحہ نے فرمایا کہ پورا
تقوی یہ ہے کہ جب کہے تو اللہ تعالی کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالی کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالی کے واسطے اور
خود اللہ تعالے کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا۔ فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ
قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت اور حرمت اور نبی
صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالے نے جمہور پیران و حقائق کے ساتھ اعتصام واجب کردیا تاکہ اسکی
طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ بربزباوہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑگیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور
عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی
اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے
وصول نچاہا تو اللہ تعالیٰ سے اعتصام کرنے والا ہوگیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد و وفا کرنے پر مائل رہے اور بدون
کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ حبل اللہ سے بندہ سے متصل ہی اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اس کی
کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہوگیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے
ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم**
حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال ہین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین ازظاہر وباطن اور خفیہ
وعلانیہ کسی حال ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالیٰ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد
کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداءً - یعنی بشریت کے گھٹا ٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ ہین اسکی
توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار وقربت سے محروم پڑے تھے اور سب وقت دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرنے تھے اور
کفر کی ذلت مین پھنسے ہوئے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب انمین
عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور
انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عزوجل کا اثر دیکھا اور بعض بعض پر عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول وتعالیٰ عزوجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلون مین الفت ویدی سطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو وہی ورثے
درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تم کو الفت کا دودھ سا
پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہوگئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عشق ایک اور مذہب ایک اور حظ ایک ہوگیا
اور اللہ تعالیٰ نے سب کو اخلاص پر جمع کر دیا تا کہ انکے اخلاق پر جو میل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہوگیا تھا اس سے پاک ہوگئے اور باہمی الفت و
اخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب
منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے اسمین کچھ باتین کہین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا اسنے تمکو گمراہ نہین
پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوئے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے
تم محتاج تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے تونگر کر دیا - جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول کا بہت بڑا
احسان ہی **مترجم** کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا جانتا ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل فیہ اللہ تعالیٰ نے انکو مخلوقات
کے کھیفساد سے چھڑا دیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کر دیے پس انکو عین الجمع مین ایک کر دیا گویا ایک نفس ہین پس انکے جلال نے انکو
وفا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہوگئے اور محبت مین مخلص ہوگئے

اور آپس کے ساتھ میں انصاف سے رہنے والے ہو گئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی بیقین کامل ہو گیا۔ حاصل کلام یہاں یہ ہے کہ برگزیدہ
لوگوں کے دلوں میں جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح
کو پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدہ قرب میں جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت
اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب میں اسی انداز پر ہے
جس قدر ان کے درجوں میں آپس میں نزدیکی ہے مثلاً مقام توحید و معرفت میں قریب ہے بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض
پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہے حدیث میں فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہیں کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے۔ پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل
میں جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگوں میں سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اس نے حصول
حقائق قوم کو پا لیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کر لیا ہے اور جسنے تمام مقامات کو نہیں پایا تو اسکا حال ایسا نہیں ہوگا پس باہم الفت
ہونا تو اگلوں کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلوں کا حال ہے اسواسطے کہ انکی روحیں باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی
ہیں اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ ہیں پس جنہیں باہم تعارف ہوا انہیں باہم الفت ہوئی اور جنہیں باہم ناشناسائی
ہوئی انہیں پھوٹ پڑی قال المترجم یہ حدیث صحاح میں ہے۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہیں کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن
تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم۔ یا یہ معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کر دیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا۔ قولہ تعالیٰ کنتم علی شفا
حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب میں ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقت میں ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ
خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضا سے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف
و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنے اسکے یہ ہیں کہ حق
عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہے۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال میں رحمت ثابت کی ہے اور شیخ اکبر انہیں میں سے
ہیں حتی کہ عذاب کفار میں بھی انھوں نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہے بلکہ منصوص ہے کہ فرمایا ورحمتی
وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے اور شے میں سب شامل ہے ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہیں مثلاً جہاد میں قتل کفار انکے حق میں
دفع ارتکاب شر و فساد و کفر ہے اور مومنوں کے حق میں تو ظاہر علیٰ ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
اور چاہیے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندیدہ بات کو اور منع کرتی ناپسند کو
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
اور وہی پہونچے مراد کو اور نہ ہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو
الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ
صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوئے آیا تم کافر ہو گئے ایمان میں آکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوے منھ اُنکے سو اللہ کی رحمت میں ہیں وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

رہ پڑے یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجکو تحقیق اور نہیں چاہتا اللہ ظلم کو جہان والوں پر

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ع

اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمان و زمین میں ہی اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہی

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہی (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کاموں کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع میں بد کام ہی اس سے روکے - وَاُولٰٓئِكَ الداعون الآمرون الناہون - هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - الفائزون ومن للتبعيض لان ما ذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاهل وقيل زائدة اي لتكونوا امة - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہیں ای فائز بمرادہیں ف اور منکم میں من تبعیضیہ ہی کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہی کہ کل امت پر لازم نہیں ہی اور ہر فرد کے لائق بھی نہیں ہی جیسے جاہل اسکی لیاقت نہیں رکھتا مترجم کہتا ہی کہ مفسر کی عبارت میں ظاہر یہ نکلتا ہی کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہیں ہی بلکہ بعض پر ہوتا ہی اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہی کہ یہ قول مردود ہی اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہی چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انمیں سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہی یعنی کہ اگر سبھوں نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہی - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہی اور معنی یہ ہیں کہ چاہیے کہ ہوجاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہی کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسیوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہو سکتا ہی پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مقصود اس آیہ سے یہی کہ اس امت میں سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھالے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہی جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم میں سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع میں منکر ہی تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھوں بگاڑے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہی اسکے بعد رائی برابر ایمان نہیں ہی - اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہی کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالیٰ تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی رواہ الترمذی وابن ماجہ - اور آیۃ میں دلیل ہی کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہی اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی میں کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہی اور کبھی مستحب ہوتا ہی جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہی اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہی اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہی اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہی وہ حرام ہی اور سب۔۔۔

مفسر جلال الدین سیوطی نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ
ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالے
نے فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو بیضاوی وغیرہ نے لکھا
کہ اسمیں اختلاف ہے اور اظہر وارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتیں
واجب ہیں ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب
تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتوی ہے - ولا تکونوا کالذین تفرقوا اعنی منہم - واختلفوا
من بعد ما جاءہم البینات - وہم الیہود والنصاری - اور تم لوگ ایسے مت ہو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ میں
پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آ چکی تھیں ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین
میں اختلاف مراد ہے اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاری ہیں اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - واولئک لہم
عذاب عظیم - ایسے بدکاروں پر عذاب عظیم ہے ف اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رض سے
مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوئے اور نصاری بہتر فرقے پر متفرق ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی اور ایک روایت میں
یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم میں جاوینگے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہم
اور ابن عمر رض کی روایت حاکم میں مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر میں اور میرے
صحابہ آج ہیں - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہیں جو شرک سے پرہیز کر کے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہیں اور
سب جماعت میں تفرقہ روا نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ابو ذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ
اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابو داؤد پس اسمیں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے کہ آپس میں متفرق ہوں لیکن کبھی متفق ہونگے جب تک کہ راہ
توحید پر قائم ہوں - یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - ای یوم القیامۃ - یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے ف شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت وجماعت ہیں اور تسود وجوہ اہل بدعت ہیں یہ ابن عباس رض کا قول ہے اور ظاہر مراد اہل بدعت سے
عام ہے خواہ اس امت کے بدعقیدہ لوگ ہوں یا کسی اور امت کے ہوں - الحاصل جنھوں نے صراط مستقیم اور آیات بینات میں اختلاف کیا اور راہ حق
میں مومنوں کو تکلیف دی تو آخرت میں ان مشرکوں کافروں بدعتیوں کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید
پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ - فاما الذین اسودت وجوہہم - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - اکفرتم
بعد ایمانکم - یوم اخذ المیثاق - چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہیں جو آگ میں ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوئے بعد
ایمان لانیکے ف ازل میں عہد توحید لینے کے وقت جنھوں نے اللہ تعالی پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور درصورتیکہ اہل بدعت
مراد ہوں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم - اور حسن بصری رح سے روایت ہے کہ وہ منافق ہیں اور یہ بھی تاویل بکار ہے
کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جائیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے یعنی عہد ازل میں اللہ تعالی پر ایمان لانیکے
بعد کافر ہو گئے - فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہے
واما الذین ابیضت وجوہہم - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سفید ہونگے - (وہ مومنین ہیں) - ففی

رَحْمَةِ اللّٰهِ - جنت - تو وہ اللہ تعالی کی رحمت مین یعنی جنت مین ہین ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی - هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ - یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ رہین گے ف وہان موت نہین ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہ ابو امامہ رضی نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر ٹنگے دیکھے تو ابو امامہ رضی نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ رضی سے پوچھا کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین داخل ہین اور آیۃ کریمہ انپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے مین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس رض ادرج کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاونگا انشاء اللہ تعالے - تِلْكَ آيٰتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجہیر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تو ضروریات ہی ہونے والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِينَ - بان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف باین طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے - بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالے سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علے الاطلاق مالک ہی - قال ہر کہ اللہ عزوجل کیطرف سے ظلم تو متصور ہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے سو خود مختار ہی - لایسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے اپنے ملک مین تصرف کیا مین ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ حضرت عیسیٰ و انکی مان و سب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنیکا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی ہوگئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادہ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الٰہی ہی نہ انکا مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین - وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تفسیر - الْأُمُورُ - اسی پر بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالے ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عزوجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لا یعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمایگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہورہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نورخاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور مقام کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی بنور قرب اور شاد و خرم بدیدار وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے ہوے اور اپنے پروردگار کیجانب خوشنما پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

کنتم

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ران اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے
اسواسطے کہ وہ آئینہ حق ہین اللہ تعالی انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے۔ قولہ تعالی وتسود وجوہ۔ یہ ان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب
باریتعالی مین کچھ نہین اور رہبان اپنے آپکو اللہ تعالی کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود و نصاری جہلا کافر و مشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے
درمیان تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین اور خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور
اپنے چہرے انہین مخلوق کیطرف لگائے رہتے ہین اور جو لوگ کہ زمین مین اللہ عز و جل کے اہل ہین انسے عداوت رکھتے ہین قال المترجم فرقہ خوارج کا جو
شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجھکو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہین کرتے ہو اور اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیون کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے مکار بدعتی لوگون کے چہرے سیاہ ہو جاینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ۔ محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے۔
اور کلبی رح نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچین گے تو
حقیقت حال دیکھکر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاری باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا اسمین سے کسیکو نہین پہچانینگے پھر اللہ تعالے انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہوکر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قادر نہوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہوجاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ
تعالی ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہے قال المترجم یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر باسانید صحیح کے
ساتھ تفسیر قولہ تعالے یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ مین انشاء اللہ تعالے اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہے
اہل ایمان اکابر جیسے عارفان پاک ہین صادق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ سے جیسے صلحاء امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اس کو
اللہ عز و جل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاوین وما التوفیق الا باللہ تعالی - اور جو آیہ مین مذکور ہے یہ صریح دلالت کرتا ہے قولہ
تعالی للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ۔ ولیکن چہرون کی سیاہی وغیرہ
جزاء بدکرداری و نارضامندی باریتعالے ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے۔ فتفکر۔ پھر قولہ الذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالی ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخ رح نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن
ربہم یومئذ لمحجوبون۔ اسمین امام مالک رح نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علی نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا سے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون ومنافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم یہ کلام عجیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندبات کا اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ۔ یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ۔ خَيْرَ أُمَّةٍ۔ تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے۔ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا وظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین مین جاری رہا۔ پس یہ بدیہی معجزہ ہے واضح ہو کہ بیان اللہ عزوجل نے اپنا کرم وفضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا۔ کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے تو بیضاوی نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور یا بعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اسکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے۔ پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر وموجود لوگو نکو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا۔ اسیواسطے ابن عباس رضہ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین۔ اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے وارد کی ہے۔ اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطاب رضہ سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ۔ تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے۔ اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمر رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کردی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف ونہی از منکر وایمان باللہ عزوجل قد رواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمر رضہ کے مروی ہے اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہ ومقاتل نے کہا کہ مالک بن الضیف ووہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعود وابی بن کعب ومعاذ بن جبل وسالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر بر تقدیر قول عمر رضہ کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصین نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے۔ عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور ان مین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن۔ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہو
اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہیں
بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ہو رواہ البغوی وہو فی الصحیح۔ یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہیں اور یہ قول
حضرت ابو ہریرہ سے بھی نکلتا ہو جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو
کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی ابن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی
و عکرمہ و عطا و ربیع بن انس سے مروی ہو اور معنے یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے اسواسطے فرمایا تامرون
بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ اور امام احمد نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا درحالیکہ آپ
خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ جو ان میں سے اقرأ ہو (یعنی قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا) اور اللہ تعالی کے واسطے سب سے زیادہ تقوی والا۔ اور معروف کا حکم
کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو۔ رواہ النسائی وغیرہ ایضا۔ مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہیں جنسے صریح ثابت ہوتا ہو
کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہو اور کلام میں للناس صلہ اخرجت کا ہو اور معنی اسکے یہ ہیں ما اخرج اللہ للناس امۃ خیرا من امۃ محمد صلعم
یعنی نہیں نکالا اللہ تعالی نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے۔ چنانچہ محی السنہ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ یہ روایت کی
کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تتمہ ہو یعنی اگلے امتوں
کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمیں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو رواہ الترمذی وحسنہ و
ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم۔ اور نیز ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس امت
نے پورا کیا ستر امتوں کی تعداد کو جنمیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہو اللہ عزوجل کے یہاں۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہتر ہو یا آخر۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ میں پہلے اسمیں داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمیں داخل ہو قال المترجم
وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم۔ اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمیں سے اسی صفیں میری امت ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہاں اور بھی دلائل صحیحہ ہیں
جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں۔ لہذا بریں ہمارے شیخ جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہو اور اللہ عزوجل کے سامنے
موجود و معدوم سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں اسواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہو کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہو پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہو اور ان میں سے ہر
امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے بلحاظ فضل آپس میں ایک دوسرے سے بہتر ہو پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہیں جن میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے
بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہو اور یہی دوسری آیت میں فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء
علی الناس الآیہ۔ پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہو اور معاذ بن جبل و ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہو۔ پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہو تو فقط اپنے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ و اکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالی نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہیں عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہے کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہیں دیتا ہے اور امام احمد نے باسناده حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کر دیگئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی - تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ و اسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداؓ سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اے عیسیٰ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہے اور نہ علم ہے عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ نہ حلم ہے اور نہ علم ہے - فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عزوجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے - حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہوجاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہے اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ بھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہے اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہے کہ اسکا شمار نہین معلوم ہوسکتا **قال المترجم** بعید نہین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہے اور حضرت عمرؓ کی روایت مین دوسری تفسیر ہے وغیرہ زیادات شہدا و صالحین کے ہے اور روایت طبرانی مین مصرح ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی مین سے کر دے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہے چنانچہ **ضیاء مقدسی** نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر شیخ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہے اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہے اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ فال بد کرتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہے - اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہمنے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر شیخ ابن کثیرؒ نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا **مترجم** کہتا ہے کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہے دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہے اور سوم یہ کہ شاید اسی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم **مترجم** کہتا ہے کہ مین نے تفسیر ابن کثیرؒ سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اسمین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہے واللہ الموفق - قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہے حالانکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہے کہ ہم دنیا کی پیدایش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین - قولہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہے جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تومنون باللہ متضمن ہے ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہے سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف و نہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہے - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہے کہ وہ جو حکم کرتے ہیں وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہے اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر میں استغراق کا ہے پس اگر حاشاہم اللہ تعالی وے کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب یہ کسی امر پر اجماع کریں تو قطعاً وہی حق ہے اور حدیثوں میں انکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے - وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر ایمان لاتے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيْرًا لَّهُمْ - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق میں بہتر ہوتا ف اس حال سے جسپر آپ موجود ہیں - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ فہمایش کا ہے کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل میں معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرمانیؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسی و عیسی علیہما السلام ہے اور یہ خیر ہے یا اسم تفضیل اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ معنی تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ - کعبداللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبداللہ بن سلام وانکے ساتھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ - الکافرون - اور انمیں سے بہتیرے فاسق ہیں اے کافر ہیں ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہے کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجا لانے میں نافرمان ہے اور یہاں چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان کیا تو وہ کافر ہوے اور اسمیں اشارہ ہے کہ انکا کفر اور بد اعتقادی بد اعمالی کیساتھ ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عزوجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف و نہی منکر بجا لانے سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات میں سے یہ انتہائی ہے اور وہ محل تجلی و تقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حال نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو لباس عظمت و کبریا کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہے - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علماے امت عارفین ربانی انخصین کے قدم پر ہیں فاعلم - پھر امر بالمعروف سے مراد یہ ہے کہ مریدوں کو راہ محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کرکے بلاوے اور نہی منکر یہ ہے کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالی کی طرف پھیرے اولیٰ انکے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عزوجل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجالانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہے کہ قرآن مجید و سنت

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف بمعنی پسندیدہ لینا مجمل ہی مراد یہ ہی کہ جو قرآن و حدیث کے موافق ہی اسپر عمل کرے اور جسسے قرآن و حدیث مین منع و انکار ہی اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیون نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہی

لَنْ يَضُرُّوكُمْ اِلَّآ اَذًى ط وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی ٹھپادی گئی ہی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

اونپر ذلت جہان دیکھے سواے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور ٹھپادی گئی اونپر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ ق

اور مارڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے رہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ ای الیہود یا معشر المسلمین بشیء۔ اِلَّآ اَذًى۔ باللسان من سب و تہدید یہ ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو ای گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سواے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دہمکی وغیرہ ہی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سواے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہی پس یہ استثنا مفرغ ہی۔ اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۔ منہزمین۔ اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہی اور یہ وعدہ دائمی ہی چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ علیکم بل لکم النصر علیہم۔ یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمھارے واسطے اونپر فتح ہوگی۔ یہ آیت معجزہ نبوت ہی انکھون سے دیکھو کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان کہین یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہود یون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہین اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہون ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا۔ حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام۔ یعنی ٹھپا دیدی گئی اونپر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہی جہان کہین پائے جاوین (پس انکو کوئی عزت نہین اور نہ اعتصام ہی) اِلَّا۔ کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ المومنین و ہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لا عصمۃ لہم غیر ذلک۔ یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنابر حال ہونے کے ہی اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہی سواے اس حال کے کہ وہ ہون ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہی مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہی امان کا ادا و جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہی انکو سواے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہی تو جواب یہ کہ اللہ عز وجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہی اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہوجاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو۔ وَبَآءُوْ۔ رجعوا۔ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ رجوع کیا انھون نے غضب الٰہی کے

ساتھ تھا اور مسکنت اینر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہیں ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ - اِسی سبب انھم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ - كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ - کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہے کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہیں مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمیں زیادہ فضیحت ہے - ذٰلِكَ تاکید - بِمَا عَصَوْا - امر اللہ تعالیٰ - وَكَانُوا يَعْتَدُونَ - یتجاوزون الحلال الی الحرام - تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ یہود نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے دوسرے ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور با عصوا کی با سببیہ ہے اور ما مصدریہ ہے ای بسبب عصیانہم امر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہے اصرار کی وجہ سے موجب کفر ہوئی - وکانوا یعتدون ای یتجاوزون حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا - مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود میں سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہیں بلکہ بعضے اچھے ہیں قال تعالیٰ

لَيْسُوا سَوَاءً ط مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہیں

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ

یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہیں پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوڑتے ہیں

فِي الْخَيْرٰتِ ط وَأُولٰئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ

نیک کاموں پر اور وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں اور جو نیک کام کریں گے وہ رد نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ○

اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

لَيْسُوا - ای اہل الکتاب - سَوَاءً - مستوین یعنی نہیں ہیں سب اہل کتاب یکسان ف لیعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہے اور سواء مصدر بمعنے مستوی ہے اور چونکہ مصدر ہے لہذا لفظاً مفرد اور معنی میں جمع ہے اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یوں مذکور ہے کہ نہیں برابر ہیں اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس قول کی مؤید وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا میں تاخیر کردی پھر مسجد میں نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان دینوالوں میں سے کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساعت میں یاد کرتا ہو سوا تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبداللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب جن سے جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہیں پس قولہ لیسوا سواء ای لیسو کلہم علی حد سواء بل منہم المؤمن

ومنہم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ الایہ-
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبداللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمۃ ثابتۃ بر حق ہے مانند عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الٰہی حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے یَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ - ای فی ساعاتہ - یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالےٰ کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف آناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشاء میں اور مخصوص اسکو ذکر کیا اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولیٰ یہ ہے کہ آناء کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں - وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوئے تو اس شریعت حقہ کے موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے کہ رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وھم یسجدون کے معنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اور خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے جیسا تم کہتا ہے کہ یہ قدر سہل ہے وقد حقق الجواز التفتازانی - يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں - وَاُولٰٓئِكَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں - قال المفسر ومنہم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے وصف کیے گئے ہیں یہ تو صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابوالوں میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب کو ذکر کر کے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انکی ذمائم قبیح ہیں - وَمَا يَفْعَلُوْا - بالتاء ایہا الامۃ وبالیاء ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب تمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ اے امت محمدی جو کچھ نیکی کرو گے ضائع نہ ہوگی اور یاء کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ - بھلائی میں سے تو ضائع نہ ہوگی ف یکفروہ بالوجہین ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قرائتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قراءت یاء سے غیبت تو آیت میں مذکور ہے اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نہکیے جاؤ گے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤ گے (یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ ضائع ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالیٰ انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ متضمن معنی (حرمان) ہے - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ - اور اللہ تعالےٰ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف بانکے واسطے بشارت ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقویٰ مبداء خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائز وہی اہل تقویٰ ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہیں ہو سکتے ہیں - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال و متاع دنیا کے کچھ نہیں تو وہ فانی ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

جیسے تیز ہوا ہین پالا وہ مارگئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو مٹیا گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے رہنا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم - جو لوگ کافر ہین نہین بچا کرینگے یعنی نہین دور کرسکینگے ہرگز انکے مال و نہ اولاد - مِنَ اللَّهِ - ای عذابہ - شَيْئًا - ای من العذاب - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کار آمد نہونگے قال المفسر رح خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال و تارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول مختار ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے فافہم هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ - صفۃ - مَا يُنفِقُونَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور انکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے - الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کار آمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین یعنی خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلا بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا انکے فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا و فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ او نحوہا - یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دیتے ہین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی

ہے کیونکہ شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے۔ اور مفسرین نے جو دو قولوں کو بیان کیا تو سو جو ہے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وہ ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر یعنی ہوا شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور عطاء نے فرمایا ہے برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کی طرف ہے کیونکہ ہوائے شدید بخصوص جبکہ جلید ہو تو کھیتیوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے۔ اور بیضاوی نے کہا کہ صر در اصل مصدر ہے یا صیغۂ صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف کیا گیا جیسے برد یا رد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال ہے کہ جیسے ہوائے سرد ہو کہ — اصابت حرث قوم ظلموا انفسہم — بالکفر والمعصیۃ — ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنا وبال لیا تھا۔ فاھلکتہ — فلم ینتفعوا بہ فکذلک نفقاتہم فی ابتغاء لا ینتفعون بہا — پس اس سخت ہوا مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اسلئے انکو کچھ نفع نہ ہو گا۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور قبول سے جسکو نفع ہوتا ہے اسکے نیک خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بجا طور پر لانے سے قبول ہو گیا اور جیسے دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الٰہی دفع کرنے میں نہیں مل سکتا ہے اور وہ صدقہ و نفقہ ہونے کے حکم میں بھی کار آمد نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح کے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا پالا ہو بجا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ مثل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جس میں مفردات کی تشبیہ کا لحاظ نہیں ہوتا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز یعنی کھیتی کی اور یہ بھی تشبیہ مرکب ہے اور مفرد تصور کرنا وہم ہے۔ وما ظلمہم اللہ — بضیاع نفقاتہم — اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیا۔ ولکن انفسہم یظلمون — بالکفر الموجب لضیاعہا — ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف اسلئے کہ کفر کرتے ہیں جو ان کے نفقات ضائع ہونیکا موجب ہے حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہے کہ نفقات کو ایمان کے ساتھ لانے سے قبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لاکر خود ضائع کیے۔ اور تقدیم انفسہم مفعول برعایت فواصل ہے نہ تخصیص و فرق یہی لکن بالتشدید واسمہ ضمیر الشان لکنہ الا حسن بالشعر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ
اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ
پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمھارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ
کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ
غصے سے تو کہہ مرو تم اپنے غصے میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر تم کو ملے کچھ بھلائی

تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ
بری لگے انکو اور اگر تم کو پہونچے برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگاڑے گا تمھارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - صفیا تطلعونہم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہیں ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید سے مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہے اور یہاں جمع پر اطلاق ہے چنانچہ مفسر نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہے تفسیر کی اور بطن فلان لفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہوا اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہیں اور بطانہ وہ ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرے - اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہے جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہیں اور دیگر لوگ دثار ہیں مِنْ دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیہود والمنافقین یعنی مسلمانوں کے بغیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ میں سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سوائے غیروں میں سے ولی دوست رازدار مت بناؤ اور واضح رہے کہ ممالقت وراہل انکے دوست بنانے سے ہے یہ مراد نہیں کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممالقت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہے کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے چند لوگ تھے کہ یہود سے صلہ رکھنے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد وقسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت میں تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ میں نہ پڑیں اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقوں سے مباطنت کو منع فرمایا ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم میں من زائدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ ایسے لوگوں سے جو تمہارے دون ہیں ایمان وعمل میں انسے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہ ہے کہ یہ تفسیر مبہم ہے اسواسطے کہ منافقین ایمان وعمل میں انسے ادون نہیں بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافروں سے زیادہ انکی مباطنت میں ضرر تھا - اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہے وہ خوارج ہیں رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی وشیخ مفسر **جلال الدین سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بھی ان لوگوں میں داخل ہیں جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہے اور اولاً وہ داخل ہیں جنکے حق میں نزول آیہ ہے اور ثانیاً باقی سب اقسام داخل ہیں اور شیخ **ابن کثیر** رح نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھیں کہ وہ مومنوں کے حق میں کوئی مکروضلالت اٹھا نہیں رکھتے ہیں اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نہ رکھیں اور ابو سعید رض سے اور ابوہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہیں مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی اور نہیں خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رہے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالیٰ نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی وغیرہ وحدہ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ دونوں وہی ہیں جنکو دوسری حدیث میں لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہاں ایک غلام اہل حیرہ میں سے ہوشیار کاتب ہے اگر اسکو منشی مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں میں سوائے مومنین کے دوسروں میں سے بطانہ بنا لیتا ہوا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور سابقہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانوں کے کام میں مدد لیتے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سمجھایا کہ کافروں کو دوست بنانے میں نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لا یقصرون لکم جہدہم فی الفساد وہ لوگ تمہارے بگاڑنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھینگے ف خبالاً جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل میں یا دین میں یا بدن میں ہو کہتے ہیں اسکو

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ یالون ازالو بمعنی کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہین ای نکمی کرینگے تمھارے
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہوا جیسے عرب بولتے ہین لا الوک نصحًا سو جسے کہ متضمن
معنی منع کو یا معنی نقص کو ہے وَدُّوْا تمنوا۔ مَا عَنِتُّمْ۔ ای عنتکم و ہو شدۃ الضرر۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمھاری عنت کو یعنی سخت
ضرر کو قَدْ بَدَتِ۔ ظہرت۔ الْبَغْضَاءُ۔ العداوۃ لکم مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ بالوقیعۃ فیکم واطلاع المشرکین علی سرکم۔ ظاہر ہوگئی عداوت
تمھارے ساتھ انکی منھون سے بایںطور کہ تمھاری بدگوئی مین پڑے اور تمھارے بھید پر تمھارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف لبغضاء
شدتنا لبغض ہے جیسے ضرر اور شدت ضرر ہے اور انکو ایسا شدید بغض تمھارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا دل کر منھ کو آگیا اور کھلگیا۔ اور محاورہ مین بولتے
ہین وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑ گیا پھر سقدر تو انکی عداوت کھل گئی۔ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ۔ من العداوۃ لکم اَکْبَرُ
اور جو چھپائے ہوے ہین سینے انکے تمھاری عداوت سے وہ بہت بڑھی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو ابل آیا اور نہ رکا
تو یہ کچھ زہر اگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ۔ علی عداوتہم۔ تمھارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فلا توالوہم۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ اِن حرف شک کیسا ہے۔ جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
تازہ پھر لڑنا پھر ما لیہ مین بھی ۱۳ اد کی دلائی چنانچہ فرمایا۔ هٰٓاَنْتُمْ۔ للتنبیہ۔ اے ہوشیار ہو جاؤ۔ اَنْتُمْ۔ یا۔ اُولَآءِ۔ المؤمنین۔ تمھی ہو
ایمان والے بندو۔ تُحِبُّوْنَهُمْ۔ لقرابتہم منکم وصداقتہم۔ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمھارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے ” اور حال یہ کہ وہ تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم اُسکے
مخالف ہو حالانکہ تم ہی حق پر ہو۔ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم۔ اور تم کل جنس کتاب سماوی پر ایمان
لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمھاری کتاب پر ایمان نہین لاتے۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالےٰ
کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک وحیرت وشبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک وشبہہ وحیرت مین مذبذب و کفر مین حسد کرتے
ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمھاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس وہ سقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو اُنسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر۔ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ۔ اطراف الاصابع یعنی انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و ربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے مِنَ الْغَيْظِ۔ شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ
عض۔ المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپس مین بہت میل دیکھتے ہین یا بہ پاس وحسرت
وحسرت یہ کہ تمکو کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وہ انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازًا عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔ ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہی اور معنی یہ ہین کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن مین پڑے رہو کیونکہ ہرگز
تم ایسی چیز نہ دیکھوگے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اسی بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
بما فی القلوب ومنہ بالضرة ہولا یعنی اللہ تعالیٰ دانا ہی جو ذات صدور مین ہی یعنی جو دلون مین ہی اور شمول اسکے یہ بھی ہی جو یہ لوگ اپنے دین
عداوت اسلام ومومنین کو پوشیدہ کیے ہین پس وہ عاقبت مین بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا۔ اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک
اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانون کی پھوٹ اور کافرون کی شوکت کو سیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماوین فافہم۔ اِنْ
تَمْسَسْكُمْ تُصبکم۔ حَسَنَةٌ۔ نعمۃ کنصر و غنیمۃ۔ تَسُؤْهُمْ۔ تحزنہم۔ یعنی اگر پہونچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہی انکو
ف پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنۃ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشعار ہی یعنی ایسے سخت دشمن ہین کہ
اگر تم کو قلیل بھلائی چھوجاتی ہی تو انکو بڑا ملال ہوتا ہی پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھکر کیا حال ہوجائیگا لیکن اللہ عز وجل نے اپنے
اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہی ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ۔ کہزیمۃ جدب۔ اور اگر تم کو
پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی مین یا رزق کی تنگی کے جو قحط مین ہوتی ہی۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ تو اس سے خوش ہوجاتے ہین ف
یعنی آجتک انکا یہ حال رہا ہی کہ تمھاری بھلائی پر جلے اور تمھاری برائی دیکھکر خوش ہوے وجملۃ الشرطیۃ علۃ متصلۃ بالشرط قبل وما بینہما اعتراض والمعنی انہم
متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم۔ اور یہ جملہ شرطیہ علیہ ہی منفصل ہی شرط سابق سے یعنی اذا خلوا الخ سے اور ان دونون کے درمیان مین قبل ہو تو الخ
جملہ معترضہ ہی اور معنی یہ ہین کہ تمھاری عداوت مین وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہین پھر تم ایسے کیون موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو آپ ایسے
پرہیز کرو۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ علی اذاہم۔ وَتَتَّقُوْا۔ اللہ فی موالاتہم وغیرہا۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اور اگر تم صبر
کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافرون سے موالات رکھنے وغیرہ مین تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم مین دو قراءۃ ہین ابو عمرو
نافع و ابن کثیر نے مثل لا یضیرکم سے بکسر ضاد و سکون راء پڑھا ای لا یغرکم۔ دعوکا نہ دیگا۔ اور باقیون نے بضمہ ضاد و راء و تشدید راء پڑھا اور
راء پر ضمہ باتباع ضاد ہی ورنہ اصل فتحہ راء ہی مانند قراءۃ مفضل رح از عاصم کے یعنی ضرر نہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بالیاء والتاء مُحِيْطٌ
عالم فیجازیہم۔ یعنی یعملون بیاء تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہی اور تعملون بتاء فوقیہ قراءۃ حسن رح کی شاذ ہی اور بنا بر قراءۃ متواترہ کے معنی یہ ہین
جو وہ کرتے ہین اللہ تعالیٰ اسکا محیط ہی یعنی علم الٰہی اسکو محیط یعنی دانا ہی پس انکو اسکا بدلا دیگا او کمالین مین کہا کہ بیضاوی نے کشاف
کی نسبت مین عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ سہو ہوا کما ذکر الفاضل البیال کوفی فی الفاری

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ اِذْ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنون کو لڑائی کے ٹھکانون پر اور اللہ سنتا جانتا ہی جب

هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

قصد کیا۔ دو فرقون نے تم مین سے یہ کہ نامردی کرین اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کرین مسلمان

وَ۔ اذکر یا محمد۔ اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد۔ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔ من المدینۃ۔ جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے
نکلکر۔ جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین مسلمانون
نے فتح پائی جسکا قصہ انفال مین آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور پھر اُحد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہی اسمین مسلمانون نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحد کہتے ہیں اس میں سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں جنمیں اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست اٹھانے والون پر عتاب ہے - پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان میں ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی و بہتون کا ہے اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن جریر اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہے اور یہ معتمد نہیں اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیہ آیندہ قال ابن کثیر وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال روز سنیچر کو سنہ تین ہجری میں واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں جب مال تجارت بچگیا اور مشرکین مکہ کی جان بچگئی اور اکثر مارے گئے تو مقتولون کی اولاد و باقی بچے ہوؤن نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی میں صرف کرنے کو رکھو پس انھون نے تین ہزار لشکر جمع کر کے احد پر قریب مدینہ کے اُتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ میں پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگون سے مشورہ لیا اور عبداللہ بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ میں ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعض صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہان پڑے رہے تو بُری جگہ پڑے ہیں اور اگر مدینہ پر چڑھیں تو مرد دو بدو سے مارینگے اور عورتین و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کیطرف مائل تھے و فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤن کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی مین نے تاویل بہتر دیدی اور مین نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیپلے مین رخنہ ہو گیا اسکی مین نے تاویل کی کہ ہزیمت ہوگی اور مین نے دیکھا کہ مین نے اپنے دونون ہاتھ ایک زرہ حصین مین داخل کر دیے اسکی مین نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسرون نے جو بدر مین شریک ہوئے تھے باہر نکلکر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوئے کہ آنحضرت صلعم پر وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہین تو ٹھہرین آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہین لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی نہ لڑے جبتک مین حکم ندون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیراندازون پر عبداللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیرانداز تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سوارون کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہ ہون اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہمپر غلبہ ہو اور خود تیار کمربند کر کے مصعب بن عمیر کو لوا لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سوارون کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لوا بنی عبدالدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات مین آویگا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا - واذ غدوت من اہلک ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہین صبح کے چلنے کو - یہان ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ مین بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنون کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا مترجم کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے رکھنا اس صورت مین مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنی مین بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے اضحی بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے - اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہؓ سے نکلکر روانہ ہوئے تھے اور اسمین حضرت عائشہؓ کے اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے - تُبَوِّئُ - تنزل - اَلْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ - لوزانا تھا مومنون کو مقاعد قتال کے لیے - مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہے جہان وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنون کو مرکز قتال مین - وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ - لاقوالکم - اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمھارے اقوال کا - عَلِيْمٌ - باحوالکم - جاننے والا تمھارے احوال کا ہے - وہو یوم احد خرج صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بالف او الا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ آلاف و نزل بالشعب یوم السبت سابع شوال سنۃ ۳ (جلالین)

ثلث من الجيش وجعل ظهره وعسكره الى احد وسوى صفوفهم واجلس جيشا من الرماة وامر عليهم عبد الله بن جبير بسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا ياتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا ہیہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایکہزار مرد سے نکلے اور تین سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھاٹی پر عدوۃ قریب پہاڑ کے اترے بروز سنیچر ہفتم شوال (یا گیارھویں کما قال قتادہ یا چودھویں کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفیں راست کیں اور ایک لشکر تیراندازوں کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا ان پر عبد اللہ بن جبیر رضی کو اور بٹھایا نیچ جبل پر یعنی درہ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سواروں کو تیروں سے ہمسے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاویں اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہوں یا فتح پا دیں۔ اِذْ۔ بدل من اذ قبلہ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ۔ بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ ان کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہیں جو لشکر کے دونوں بازو کیے گئے تھے۔ اَنْ تَفْشَلَا۔ تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبد اللہ بن ابی المنافق واصحابه وقال علی م نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل له انشدكم الله فی نبیكم وانفسكم لو نعلم قتالا لاتبعناكم فثبتهما الله تعالى ولم ينصرفا المعنى جب تم میں سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا۔ یہ کہ قتل کر جاویں یا جی چھوڑ کر نامردی کر جاویں لڑائی سے ف لوٹ جاویں جبکہ عبد اللہ بن ابی المنافق واسکے ساتھی لوٹ گئے ہیں یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کریں ہم اپنی جانوں کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمی رضی سے بولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ میں تمکو قسم دلاتا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں تمھارے نبی و تمھارے جانوں کے حق میں تو یوں جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمھارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہیں لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کریں تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمھارے پیچھے چلتے لیکن ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ تم آج لڑو۔ اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دل میں لیتے تھے بسبب عبد اللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھوں بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہیں لوٹے وَاللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ناصرهما اور اللہ تعالی ان دونوں کا مددگار ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ لیثقوا به دون غیرہ۔ مومنوں کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کریں ف نہ اور کسی پر۔ اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے۔ حضرت جابر رضی سے روایت ہے کہ ہمارے حق میں نازل ہوئی۔ اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونوں گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اس میں یہ فرمایا اللہ تعالی نے واللہ ولیهما رواہ البخاری انصاری ۱۲ و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگوں نے حکم رسول صلعم کا خلاف کر کے غضب الہی کمایا اور شکست کھا کر جاگے اور منافقوں نے باتیں بنائیں تو انکو اسکی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسرین نے کہا کہ جب لوگوں نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانیکے لیے نازل فرمایا قولہ تعالی

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر میں حالانکہ تم ایسے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ؕ

مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوئے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آویں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تا کہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہیں مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافروں کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بین مکۃ والمدینۃ - بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے ہے نام بدر بن النضر یا بدر بن انار بن یا چاہ بدر مشہور ہوا اور یہ لڑائی بروز جمعہ ۱۷ شعبان سنہ ۲ ہجری ابن حبان کے اتفاقی واقع ہوگئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فتح دی اور ابو جہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے یہی فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر - وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلۃ العدد والسلاح - اذلۃ جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہی حاصل المعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و اسباب پر نہیں ہے اور عیاض اشعری سے روایت ہے کہ میں فتح ملک شام کے واقعہ یرموک میں موجود تھا اور ہم پر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تم سب کا سردار ابو عبیدہ ہے۔ پھر ہم نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم کو موت نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمہارا خط آیا تم مجھ سے مدد مانگتے ہو میں تم کو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہوں کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عزوجل سے کہ اس نے محمد صلعم کو تمہاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہنچے تو تم اس سے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو۔ عیاض کہتے ہیں کہ ہم نے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم نے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہم کو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس دیں۔ اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ میں بشرطیکہ آپ غصہ نہوں۔ کہا کہ پھر وہ آگے ہوگیا پس میں نے گیسو ابو عبیدہؓ اور انکے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتوں کا۔ پھر جب احد میں مسلمانوں نے گریز کیا تو اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالیٰ ہو وہ قلیل یا ذلیل نہیں ہے اور جسکی طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت نہو وہ کروڑوں ہوں تو خوار و ذلیل ہیں پس فرمایا۔ اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف زمان ہے۔ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - تعدہم تطمینا لقلوبہم - جب تو مومنوں کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے ف یعنی تم کو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت کافی ہے۔ یہ تو عام دلوں کے اطمینان کیلئے ہے اور بعض مفسرین نے اذ کو نصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا برخلاف جیسا کہ بعض مفسرین اُس طرف گئے ہیں اور صحیح قول اول ہے اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانوں کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس اپر یہ گران گذرا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین - پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہنچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہیں دی گئی منزلین - بالتخفیف والتشدید بتخفیفہ از معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہے اور تشدید بزا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہے جو تکثیر کے معنی بتلاتی ہے یا تدریج کے معنی ہیں یعنی درجہ بدرجہ کرکے اترین بلیٰ - یکفیکم ذلک کیونکہ ہیں
یعنی تمکو ضرور یہ مدد کافی ہے قال المفسر فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالیٰ - ان تصبروا - علی
لقاء العدو - اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال میں تو ایک ہزار مذکور ہیں جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دی گئی پھر وہ تین ہزار ہوگئے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس رض سے مروی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے میں وتتقوا - اللہ
فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے خلاف کرنے میں - ویاتوکم - ای المشرکون من فورہم - وقتہم - ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ
آلاف من الملئکۃ مسومین - بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بیض ارسلوہا بین اکتافہم - اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمھارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے فاسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
وابن کثیر کی ہے اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہے اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہیں یا گھوڑے انکے
اور دوسرے قراءۃ کے موافق بفتح لام ہے - اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا بایں طور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور انپر زرد عمامے اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا - یہ ابن عباس رض سے روایت ہے قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وعدہ متعلق
(یعنے اوسکے کندھون کو)
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہے پس یہ جہد احد ہوگا اور یہی قول مجاہد وعکرمہ وضحاک وزہری وموسی بن عقبہ وغیرہم کا ہے لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہیں ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر وتقوی کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نہ کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی - اور من فورہم یعنی وقتہم مفسر نے کہا - اور کہا گیا یعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہے قالہ الحسن وقتادہ
وربیع وسدی - اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے - قالہ العوفی عن ابن عباس - اور کہا گیا فور بمعنی جوش وغضب ہے ای من غضبہم ہذا - اپنے جوش غضب
میں قالہ المجاہد وعکرمہ وابو صالح اور کہا گیا - من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین بمعنے معلمین لیا ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ بدر کے روز نشان ملائکہ کا صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی میں بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ وزرد عمامے سپید وغیرہ اقوال ہیں
اسمین طول کلام بیکار ہے - اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سواے بدر کے اور کسی روز قتال نہیں کیا بلکہ سامان وذخیرہ کے طور پر رہتے
تھے - اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رض کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان وجاؤ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ عادت ان اسباب کی ہے جو اللہ
تعالیٰ نے جاری فرمائے ہیں حالانکہ وہی سب کا خالق ہے - اور علامہ بانا ہفما سیا ر ملائکہ ہے عمامہ کا سر لٹکانا چاہیے اور حدیثون میں پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہے اور بعض احادیث میں دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہیں - وما جعلہ اللہ - ای الامداد - الا بشری
لکم - بالنصر - ولتطمئن - تسکن - قلوبکم بہ - فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم - اور نہیں قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری ۱۲) واسطے تمھارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمھارے اسکے ساتھ فلا ینبغی جبکہ تم ہو
دل دشمنون کی کثرت اور تمھاری قلت سے - وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم - اور یعنی نہیں مگر اللہ تعالیٰ
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہے - یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند - وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہے اور لشکر کی کثرت پر نہیں ہے لہٰذا باوجود تمھاری

قلت شدید کے تم کو بدر میں نصرت دیدی۔ لیقطع متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہی اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی
تاکہ ہلاک کرے۔ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا۔ بالقتل والاسر۔ ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کیا انھون طرف یا تو معنے طائفہ
وجماعت ہی یا بمعنے شرفا ہی کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہی اور بدر میں یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکون کے مُڈھ تھے مارے گئے اور بہت سے
قید ہو گئے کہ باقیون کی قوت کم ہو گئی۔ پھر مفسر رح نے قتل و قید کیا تھا " جو کہا تو یہ کیسقدر فعل سابق سے نامناسب ہی کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک
سے کی اور قید ہونے میں ہلاکت نہیں اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم
قولہ۔ اَوْ یَکْبِتَہُمْ۔ یذلہم بالہزیمۃ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے۔ فَیَنْقَلِبُوْا۔ یرجعوا۔ خَآئِبِیْنَ
لم ینالوا ما راموہ۔ پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھون نے نہ پایا ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہی کہ ہجرت کے دوسرے سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ قریش کی خبر سنگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۳ آدمیوں سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلا اور
باقیونکو نہیں بلایا جنے کہ بہتوں کو خبر ہو گئی۔ ادھر قافلہ والون نے خبر پائی کہ مسلمین سے بچا تا کہ راہ مین کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل
سمندر کی طرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر میں پہونچے تو مقابلہ ہو گیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجایب آیات سے
کفار مقتول یا اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہی جن لوگون نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ
قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ابتدائے جنگ میں حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب واسد اللہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے ایسا قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے پیچھے لشکر میں
لوٹ میں مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ یہان سے
ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑدی
ہرچند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہی نہ مانا سوائے دس آدمیوں کے باقی سب لوٹ میں آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین
سوارون نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھاکر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ کیا اور ہو کر مسلمانون
کی جماعت آخر کار سخت پریشان کردی اور ہوا جو ہوا اگرچہ سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ستر سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا چہرہ مبارک واگلے رباعیہ دانت شہید ہوے۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہی مگر اقرب وہی ہی کہ حال روز بدر ہی کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے
گئے اور ستر قید ہوے تھے۔ اور آیہ کریمہ مین اشارہ ہی کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر مسبب الاسباب پر نظر رکھیں اسواسطے دلاکر سے
تسکین دیکر فرمایا۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ ف عرائس البیان میں ہی قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ۔ اذلہ کی لفظ مین علو مرتبہ کا
اشارہ ہی یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہی جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہی یعنے انوار کبریا و عظمت سے ظاہر ہوئے کہ انکے موجب
اسکا نفس سخت ذلیل ہو گیا تو وہ تمام مخلوقات مین نہایت عظیم و باہیبت ہوتا ہی اور تائید ازلی سے منصور اور ہر منکر اسکے سامنے خوار ہوتا ہی اسواسطے
کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہی جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہی اور امیر المومنین عمر بن الخطاب اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہی سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر میں کہا ای بسبب
تمہارے ضعف کے اور تمہارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمہارے منقطع ہوجانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام
امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا ١٢٨

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ١٢٩

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہے بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم۔ اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹ گئے اور چہرۂ مبارک پچک کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقاً ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری ونسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اے اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اے اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اے اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی جس میں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا اتنے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوئے تھے آپ اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ۔ قال المترجم ان روایتوں میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ اصحاب بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت۔ اسمیں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہے گنجایش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اسیح یہی ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہو اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ - بل الامر للہ فاصبر۔ یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تو صبر کر۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اور معنے الی ان۔ ای الی ان یتوب علیہم بالاسلام۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کرے باین طور کہ اسلام دیدے۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ - بالکفر۔ یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے اوپر یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم۔ ان چار وجہوں سے انکے حال کا استیفا کیا اور پوشیدہ نہیں کہ اسمیں بعد ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اسطرف میلان فرمایا ہے قال۔ وَلِلّٰهِ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ ملکا وخلقا وعبیدا۔ یعنی ہر طرح سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے از راہ ملک واز راہ خلق اور بندے
ہونے کے۔ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ المغفرۃ لہ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو۔ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ
تعذیبہ۔ اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور ہو۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ۔ لاولیائہ۔ رَّحِیْمٌ۔ باہل طاعتہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے
اولیا مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والوں کے واسطے رحیم ہے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شی سید علیہ السلام
نے چاہا کہ مجرمین و کافرین جو ایسی باتیں شرک و کفر کی کہتے ہیں جو لائق جلال الٰہی عزوجل نہیں ہیں اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ
چاہتا حضرت رب العزۃ عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو بہ لحاظ یہ بھی بھلی منتہا ہے کہ امر قدم ایسے لوگوں کے حق میں
جو مستور و حجاب میں محجوب میں امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ ایں تو کہاں ہے
تو نے ہیری سابق عنایت کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کے حق میں کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل میں غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے سلسلہ
سے میرے غیر متنگزار بندے ہیں اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو پھر بددعا کرنے سے بے پروا ہو گا اس قول کی تصدیق
آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم۔ مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ
اہل ناشناخت ہیں بعد چند روز کے تو دیکھے گا کہ انسے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان بازیاں ہونگی تیکے مقابلہ میں تو اپنے عمال کو حقیر جانیگا اور وہ واقع
ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام و ملک مغرب میں انسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال
کے کفر پر غیرت کھا کر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ یہ واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے یہاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب
سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم و رحمت ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور انپر بددعا نفرما۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ
تعالیٰ عزوجل کی اخلاق و صفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء و مرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہیں سے مخصوص ابراہیم
و عیسیٰ علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ ابراہیم نے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور عیسیٰ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک
وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ
اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پہ دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بھلا ہو

وَ اتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ۚ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ
اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَ سَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ
اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان و زمین تیار ہوئی ہے پرہیزگاروں کے لیے

الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ
جو خرچ کرتے ہیں آسانی میں اور تکلیف میں اور دباتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ
اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے احسان کرنے والوں کو

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً - بالف ودونہا بان تزیدوا فی المال عند حلول الاجل وتؤخروا الطلب یعنی اکثر کی قراءۃ مضاعفۃ بالف از باب
مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و یعقوب کی قراءۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود اضعاف مضاعف باینطور کہ ادا کرنے کی
میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر دیدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام مذکور بالا بیچ غیبت ترہیب کے واسطے منقطع ہے
اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہے پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہیں کہ سود کھانا اس قید کے ساتھ کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے
ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقاً حرام ہے پس یہ قید یہاں اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ ایک مدت کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود
مقرر کرنے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اوقات
اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہٰذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی - وَاتَّقُوا
اللّٰهَ - تنبیہ کہ یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالی کا تقوی کرو ہر بات میں از انجملہ یہ بھی ہے کیونکہ
فرمایا - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ - تفوزون - فوز و سعادت دارین حاصل کرو - یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا اور اس میں دلیل ہے کہ سود خواری کبیرہ
گناہ ہے اور اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ - ان تعذبوا بہا یعنی دوزخ سے بچو یعنی
بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس میں مسلمانوں کو تہدید ہے کہ ربوا وغیرہ جو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اس پر آگ
کی عقوبت رکھی اسکے مرتکب ہوں اور مدارک میں کہا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں مومنوں کو اس آگ کی وعید کی جو
کافروں کے واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقوی نہ کریں اور حرام سے اجتناب نہ کریں اور تیسیر مدارک میں کہا کہ اس میں جیسے فرقہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد
کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سواے گناہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر آخر اسکو جنت ہی ملیگی مترجم کہتا ہے کہ غنیۃ الطالبین
وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہے - وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ - اطاعت کرو اللہ و رسول
کی - محمد بن اسحاق نے کہا کہ اس میں ان لوگوں کو عتاب ہے جنہوں نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی - لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ - یعنی اطاعت کرو
بامید رحمت الٰہی عزوجل - کذا قیل - وَسَارِعُوا - اور جلدی کرو - اکثر کی قراءۃ وسارعوا بواو عطف بر ماقبل ہے اور نافع و ابن عامر کی
قراءۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلاً روایت کی کہ مسلمانوں نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہم سے
بنسبت اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انمیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ یہ کر - پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ اور حاصل جواب یہ کہ تم لوگوں کو کرامت
ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہیں کما فی قولہ ان الحسنات یذہبن السیئات
یہ نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو - إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ایک روایت میں اسلام کی طرف اور دوسری میں ای توبہ
کی طرف رواہ علی کرم اللہ وجہہ ادائے فرائض کی طرف وازانس وسعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولی کی طرف اور بعض نے اخلاص و بعض نے جہاد
فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب امور اس میں شامل ہیں لہٰذا کہا گیا کہ اعمال صالحہ کی طرف
وَجَنَّةٍ - یعنی سارعوا الے جنۃ پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت و رضامندی کی
طرف راہ دی - عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ - ای کعرضہما لو وصلت احدہما بالاخری والعرض السعۃ - یعنی ایسی جنت کیطرف
جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہے ای مانند پھیلاؤ ان دونوں کے ہے اگر ایک دوسرے سے ملائے جاویں اور عرض یعنی وسعت ہے تفسیر ابن عباس

سے مروی ہی اور کاف سے اشارہ ہی کہ تمثیل منظور ہی یہ نہیں کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہی اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہیں لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر میں بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے اسکو موجہ کیا ہی اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہی تو طول کا کیا ٹھکانا ہی کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہی تحقیقی حال عرض کی بیان نہیں ہی۔ اور حضرت
انس رضی سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہی یا زمین میں فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہی جسمیں جنت سماویگی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہی اور قتادہ
سے روایت ہی کہ صحابہ جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جسکا عرض آسمان و زمین ہی تو دوزخ کہان رہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی
تو دن کہان رہا۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمرؓ و ابن عباس سے یہود کے جواب میں روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہی
انکا اعتقاد تھا اور معنی یہ ہیں کہ جہان اللہ چاہتا ہی رکھتا ہی بندے کا علم اسکی خلقت کو کہان حاوی ہی کیا اسکی خلقت بس اسقدر میں منحصر ہی جو
آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہی وہ اللہ تعالیٰ کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے حاوی کریں۔ اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ۔ اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی۔ یعنی مہیا کی ہوئی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقوی کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداریان کرکے اور نافرمانیان چھوڑ کر
اس میں دلیل ہی کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہی جیسے دوزخ اور اسمیں معتزلہ کا رد ہی جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور یہ فرقہ کا صریح رد ہی جو جنت و دوزخ کے
قائل نہیں ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ۔ یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہی پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہیں تو کافر ہیں اور تاویل وہ مقبول ہی جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہی وہ سب خدا کی قدرت میں ہی جیسی مخلوق چاہے پیدا کرے۔ اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ۔ فی طاعۃ اللہ یعنی خرچ کرنے والون کی
تعریف کی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں اور طاعت میں تمام ان وجوہ پر خرچ کرنا داخل ہی جنمیں شرع میں ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہی حتی کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دینا بھی داخل ہی اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ حدیث میں جو یہ آیا ہی کہ بندہ کہتا ہی میرا مال میرا مال۔ اسکا مال کچھ نہیں مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پھٹا ناکیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہی کہ مقصود حدیث سے مال کار آمد ہونے کا بیان ہی وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہی ہان اسمین تعریض ہی کہ اولی مرتبہ سے حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنی مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے میں جو اوجہ سے ثواب ہی وہی اوسط و اعلی مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہی۔ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔ ای الیسر والعسر یعنی راہ الٰہی میں خرچ کرنے میں حالت فراخ دستی
میں اور تنگدستی میں پس سراء کی تفسیر یسر اور ضراء کی عسر سے کی ہی اور حاصل اسکا سخاوت ہی پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہیں جسکی تعریف میں بخل
کے مذمت کی احادیث صحاح میں وارد ہی۔ وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ۔ الکافین عن امضائہ مع القدرۃ کظم بتشدید یعنی روکنا و دبانا یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہیں۔ کیونکہ تعریف یہی ہی کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہیں سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جاویگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہیں جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہی جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری ومسلم۔ اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہو تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کر لے رواہ الترمذی وابو داؤد اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہی۔ وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ

ممن ظلمهم اى الناركين عقوبتهم عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے انپر ظلم کیا ہوا اور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے اور حاصل یہ کہ کسی نے انپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کر دیا بدلا نہین لیا خواہ برا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا نہو - اور یہ عفو ایک احسان ہے - اور حدیث مین ہے کہ جو تجھسے میل کو توڑے تو اس سے مل اور جو تجھپر ظلم کرے یعنی ایسی بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کر دے اور جو تجھسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر - وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ - یہ نزه الافعال اى يثيبهم - اور اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا - پس المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہو سکتا ہے کہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسکو دوست رکھتا ہے اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام وایمان سے اعلی مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم - اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین حضرت حمزہ رضی شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انمین سے ستر کو مثلہ کرونگا - ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہے ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی واتقوا النار التی اعدت للکافرین - اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہے اور وہ ظاہر بیان ہے کہ دوزخ کو اللہ تعالی نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہے اور انکے واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہے اگرچہ اسکو تلوار سے نہین مارےگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ اللہ تعالی نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسرون کے واسطے مخلوق ہے اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہے اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہے یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجھسے تقوی کرو کیونکہ مین آگ کو جلانا اور اپنے سے اسکو عذاب دینا ہون اور عین الجمع کے مقام کا بھید ہے ابن عطا نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب یعنی اے خاص بندو - قولہ تعالی وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضها السموٰت والارض الآیة حق عز وجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہے کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی اللہ الآیة - پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور آیہ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیسا ہے کہ قدر حق عز وجل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہے - عرض کیا گیا کہ وہ تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عز وجل کو کمتر پہچانتے ہین - اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا - قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عز وجل سے وہ قدر ہے جو اسکی عظمت و جلال ذات پاک کے ساتھ ہے اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے - سو اسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالی کو ادراک نہین کر سکتا یعنی محیط نہین ہو سکتا -

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا

اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین

لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ

اپنے گناہون کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور نہ اڑے رہین اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
جو جھتے الیسون کی جزا ہی بخشش انکے رب کی اور باغ جنکے نیچے بہتی
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○
نہرین رہ پڑے انمین اور بھلی مزدوری ہی کام کرنے والو کی

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً - ذنبا قبیحا کا لزنا - یعنی فاحشہ صفت محذوف ہی ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر چند کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہی مگر بقرینہ ما بعد یہان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہی اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہی وارجح وہی ہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہی اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنی قبیح و خروج از حد ہی یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا - اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ - بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہی - اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہی (یہ بھی اسی کے مساوی ہی) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنی دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو - ذَكَرُوا اللّٰهَ - ای عیدہ - تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالی نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہی وہ یاد کیا - اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہی جو صحیحین مین ابوہریرہ رضی سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنے لگا کہ ای پروردگار میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہی جو گناہ کو بخشدیتا ہی اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہی - مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہی کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشدیا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضا اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہی اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہ رضی نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہوجاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہوجاتے ہین پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہی اور ہم عورتون و اولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہوجاتے ہین - فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالے ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (و رواہ الترمذی و ابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالی کو یاد کیا - فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ - پس اللہ تعالی سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہی کہ فورا ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالے سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالی سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالی اسکو بخشدیتا ہی رواہ احمد والترمذی واہل السنن و ابن حبان والبزار والدارقطنی قَالَ ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا - وَمَنْ - ای لا احد - يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ - اور کون ہی ایسا کوئی شخص ہی جو بخشے گناہون کو سوائے اللہ کے - یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہی مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہی اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہی اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی و نکرہ تحت مین نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہی اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہین ہی اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی نہین کہ جو پورا
وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ - مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھون دروازے کھولے جاوینگے
جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگون سے کہا کہ مین نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا
وضو کرے پھر دو رکعتین پڑھے جنمین اپنے نفس سے باتین نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری و مسلم) وَلَمْ يُصِرُّوا - ای لم یقیموا علیٰ ما
فَعَلُوا - بل اقلعوا عنہ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھون نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا
ہی) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہوگئے) یہ یقین کر کے کہ جو انھون نے کیا وہ برا فعل نافرمانی کا تھا ف جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ
نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت نہ رکھی کہ پھر اسکو کرونگا
ورنہ توبہ نہوتی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل مین گناہ کا مزا بھرا ہوا ہو تو توبہ کے معنی تو اس سے بالکل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا
اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہین کہ مثلاً روپیہ پاس نہ ہو تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ
مرد خدا و خاصان حق وہی ہین جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہین اور شیطان کے بندے نہین بنتے ہین اگرچہ
بمقتضائے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن مین ستر بار انسے گناہ سرزد ہو گا جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوئے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور
اصرار یہ ہی کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہین ہی - اسیواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہی - اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ
آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری مین کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہی کہ مین برابر آدمؑ کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے جسمون مین
رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہی کہ مین برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت
ابو بکر الصدیق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہین کیا اگرچہ دن مین ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ
ابو یعلی و الترمذی و ابو داؤد و البزار و قال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمروؓ مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہی ان لوگون کی جو اپنی
بدکرداری پر اصرار کرتے ہین حالانکہ جانتے ہین (رواہ احمد) پھر فقہ آیہ کریمہ یہ ہی کہ آدمی سے گناہ بعید نہین ہی اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہی اور
اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہی اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہی اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر و فریب سے بہکاتا ہی ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہین کہتے ہین
کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور
رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہی بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ مین ایک آیت اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر انسے بیان کیا
تب وہ بولے کہ ہم آدم کی اولاد کے واسطے ہوا و ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ پھر توبہ ہی نہ کرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم ٹھیک
چال چلتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون - توبہ کرو اللہ تعالیٰ
سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندون توبہ کرنے والون فرمانبردارون پر انعام ذکر فرمایا کہ أُولَٰئِكَ
جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا - ایسے بندون کے
واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہی اور باغات جنت ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین درحالیکہ انمین ہمیشہ رہینگے ف جب سے
داخل ہون یعنی انکے واسطے مقدر ہی کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہین - وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ - بالطاعۃ ہذا الاجر اور بھلا اجر ہی
طاعت کے ساتھ عمل کرنے والون کا یہ جو مذکور ہوا ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہی ف فی اشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ نبّہ العبد

بن خلادسے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہی تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا ہی ظلم ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اچھا کلام ہی قائل - اور شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا ہی فاحشہ ہی اور پھر قولہ او ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہی - پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عز وجل کی طرف سے انکو عصمت حاصل ہوئی - پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم مین کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھون نے استغفار کیا - پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عز وجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہی مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبہ رضا مین پہونچ ہوسکتی ہی - اور استاد رحمہ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہی کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہی اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسیطرح متفاوت ہی اور اکابر کے دلون مین مخالف حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہی جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا - اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہوچکنے کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور مین تاریکیان ہین - قولہ تعالی اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و نعم اجر العاملین - جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہی اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی بدخلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین خجل رہا اور محبت و معرفت مین خلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہوکر استغفار کرتا رہا تو حق عز وجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہی کہ اسکو اپنے مشاہدہ عزت تک واصل کرتا ہی اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہی

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

ہوچکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ

یہ بیان ہی لوگون کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈرو الون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَ

غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہی اسکی مثل اور

تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ

یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جنکو ایمان ہی اور کرے بعضے تم مین سے شہید

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ

اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹا دے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا - قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ - سنن جمع سنت بمعنے طریقہ ہی اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تمسے پہلے اگلی امتون کے کافرون و رسولون کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالی نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پہ کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا - اور ظاہر یہ ہی کہ اللہ عز وجل نے ان آیتون کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہی یعنی تھا کہ مومنین ہی غالب بنتے ہون اور کافرین ایذا دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے -۱۰

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنھون نے دنیا کے مال متاع ودولت کے لیے کفر کیا تھا اس سامان وعمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب ومواخذہ الٰہی مین ہلاک
ہوجاتے تھے اسواسطے فرمایا - فَسِيرُوا - ایہا المومنون - فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ الرسل
ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم - سو پھرو (ای مومنو) زمین مین اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والون کا
ف جنھون نے رسولون کو جھٹلایا یعنی آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکون کے غلبہ سے کہ مین انکو ڈھیل دیتا ہون انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے
کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنون کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چندان ضرورت نہین مومن وکافر سب کو ارشاد ہے
پس مومنون کو صبر دلانا اور کافرون کا زعم توڑ دینا دونون امر حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہین ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر
اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل ونشان پڑے ہین چنانچہ ایک مقام پر فرمایا - تلک عاد جحدوا بایات ربہم
یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈرون ونشانون کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد ہے جنھون نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنون
کو بیان الٰہی سے جو قرآن مین مذکور ہے یقینی سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت - وہ حاصل ہوگئی بدون پھرنے کے اور کافرون کو کچھ بھی نفع
نہین خواہ پھرین یا نہ پھرین اسواسطے آگے فرمایا - هَٰذَا - القرآن - بَيَانٌ لِّلنَّاسِ - کلہم - وَهُدًى - من الضلالۃ - وَمَوْعِظَةٌ
لِّلْمُتَّقِينَ - منہم - یہ قرآن بیان ہے آدمیون کے لیے ای سب آدمیون کے لیے خواہ کافر ہون یا مومن ہون اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان
لوگون کے لیے ہے جو ان مین سے متقی ہین ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت ودرایت نے
کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلون کا ہے جو اللہ تعالے نے تمام لوگون کی عبرت وہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھین کو ہے
جو شرک سے بچے ہوے مومن ہین کہ انکو عبرت حاصل ہوئی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران مین سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس
الآیہ ہے پھر بقیہ روز احد کو نازل ہوا - یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے - اور یہی صحیح ہے لیکن
جو نہین سمجھا اسنے کہا کہ یہ بعید ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے - اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا - یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے
مفہوم کی طرف ای باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والون کے لیے ہے متقیون کے لیے بھی نصیحت وزیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو بین
وتائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت مین قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان وتوبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ
رکیک باتین تکلف کی البتہ بعید ہین - وَلَا تَهِنُوا - تضعفوا - عن قتال الکفار ضعیف نہو کافرون کے ساتھ لڑنے سے - وَلَا
تَحْزَنُوا - علی ما اصابکم باحد - اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن - کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین مین سے (ازانجملہ سید الشہدا
حمزہؓ ومصعب بن عمیرؓ ہین) اور ستر انصار مین سے شہید ہوے تھے - وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ - بالغلبۃ علیہم - اور تمھین اونچے ہو ہر غلبہ کیساتھ
ف یعنی آخر متقین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہین ہو - جملہ اسمیہ فرمایا - اور یہ بشارت ہے - یا یہ مطلب کہ غلبہ تمھین کو اس معنے کر ہے کہ بدر مین تمنے
اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی - یا غلبہ ازراہ شان ہے کہ تم اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ مین دوزخی
ہین والاول ارجح - إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ - حقا وجوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ - اگر تم مومنین ہو ف یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف
ہے جس پر مجموع ماقبل دلالت کرتا ہے - یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا - پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمین شک ہو تو جواب یہ
کہ محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم - اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے ہی کا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی
یہ کہ تم مومن ہو - کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم وصحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہین ہوسکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو - اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ای لاتھنوا ان صح انکم یا انتم الاعلون ان کنتم حقا ۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ وہ تعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب کہ حرف ان یمعنے شک نہین ہی صحیح ہی و لیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی جیسے نظر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہو بکر مر گیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرالا دے تو قبول ہی آمین کوئی لاعلمی نہین فافہم ۔ اِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ یصبکم جراحۃ قرح بفتح القاف وضمہا جہد من جرح ونحوہ ۔ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے ۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ الکفار قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۔ ببدر ۔ سو پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقدمس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولاتھنوا یا اہل الحق فقدمس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یھنوا ۔ یعنی اگر تمکو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو ای اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوئے بلکہ دوبارہ تمسے لڑنے آئے ۔ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قراءت ہی اور بضم قاف حمزہ و کسائی و ابوبکر کی قراءۃ ہی اور دونون کے معنی واحد ہین و قیل بالفتح الجرح وبالضم المہ ۔ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم ۔ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب مجروح ہوئے ۔ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسائے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولون کو دلاتی تھین پھر مسلمانون کے تیرانداز ون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا نمیڈ ھا تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوئے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئیں اور اسوقت ہوا صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہ رضؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ سینے کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہندہ بنت عتبہ وغیرہ پیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار اٹھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑی کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیراندازون پر حملہ کرکے

لہ خالد بن الولید وقت جنگ مسلمان نہین ہوئے تھے بعد کو اسلام لائے [illegible]

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور چکی گھومی اور ہوا سے دھول اڑ کر چلنے لگی اور اہل اسلام آپس میں مل گئے کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع چودہ آدمیوں کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار میں سے ستر شہید ہوئے اور مشرکوں نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے انکو محروم کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخرکار حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جھک کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہاں جو صحابہ منتشر بیٹھے تھے یکایک دیکھتے ہی خوف زدہ ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آ گئے اور بہتیرے تو مدینہ میں بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکوں نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آ سکیں ورنہ باقیوں کو مت ہلاک کر کے یہی توحید کی عبادت کرتے ہیں پس مشرکین کو شکست چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم میں محمد ہیں اور تم میں ابوبکر ہیں اور تم میں عمر ہیں اور حضرت صلعم نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر اپنے کو تھام نہ سکے اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہیں پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اعل ہبل اعل ہبل تو نبی صلعم نے فرمایا کہ جواب نہیں دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہیں۔ فرمایا کہو اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہمارا عزی ہے تمہارا عزی نہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہو اللہ ہمارا مولیٰ ہے تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر نے رد کر دیا کہ نہیں تمہارے مقتول دوزخ میں اور ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہم ہارا دیں اور کبھی ہم پر ہارا اور تم مقتولوں میں ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے گئے ہیں میں نے انکے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور مجھے برا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر میں نے بخاری و معالم وغیرہ سے تلخیص کیا ہے۔ سبحانہ اللہ عزوجل نے مومنوں کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و لذت حاصل کرنے کو نہیں ہے اگر احد کی لڑائی میں تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پا کر دنیاوی نظر سے کیوں سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہیں اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھوں نے بدر میں ایسا زخم تمہارے ہاتھوں اٹھایا مگر بے صبر نہیں ہوئے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۔ یوما لفرقة و یوما لأخرى ليتعظوا ۔ اور یہ ایام ہیں کہ انکو ہم گردش دیتے ہیں لوگوں کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور دنیا میں ہماری حکمتیں ہیں چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ ليتعظوا مقدر کرنے میں اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ۔ و لِيَعْلَمَ اللَّهُ ۔ علم ظہور ۔ الَّذِينَ آمَنُوا ۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم ۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالیٰ بعلم ظہور کے ساتھ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی ایمان میں مخلص ہوئے ہیں غیر مخلصوں سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیت کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ایام کی مداولت لوگوں میں اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالیٰ تمام حوادث و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے۔ فقد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہیں تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین میں اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اس میں تغیر محال ہے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات میں ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

اور قوله لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قوله ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم - اور قوله الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه اور قوله لیبلوکم ایکم احسن عملا - پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہے اور تعالیٰ ان کے وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکساں ہے پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم میں محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ علم فلاں ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلاں کی یعنے مقدور فلاں مجازاً کہا جاتا ہے پس جہاں علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا ہے وہاں معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیۃ کریمہ میں چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بمعنی مضاف ہے ای لیعلم اولیاء اللہ یعنی تاکہ جان لے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا ولی ہے و لیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم واقعاً کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض علوم پر نہیں بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام بیضاوی کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شیء کا اسکے موجود ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر نے کہا و لیکن پوشیدہ نہیں کہ علم الٰہی جیسے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الٰہی پر ہر شیء کی حالت وجود اور غیر وجود میں یکساں ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم میں کوئی فرق نہیں ہوا اچھا فہم یہی ہے بیضاوی نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود مختار کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا اثبات بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الٰہی میں ثابت ہے یعنی معلوم الٰہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر کے بھی یہی معنی ہوں لیکن خلاف اصطلاح ہے اور یہ کلام جید پاکیزہ ہے اور جو روایت ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیا وہ اسکے مانند ہے کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء تاکہ ہم دیکھیں جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال میں - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے بندوں سے انکے محاورات وانکی سمجھ کے موافق کلام فرمایا اور اس میں مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہیں استعمال فرمایا پس یہ کلام بسبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمائش و جانچنے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - **ویتخذ منکم شہداء** - ای یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم میں سے بعض کو درجہ شہادت کرامت فرماوے - **واللہ لا یحب الظالمین** - الا قربین ای لیعاقبہم وانعم بہ علیہم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان ہے کہ تم میں سے بعض کو کرامت دے سے جو تو اسب جبریل سے ہے - اور اللہ تعالیٰ کافروں کو نہیں چاہتا ،، یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر میں تمہیر فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق میں استدراج ہے اور رفتہ رفتہ انکو ہلاکت میں بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک میں بڑھایا - **ولیمحص اللہ الذین آمنوا** - لیطہرہم من الذنوب بالبہم پھر جو شہید نہیں ہوئے اپنے فضل بیان کیا تھا اور تاکہ پاک کرے ایمان والوں کو ان گناہوں سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہیں کسی شیء کو اسکے میل کچیل سے پاک کرنا پس مومن کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہیں اگر ہوں ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہیں اور ظاہر ایمان بھی خبر طوت ہے - **ویمحق الکافرین** - ای یہلک - یعنی تاکہ کافروں کو ہلاک کرے - مدارک میں کہا یعنی اگر کافروں پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہوں اور مترجم کہتا ہے کہ مومنین میں سے شہداء لیے انکے مقابلہ میں کافروں کو نابسند رکھا اور مومنین میں سے زندوں کو بلندی درجات و طہارت کا فضل دیا انکے مقابلہ میں زندہ بچے ہوئے کافروں کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہوتی اور شکست ہوتی اسلیے کہ دونوں طرح جو موت یا گناہوں کی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو
امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس
مطمئنہ اور سِر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف وکوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری
تو حق عزوجل اپنے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور براہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی
کنجی ہی جو انکے ساتھ موافق رہا اسکو پردۂ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور سِر مراد کو پہونچتے ہین قال المترجم اسمین اشارہ ہی کہ حروف
قایم بہتین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ ہین ہین جنکا یہی قول ہی بہر حال کھوکہ بعضے
اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو سب سے قاری فنا ہو جاوے اور یہ بات
ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت بنا ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منہ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہی
اگرچہ وہ بڑے انکار کیا کرین۔ اللھم اغفرلی واہدنی احسن الھدایہ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندون کے واسطے قرآن
مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے الہیت صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی
کہ حضرت صدیق اکبر رضی کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا۔ پس
یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی
اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت وسوزش وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم
اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار وقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو
شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسماء وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ
جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدۂ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون
کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے
حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا۔ وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفر رض نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسپر
مستبد کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ہدی
وموعظۃ للمتقین۔ آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عزوجل کے
سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے
ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح
کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر مین نے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالے ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ اللہ عزوجل نے انکو حقائق
ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو
عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی آج کل سب مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے
نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام ہین کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا۔

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہمی ہی تو نہیں دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الاکذا کو شفا میں ذکر کرتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہیں جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر او عان سے لیس الاکذا کا قائل ہی حالانکہ دونوں متناقضین جمع نہیں ہو سکتی ایک قطعاً غلط ہی پھر لیس الاکذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - اے اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہوں دیکھو تصدیق ایمانی والوں میں سے وہ ہیں جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ میں جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر پختے فافہم واللہ الہادی ہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت میں اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق میں ہوے تو تمہارے دشمن پر تمہاری فتح و تمہارا غلبہ جاری ہی پھر غمناکی و ضعف کے کیا معنی ہیں کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا الیقین وہی یقین قوی ہی اور اس سبے سبا زندہ جاتے رہے اور عارف کا سرادار اندوہ وہ ہی جو شاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اسکی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ عذرا ہے کی طرح پردہ پڑ جانے اور تجلی ہونے میں بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ میں مہجور رہا تو اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق میں ہو گیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی معلوم نہیں کر دیے اللہ نے جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور معلوم کر دے

الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنظُرُونَ ۝ ع

دیکھتے ہو

أَمْ - بل حسبتم - مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی دبلکہ تم نے خیال کیا) ای الیاسن خیال کرو - أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ علم ظہور کہ داخل ہو جاؤ تم جنت میں اور نہیں معلوم کیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے علم ظہور کر کے ف مفسر نے لما لعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ یہ دونوں معنے واحد ہیں جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم ولما میں فرق یہ ہی کہ لما میں نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی اس سے یہ ظاہر ہوا کہ ہاں جہاد تم سے نہیں ہوا لیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہی معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہ نے ذکر کیے ہیں مگر ابوحیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہوں بلکہ انھوں نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا اسیند متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید متکلم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل - وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ فی الشدائد اور نہیں جانا ثابت قدموں میں صبر کرنے والوں کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہیں ہوے جو جہاد کرنے والے ہیں اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوہ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہے۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون - الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوماً کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو - ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہے - اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہے قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو جہاد میں صبر و ثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہین جائز ہے پس درخواست شہادت کی تھی اگرچہ مودی بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقاً موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالےٰ نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس مآل ممانعت کا جزع و فزع دنیاوی محنت سے ہے اور یہان شہادت کی امید سے ہے جو قطعاً خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی - اور یہی اثر ابن عباسؓ مین مصرح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبہ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہوتا شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبہ مومنین کے بھی شہید ہوے تھے - فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا فیہ اسبابہ وہو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا - وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم - بصراء بضم اول جمع بصیر ہے پس معنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کر سکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیون بھاگے - حاصل سوال یہ کہ فقد رأیتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفشؒ کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہے کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے جو انگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور بہتر تو یہ تھا یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا و امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہے وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسیکے سوئیہ ہے جو صحیحین مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالےٰ سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مقابلہ پھر ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ
اور محمدؐ تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے
عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ
الٹے پاؤن اور جو الٹے پاؤن پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دیگا
الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ
بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیگا
الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝
دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب علی معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی
صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالےٰ۔
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یعنی محمد مگر رسول۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہی اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت
ہی یہ نہیں کہ اسکے سوا سے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باری تعالےٰ ہی اور بات یہ ہوئی تھی
کہ ہزوا حد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف
آؤ اودھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوئے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایلچی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس
مدینہ جاتا کہ وہ ابو سفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوئے تو کیسے ہی تھے تم اپنے پہلے دین میں آؤ اور
قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہیں پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار
سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوئے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا
وہ کعب بن مالک ہیں پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ
رضی اللہ عنہم میں سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے مان باپ آپ پر قربان ہم کو جب
یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوئے تو ہمارے دل رعب میں آگئے ہم اُسلئے پاؤن بھاگے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ شیخ ابن کثیرؒ نے
فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے میں گذرا اور پوچھا کہ بھلا
تم کو معلوم ہی کہ محمد صلعم قتل ہوئے تو انصاری نے جو اپنے خون میں لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوئے ہون تو وہ دین کو پہونچا
چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ۔ رواہ البیہقی۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اس رسول
کرم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انہیں رسولون کی طرح عنقریب گذر جائیگا۔ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ
کفیرہ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ما کان معبودا فتر جعوا۔ کیا اگر مرا
یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (یعنی لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہی
یعنی وہ معبود نہیں تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اتری کہ جو احد کے
روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیۂ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے
تو مصعبؓ نے اس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات میں بطریق واقدی روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین
ہاتھ میں لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب
نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوئے تب نشان گر پڑا۔ محمد بن شرحبیل عبدری کہتے ہین کہ اسوقت
یہ آیۃ وما محمد الا رسول نہیں اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہی اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہی بحرف او اور یہ خطاب باری تعالےٰ سے محال ہی
جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہی یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اُٹھانے کا مستوجب نہیں ہی اور یہان تو درحقیقت
دونون میں سے کچھ بھی نہیں واقع ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں بیان فرمایا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت صلعم قتل
نہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون۔ اور واللہ یعصمک من الناس۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہے کہ تم یہود و نصاری سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہیں پھرے اور نصاری نے اپنے زعم یا اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے مگر نہیں پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا - وانما یضر نفسہ ۔ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرا وہ اللہ تعالے کا کچھ نقصان نہ کریگا بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہنچاویگا کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ - نعمہ بالثبات اور اللہ تعالی ثواب عطا فرماویگا شاکروں کو یعنی ان لوگوں کو جو شکر کرتے ہیں اسکی نعمتوں کا ساتھ ثبات کے۔ یعنی قائم رہتے ہیں اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر اور اسکے دین کے واسطے لڑتے ہیں اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہوں یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی میں کہا کرتے کہ واللہ ہم الٹے پاؤں نہیں پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالی نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوئے تو ضرور میں اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جس پر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤں رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات میں ہے کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منہ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور روکر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ اللہ تعالی دو موتیں آپ پر جمع نہ کریگا۔ ابن عباس نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگوں سے باتیں کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا میں قتل کرونگا) عمرؓ سے کہا کہ بیٹھو اور عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہے کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین - ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگوں کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکرؓ نے پڑھی پھر سب کوئی بشر نہیں تھا مگر اسکی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین سے وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور اصحاب رضؓ ہیں پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکرؓ شاکروں کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گذار اور اللہ تعالے کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ - بقضائہ كِتٰبًا - مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ۔ یعنی نہیں ہے سزاوار ہے کسی نفس کو کہ مر جاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالی نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہوسکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیوں بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہیں کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ میں ثابت رہنا زندگی کو نہیں کاٹتا اگر وقت نہیں آیا ہے۔ نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہیں ہے مجازا ہے اور اس میں نامردوں کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالی کے حکم سے قدم کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہیں اس میں گھسنا عمر کو کاٹتا نہیں ہے اور نہ اللہ تعالے کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ اعمش رح نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت میں دریاے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدیؓ ہیں کہ تم کو کون چیز ان دشمنوں کی طرف عبور کرنے سے روکے ہے یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دیگا اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ یہ کہکر دجلہ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانوں نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیوں نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہا دیوان اند۔ یہ لوگ دیوے ہیں اور خوفناک ہوکر بھاگ گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَمَنْ يُّرِدْ - بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا - ای جزاءہ فیہا - نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا اسکو اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب
دنیا فتح وغنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو
بسبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی۔ وَمَن يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا۔ ای من ثوابہا۔ اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی۔ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ۔ اور قریب ہم جزا دینگے شکرگزارون کو۔ یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی۔ اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا۔ یعنی
حواس وعقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز وجل ہی۔ اور آیت مین تو تعریض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے۔ اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہنے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہی اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری ومسلم واہل السنن والمسانید وغیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اللہ عز وجل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہنچوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تنزل کیا اور حالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و اخلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمھارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز وجل کو مشاہدہ و معاینہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالیٰ ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کیوجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باری تعالیٰ عز وجل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین وآگاہ کرین کہ او تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کردین۔ پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبرؓ نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہو گا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق و انکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ انکے مراتب میں نقصان ہے بلکہ یون سمجھو کہ یہ انہین کا مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لا شریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہے بخلاف اُن احکام کے جو کافرون کے حق میں دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر رہے اُنکو غضب و لعنت کے ساتھ ہے اور بعض اُنکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہے فہا سیّن ملاہوا فافہم ـ قولہ تعالیٰ افائن مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا ـ اسکے بعد حضرت صدیق اکبر واس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ الشاکرین ـ یعنی ابوبکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھنے مین یہ مزید جزا شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا ـ واسطی رح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند ہوگئین سوائے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جہ سے کہ اپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد مین وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکرؓ کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ اے لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک و بدگمانی کیا ہے تم تو اللہ عزوجل کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہے اب بھی اسی کی عبادت کرو اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کرو اور اسمین اشارات و حقائق ہین کہ مین گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہے قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک کہ مر جاؤن واللہ مین انکا بھائی دولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہے رواہ الطبرانی تو جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان ہے اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی اور اس واسطہ سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو ہیجانی و حیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری ہے یہانتک کہ ابوبکر رضہ نے اسپر پڑھ دی پھر انہین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی آیت کو پڑھتا تھا ـ اور سعید بن المسیب نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری مطولا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ و انکے صحاب ہین اور کہا کہ ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ شاکر اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالیٰ کی طرف ـ اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور مومنین سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو ـ یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحیٰی منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہیں جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل ہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض کبار کا
قول ہے کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس میں
اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہے کسی نے خلاف نہیں کیا سوا ے انکے جو اپنی ہوا ے نفس کے پابند ہیں۔ قال الشیخ اور شیخ حسین نے فرمایا کہ
رسول کے واسطے نہیں مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا انپر کشف کیا گیا کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے آپسے پوچھا گیا کہ کس چیز میں ملاء اعلی ایک دوسرے
پر پیش قدمی چاہتے ہیں یعنی انھوں نے کوئی حس نہیں سُنا اور نہ جانا پھر جبکہ آپسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت ستر واقع ہوئی
اور انھوں نے شہود حق عز و جل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ ضعیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھوں نے تمام علوم کو بیان فرمایا
قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد میں نے
عرض کیا کہ اے پروردگار میں خدمت میں حاضر ہوں فرمایا کہ کس بات میں ملاء اعلی یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہیں تا آخر حدیث
رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو آپسے یہ کیوں پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام
علوم کا جہانتک امکان بشری ہے انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالی مخلوق میں قدیم ہو جانا محال ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالی و ما کان
لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ حق سبحانہ تعالی نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ اعظم از ایجاد زندہ ہے اور عجیب
از ابقاء زندہ ہے اسواسطے کہ موجود میں تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسمیں کچھ قدرت نہیں ہے۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف
اشارہ ہے کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہیں ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات
کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور قشاسطی رح نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہیں جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا
لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہے قولہ تعالی و من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا و من یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور
ثواب آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہو۔ قال اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب
دنیا تو صحبت اولیا ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانے کا الہام
ہے اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتیں ہیں قال المترجم یہ تفسیر اشیہ نہایا ہے و در حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہے
وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ
اور بہت نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہیں تکلیف ہو پہنچنے سے اللہ کی راہ میں
مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا
نہ سست ہوے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر
الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع ۱۵ ۵
قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو
وَكَأَيِّنْ - کم - یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہے اے بہتیرے - پس مفسر رح کے نزدیک احتمال ہے کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

ہو جیسا کہ خلیل وسیبویہ نے کہا کہ اَیّ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت
نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ ۔ وفی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قُتِلَ بروزن مجہول ابو عمرو
و ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے اور ایک قراءۃ میں قاتل از مفاعلت آیا ہے یہ باقیون کی قراءۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَهٗ خبر
مبتدا رہ ۔ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۔ جمع کثیر سے یعنے مؤخر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر مؤخر ہے ف مفسرین کے ہمیں کئی قول ہیں اول
قُتِلَ مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے کبھی کچھ ضعف ایمان
لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر اور حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ آیۂ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ یعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے۔ یا بحالہ قُتِلَ میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہوگی دلالتی بہت سے نبی قتل ہوا ہے کہ جسکے ساتھ کثیر بہت
سی ربانی جماعتیں ہو دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون
کثیر مارے گئے اور اسی کو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا پھر وہ لوگ شکستہ نہوتے یا یعنی مقتول ہونے کے کیونکر
کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہتا ہے۔ اسی واسطے ابو عبیدہ نے قاتل کی قراءۃ اختیار کی کیونکہ ربیون کے معنے مستقیم
رہتے ہیں اور اسوجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہوگی تو مقتول کی مدح بدرجۂ اولی ہوگی بخلاف اسکے عکس کیا اور یہی وجہ سوم ہے۔ چہارم آنکہ
کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من نبی قتل ومعہ ربیون کثیر یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ بعد نبی کے مقتول ہونے
کے ضعیف و شکستہ ہوئے۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ
اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے ای درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا اور یہ جو موجہ ہے اور اسکو محمد
بن اسحٰق رح نے ذکر کیا اور سہیلی رح نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ان آیات میں اور آیات
سابقہ میں ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالے نے انمین
ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ شکستہ نہوئے تم کیون بھاگ گئے کیا نبی کے مقتول
ہونے سے کوئی اللہ تعالے کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن و سعید بن جبیر سے بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسرین
نے ذکر کیے ہیں ابن کثیر رح نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسن نے کہا علماء کثیر اور ابن مسعود
سے ربیون ای ہزارون۔ اور کلبی سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب بکسر راء اول یہ بسبب تغیر کے
جیسے بصرہ و بصری بکسر اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ یعنے جماعت ہے۔ فَمَا وَهَنُوْا ۔ جبنوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے۔ لِمَا
اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ من الجراح وقتل انبیائہم واصحابہم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الٰہی میں پہونچی ف کہ زخمی
ہوئے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے۔ وَمَا ضَعُفُوْا ۔ عن الجہاد۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا ۔
خضعوا للعدو بہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم۔ خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ جو چاہے کرے جیسے
تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش
سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۔ علی البلاء ای یثیبہم۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالے

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا سوا اسکے کہ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِيْٓ اَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وہضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخش دے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے برے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت و غنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح و غنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ سہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق مین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیرؒ نے فتح و عافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنی ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کر دی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت و تقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیر دینگے الٹے پانؤن پھر جا پڑوگے

خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور بری بستی ہے بے انصافون کے لیے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرلو ف جس کا تم کو حکم کرتے ہین یعنی رائے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمھارے الٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہوجاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو الٹے پانون کافر ہوجاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ تو دنیا و آخرت دونون مین خوار ہوجاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی طاعت ذلت و خواری ہے اور آخر کفر کی طرف مودی ہو کر عاقبت کا عذاب ہے۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ۔ ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر۔ ای فتح دینے والا ہے اور بعض قرارۃ بین۔ اَللّٰہَ ۔ بنصب ہے پس بل اطیعوا اللّٰہ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ - فاطیعوہ دونہم۔ پس اسکی طاعت کرو نہ کافروں کی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ - بسکون العین وضمہا الخوف وقد عزموا بعد ارتحالہم من احد علی العود و استیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا اکثر فی
قرارۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر و کسائی کی قرارۃ بضم عین ہے اور معنی اس کے خوف ہیں اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہوئے
تو راہ میں کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثروں کو قتل کیا جب تھوڑے سے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کہ ان کو جڑ سے کھو دیں پس
انپر رعب چھا گیا اور نہیں لوٹے یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ المعنے عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالدینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر ہوکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آویں پس ابوسفیان و مشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان
پہاڑی کے کونے پر آکر باتیں کیں اور کہا کہ ای محمدؐ ہمارا تمہارا وعدہ سال آیندہ میں بدر کا مقام ہے اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ
اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سنلقی میں سین استقبال کا ہے پس روز احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہے کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
رسو اسطے نہیں محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پہ چڑھ آئے تھے لیکن خائب و خاسر واپس گئے میں کہتا ہوں کہ
سخت خوفناک ہو کر واپس ہوئے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہے واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلوں میں رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ - ای بسبب اشراکہم باللہ۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علی عبادتہ وہو الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلوں میں رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں ایسی چیز کو
کہ نہیں اتاری اللہ تعالےٰ نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہیں حاصل یہ کہ مشرکوں نے اپنی رائے سے اللہ تعالیٰ کا شریک
بنایا تو اللہ تعالیٰ انکے دلوں میں رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر انکی موافقت سے ہے ورنہ سوائے حق عز و جل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہیں خواہ بت ہوں یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہیں اتاری ہے۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۔ اور آخرت میں ان مشرکوں کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ وَبِئْسَ مَثْوَى - ماوی۔ الظّٰلِمِيْنَ - الکافرین ہی۔ یعنی بڑا ٹھکانا ہے ظالموں کا یعنی کافروں کا یہ یعنی آگ۔
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہے اور ظلم سے شرک و کفر مراد ہے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
میں سے ہے چنانچہ ابو امامہؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے انبیا پر فضیلت دی چار باتوں سے۔ اسمیں یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا میں رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہے میرے دشمنوں کے دلوں میں اور حلال کی گئیں میرے لیے غنیمتیں رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور و مسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے قلب ابوسفیان میں رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم میں ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے
دل میں رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے یہی وہی ہونگے کہ احد میں سے
اور مقصود نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالےٰ بل اللہ مولاکم یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمہارا محب ہے اور تمہارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہے اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمہارا نگہبان ہے اور تمہارا ناصر ہے اسوقت میں کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتیں اٹھاؤ
اگرچہ تمہارے نفس اسکے اٹھانے سے انکار کریں۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر و نواہی بجالانے و بازرہنے کا تمکو حکم دیا ہے انکی

برداشت مین تمھارا معین ہی۔ اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہی اور ابن عطاؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہی قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہی

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو۔ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

فضل فرماتا ہی مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ - ایاکم بالنصر یعنی اللہ تعالی نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالی نے سچا کردیا۔ معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب اُحد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہ رضی نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہی یا وعدہ انزال ملائکہ ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ بعض سے ایک قول ہی کہ قوله تعالی ھذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین۔ بروز احد واقع ہوا ہی۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکو صبر و تقوی پر پانچہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اُٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز مین فتح دنیا مراد ہی چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ - تقتلونهم - بِاِذْنِهٖ - بارادته - جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادہ الٰہی - اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوئے اور بیضاوی مین ہی کہ حسہ ابطل حسہ۔ اسکی جنبش مٹادی۔ الحاصل اللہ تعالی نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ - جبنتم عن القتال - یہان تک کہ جب تم بزدل ہوئے جہاد سے ف - یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی۔ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ - اختلفتم - ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذھب فقد نصر اصحابنا و بعضکم لا نخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین ای حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر یہ اختلاف ہی پس واو عطف

تفسیری کا ہے اور الامر کا الف لام عہد ہے - اور اختلاف در اصل انھیں لوگوں نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھوں نے جو وہیں کھڑے رہنے پر جمے تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونوں کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے جو قول صواب پر ہیں وہ خدا اور رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والوں سے مخالف ہوتے ہیں لہذا بیان کر دیا کہ خلاف صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی ف پس تم نے مرکز چھوڑ دیا بغرض غنیمت چاہنے کے - مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم - اللہ - بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالیٰ نے - مَّا تُحِبُّونَ - جسکو تم چاہتے تھے ف یعنی فتح کو و جواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ - اور جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ماقبل دلالت کرتا ہے یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم نصرہ - جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدۂ نصرت تم پر سچا کر دیا کہ تم نے اپنی فتح و قتل کفار کو دیکھ لیا یہاں تک کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھوں دیکھ چکے تھے - مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم میں سے دنیا چاہتا تھا ف پس اسنے مرکز کو دنیاوی مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ - فثبت حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر واصحابہ - اور بعض تم میں سے آخرت کا طالب تھا ف پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سواروں نے انکو شہید کر ڈالا مانند عبداللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیوں کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا میں شامل ہوے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی میں ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع میں تھی دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اذ تحسونہم باذنہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کما فی روایۃ احمد عنہ مرسلاً - اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر میں قسم کھاتا کہ ہم میں سے کوئی دنیا نہیں چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ میں سچا ہوں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا - بالجملہ پہاڑ کی جماعت میں سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داود سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنا پر ہوتا ہے پس یہاں بھی اکثروں کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَرَفَكُمْ - ای ردکم بالہزیمۃ - عَنْهُمْ - ای الکفار - پھیر دیا تم کو بھگا کر انسے یعنی کافروں سے - یعنی بھاگنے سے تمھارے منھ کافروں سے پھر گئے - بعض نے کہا کہ بھید یہ ہے کہ جب انھوں نے دنیا کی طلب میں کافروں کی شرکت کی تو اس جہت میں انکے مانند ہوے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ و رفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت میں یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتوں کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے اور یہ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے - بالجملہ تمھارے معصیت وغیرہ پر کافروں سے تمھارا منھ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی - لِيَبْتَلِيَكُمْ - لیمتحنکم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنے کافروں سے تمھارے منھ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ او تعالیٰ دانا تر ہے - وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ - ما ارتکبتموہ - اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا اور یہ نص ہے کہ اللہ عز وجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ معاف ہوتا ہے بخلاف قول خارجیوں کے کہ وہ نہیں مانتے ہیں فافہم اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنی الغاکم ہے اور تم کو باقی رکھا مٹا نہیں دیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ یہ وجہ

عدول از ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ - بالعفو - اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہوگیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہیں کہ وہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ بیچ میں لٹکا کرتا ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ جلال اللہ تعالے نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر امت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تھی بخلاف کافروں و مشرکوں کے کہ وہ اس راہ میں آنے ہی نہیں پائے ہیں انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت میں ہے پس گویا دونوں لغزشوں میں اس راہ سے بالکل تباین وجدائی ہے اور آسمان وزمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہاں اشارات کو راہ مستقیم والوں کے حق میں ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم میں سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غناسے متصف ہوگیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت میں شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم میں سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت میں آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ آراستہ ہوتے ہیں کہ توحید میں تجرید کرتے ہیں اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابوں میں معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہاں بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہیں ہے شاید شیخ رحمہ نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم۔ اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمہاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین ہونگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت میں لیا اور تمہاری صفات سے تمکو خالی کردیا اور تمہارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور انکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہیں (عرائس) واضح ہو کہ ابتدائے جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا رستہ لیا چنانچہ آیندہ آیات میں فرمایا بقولہ تعالیٰ

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ تکتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر تمکو پہنچا بدلا غم کا بدلے تنگ کرنیکا

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ثُمَّ أَنزَلَ

تاکہ تم غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اتارا

عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِّنكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں اور بعضوں کو فکر پڑی تھی اپنے

أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہے

مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہیں اپنے جی میں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ
كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمھارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
جو کچھ تمھارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن
الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
نصف ع
بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ انکو عفو کر چکا
عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اذکروا- اِذْ تُصْعِدُوْنَ - تبعدون فی الارض ہاربین- یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگے ہوئے -
پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا عفا عنکم یا لیبتلیکم سے
متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہو پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری
بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر رح ہے- پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منہ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل
وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد بھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور
قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے- اسیواسطے مفسر رح نے تبعدون فی الارض کہا- پھر یہاں شبہہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ
پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب یا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد
لائق ہے اور مفضل رح نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے- پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی
کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پاکر خالد بن الولید
کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل
کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر اسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے
تھے کہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل
کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے احد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ
صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور
صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ در حقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک
کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیل ع و میکائیل ع حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص-
اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکر رض فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا- اور جو لوگ

بھاگے جنھین کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا او تصعدون - ابن کثیر نے کہا ہے فی الجبل ہاربین من اعدائکم یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے
تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰٓى اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر
بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ یعنی رسول
پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے - ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو - فَاَثَابَكُمْ - فجازاکم
غَمًّۢا - بالہزیمۃ - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفۃ وقیل الباء بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمۃ - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازا ہو
معنے یہ کہ جزا دی تم کو غم بذریعۂ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے - یعنی تم نے رسول کو غم دیا اس کی
نافرمانی کرکے پہنچے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ بغم کی باء سببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہے ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے
رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل
آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہے جو انس بن النضر رض نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کروگے اسی راہ پر مرو پھر مسلمانون کی
ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہے مین تو
جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑکر شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا
او باثابکم فلا زائدۃ - یعنی تم کو عفو کیا تا کہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہے اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہے لہذا مفسر
نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہے مگر اس وقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تا کہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰي مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمۃ اس
چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ - من القتل والہزیمۃ - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس
وعبد الرحمن بن عوف والحسن وقتادۃ والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تا کہ غم سہنے
کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے
کہ اللہ عزوجل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو
اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنۃ مفعول
اور نعاسا اسکا بدل ہے ای امن وہی کہ جو نعاس ہے اور بعض نے کہا امنۃ حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون
ہے نعاسا ذا امنۃ اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہے - يَّغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءۃ بالیاء التحتیہ ہے اور حمزہ و کسائی کے
نزدیک بتاء فوقیہ ہے بنا بر آنکہ ضمیر راجع بامنہ ہے - طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالیٰ نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ
تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منہم - یہ گروہ مؤمنین تھے پس
ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَاۗىِٕفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُھُمْ - ای حملتہم علی الہم
فلا رغبۃ لہم الا نجاتہا دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینا موا وہم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو
غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا اپنی جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین
تھے سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہے کہ ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے امن ہے اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہ رض سے روایت ہے کہ مین نے بروز احد ۱۲۰

اپنا سر اٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ہمین سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور
بخاری کی روایت مین ہی کہ ابوطلحہ نے فرمایا مین بھی ان لوگون مین تھا جنکو نعاس نے گھیرا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گرپڑتی اور مین اٹھا لیتا
پھر گرتی پھر اٹھاتا کئی بار گرپڑی - ابن کثیر نے کہا کہ یہ اہل ایمان وثبات وتوکل ویقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جو شک
وریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالے اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے
کہ اسلام کا فیصلہ ہوگیا چنانچہ دوسری آیۃ مین کہا - بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اہلیہم ابدا - بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول ومومنین
اپنے لوگون کی طرف اب کبھی پھرکر نجاوینگے - یہان فرمایا - یَظُنُّونَ بِاللّٰهِ - ظنا - غَیْرَ - ظن - الْحَقِّ ظَنَّ - ای کظن - الْجَاهِلِيَّةِ
حیث ظنوا ان النبی قتیل ولاینصر - گمان کرتے اللہ تعالی کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہی مانند گمان جاہلیت کے ف
کیونکہ ان منافقون نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول ہوے ہین یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا
کہ مین نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالی نے ہم پر اونگھ بھیجی سو کوئی ہم مین سے
نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ مین لگا تھا - اور کہا کہ واللہ بن معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہون کہ وہ کہتا تھا
لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا - پس مین نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول مین اللہ تعالی نے نازل فرمایا
یَقُولُونَ هَلْ - ا - لَنَا مِنَ الْأَمْرِ - ای النصر الذی وعدناہ - مِنْ - زائدۃ - شَيْءٍ - یہ منافقین کہتے ہین کہ ہمین ہمارے
لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی - قُلْ - لہم - إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ - بالنصب توکیدا والرفع مبتدأ خبرہ -
لِلّٰهِ - ای القضاء لہ یفعل ما یشاء - کہدے ان منافقون سے کام سب کا سب - حاصل ہی واسطے اللہ تعالی کے یعنی حکم قضا
سب اللہ تعالی کے واسطے ہی جو وہ چاہتا ہی کرتا ہی - پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہی تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ مین کلہ کو
رفع ہی پس یہ مبتدا اور - لِلّٰهِ - خبر - جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہی - یُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ - یظہرون - لَكَ - اپنے
دلون مین وہ چیز چھپاتے ہین جو تجھے نہین ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالی نے اسکو ظاہر کردیا کہ یَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا - ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا - منافقین کہتے ہین کہ اگر
اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے - قُلْ - لہم - کہدے انکو کہ - لَوْ كُنْتُمْ
فِي بُيُوتِكُمْ - اگر تم اپنے گھرون مین ہوتے - وفیکم من کتب علیہ القتل - اور تم مین ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہی - لَبَرَزَ -
خرج - الَّذِينَ كُتِبَ - قضی - عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ - منکم - إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ - مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم
لان قضاء اللہ کائن لامحالۃ - تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی مین لکھا گیا انپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہون کے
ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاے الٰہی تو لامحالہ ہونے والی ہوتی ہی - حاصل آنکہ تم مین سے جنپر حکم
ازلی ہوچکا ہی کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر مین بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہین پہونچتے جہان انکے
قتل کی جگہ لکھی گئی ہی کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہی ف فقہ آیہ مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالی نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و
سبب ظاہری وہیں کا مناسب مقدر کیا ہی اور قضاء وقدر پر ایمان واجب ہی اور جو واقع ہوتا ہی وہ تقدیر ہی تدبیر خود کچھ چیز نہین پھر اسے تدبیر کو
جو درست کہتے ہین تو یہی جو قضاء وقدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہی جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہی اور مجازا جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ رہت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہے پس واقع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہے اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہے افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان ہین گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہے کہ تدبیر سے بادشاہ
کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہے مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر ہی عقل
پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہے جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہے حالانکہ خود ہی قرار کیے جاتے
ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ خبر غیب ہے کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین
کہتے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ وَ۔ فعل فاعل باحد۔ لِيَبْتَلِيَ۔ یختبر۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ۔ قلوبکم۔ اور یہ
کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالیٰ جو تمھارے سینون مین یعنے دلون مین ہے۔ ف مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ
علت فعل مقدر کی ہے یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالیٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمھارے سینون مین ہے یعنی اخلاص
یا نفاق۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہے کہ پہلے ذکر کردیا کہ ان مین نفاق والے ایسے والیسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے یہی واسطے احد مین یہ
مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھین کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَلِيُمَحِّصَ۔ یمیز۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کردے
جو تمھارے دلون مین ہے۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بما فی القلوب لا یخفی علیہ شیٔ وانما یبتلی لیظہر للناس۔ حال یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہے ذات الصدور
کے ساتھ ف یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر
ہوجاوے یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہوجاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوے ہین ور دانشمند نے
اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہوگیا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا۔ عن القتال۔ مِنكُمْ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری۔ یعنی لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین۔ جمع المسلمین وجمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سواے بارہ آدمیون کے
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ۔ ای ازلہم الشیطان۔ بوسوستہ سواے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسے سے بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا۔ من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہے کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہے اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالیٰ نے انکا یہ گناہ یعنے میٹ دیا۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ۔ للمومنین۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے یعنی مومنون کے واسطے
نہ کافرون کے واسطے۔ حَلِيمٌ۔ حلم والا ہے۔ یعنی گناہگارون کو جلدی نہین پکڑلیتا ہے بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہے اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وعاۃ و وکلاۃ جمع داعی و ہادی و والی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ ۱۲ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور سراج میں
تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ آدمی مہاجرین سے بایں نام لکھے کہ ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تینتیس ۳۳ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہر احادیث میں حصر مقصود نہیں ہے چنانچہ
شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو ۹ آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازبؓ سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد و رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث
جابرؓ میں گیارہ ۱۱ مرد انصاری اور بارھویں طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ
اور حدیث بخاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں - اور ثابت ہے
کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ
کو قسم دلائی کہ تم اسمیں شریک نہ ہو - اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہے
کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور ما بقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو ۹ آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی پر چڑھ جاتے جاتے وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالی اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل
زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذرا سی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حارث بن صمہؓ
سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑکھڑا کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھا لے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا - اسکی قوم نے کہا کہ تجھ کو کوئی خوف نہیں یہ تو چھیل سا گیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہائے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونوں
گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا - آخر وہ مردود بطن رابغ میں ہو کر مر گیا
اور واقدیؒ نے محمد بن اسحق کے واسطے سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے
آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ
فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے ذکر کرکے لکھا کہ صحیحین میں ابو ہریرہؓ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا غضب شدید اس پر جسنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالی کا اس پر
جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا - وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والوں پر سال نہ گزرا کہ وہ دو ہلاک
ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے - بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسل روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ
رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے مشرکوں سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکوں کی طرف چلے راہ میں
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہاں جاتے ہو - میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہکر روانہ ہوے اور لڑکر شہید ہو گئے
رضی اللہ عنہ - یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود جبال لیا پارہ کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانون مین ایک دوسرے کو خبر نہوئی متفرق ہو گئے چنانچہ ابو داؤد طیالسی
کی روایت مین صاف ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مین نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہی کہ آنحضرت صلعم دونون سعد کے بیچ مین ظاہر
ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ مین تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا
ہی کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہی کہ ظاہر لفظ بارہ[۱] آدمی پر محمول کرکے یہ دھوکا نہ کھاوین کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ
گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و متردد ہوتے ہین فافہم۔ ہان حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والون مین تھے اور عبدالرحمٰن بن
عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ مین روز احد مین بھاگا و تھا۔ جسکے جواب مین حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے
کیون عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہی کہ مین
اس طریقہ کو بجا لانے کی طاقت نہین رکھتا ہون اور تمسے بھی اوکہین ہو سکتا ہی کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا
اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا کہ قریش ہین بولا کہ شیخ کون ہی بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ مین آپ سے ایک
سوال کرنے والا ہون آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ مین آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہون کہ آپ جانتے ہین
کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہان۔ بولا آپ جانتے ہین کہ بدر مین شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان مین
شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اوشخص یہان آ کہ مین تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان
کر دون عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہونا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت
مین حضرت صلعم کی دختر تھین جو مریضہ تھین انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر مین حاضر ہوا اور
عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان مین موجود نہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ مین کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے
عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس
رسول اللہ صلعم نے اپنے بائین ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہی اور اپنے داہنے ہاتھ مین مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہی پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب
ان جوابون کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمین کوئی شک نہین کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگون کو جو فرار کر گئے تھے معاف
کر دیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہی کہ مسلمانون کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد مین بہت اور با سامان
تھے واللہ اعلم اور سراج مین کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا معتبر ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہا اپنے بھائیون کو جب سفر کو نکلے ملک مین

أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ
یا ہوئے جہاد مین کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالیٰ یہ بات حسرت انکے دلون مین

وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ ٩
اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہی اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام خوب دیکھتا ہی اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ مین یا مر گئے تو بخشش

[۱] عشرہ مبشرہ … ۱۳۲

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ○
اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہو گے
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا - ای المنافقین - اے ایمان والو تم کافرون کے مانند ہو جیو ف
یعنی منافقین کے مانند نہو جیو - جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے
تو نہ مرتے - اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا
اور دوم - وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ - ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا - حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی
شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا - اور بھائیون سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ
جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپسین بھائی ہین اور اول ظاہر ہے - اِذَا ضَرَبُوْا - سافروا جب
انکے بھائیون نے سفر کیا - فِی الْاَرْضِ - فماتوا - ملک مین پھر سفر مین مر گئے - اَوْ كَانُوْا غُزًّى - جمع غاز فقتلوا - یا انکے بھائی جہاد کرنے
نکلے تھے پھر مارے گئے کہ - لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا - اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے
ف یہ اُن کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع
کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرین نے کہے - ای لا تقولوا کقولہم - یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہا اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجیو جیسے منافقون کا حال ہے
کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لاعلاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ
تعالی نے ان دنیاوی دلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا - لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ - القول فی عاقبۃ امرنا کرے اللہ تعالی یہ قول انکے انجام
کار کے حق مین - حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ - حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے
گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول اثر حسرت و وبال ہو جائیگا اور بعض مفسرین نے کہا کہ در
صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا اثر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ
انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تا کہ یہ قول فقط
انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے - پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ - وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ - اور اللہ تعالے ہی زندگی دیتا اور موت دیتا
ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود - پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے - مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی
قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالی کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالی اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور
بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء لتحتیہ ابن کثیر
و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابرینکہ وعید کافرون کو ہے - بَصِيْرٌ - فیجازیکم - اور اللہ تعالی جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر منافق کرتے ہین)
خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا - وَلَئِنْ - لام قسم - یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط - قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ای الجہاد - یعنی جہاد مین - اَوْ مُتُّمْ - بضم المیم و کسرہا من مات یموت و یمات ای اتاکم الموت فیہ - یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات
یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ یکسان یعنے
راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو - لَمَغْفِرَةٌ - کائنۃ - مِّنَ اللّٰهِ - لذنوبکم - وَرَحْمَةٌ - منہ لکم علی ذلک

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ - من الدنیا بالنار والبیار الیتہ وہ مغفرت جو حاصل ہو اللہ تعالی کیطرف سے تمھارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہو اللہ تعالی کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہو اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (درمنثور) یجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہو یا جمع کرتے ہیں کفار در صورتیکہ قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہو) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہو اور خیر مما یجمعون اسکی خبر ہو اور یہ جملہ جواب قسم ہو اور لمغفرۃ موضع فعل میں ہو پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہو اس کے قائم مقام کافی ہو۔ لمغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولی یہ ہو کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت ورحمت بھی اس تمام سے کہیں بہتر ہو جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہو جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کر لیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح میں ہو کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہو قد کرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ چیز لوکہ تم جا ہو کسی طرح مرو خواہ مخواہ مر جاؤ کے اور جب مر وگے تو ضرور اللہ تعالی کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منہ لیکر جانا بہتر ہو۔ وَلَئِنْ - لام قسم - مُّتُّمْ بالوجہین - یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہو - اَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد میں یا کسی اور طرح مرو - لَاِلَى اللّٰهِ - لا الی غیرہ - تُحْشَرُوْنَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالی ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

سو کچھ اللہ کی مہر ہو کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلوں کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدۃ - یعنی ما زائدہ ہو جیسا کہ قتادہؒ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہو عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے لاتے ہیں جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم - اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ یا محمد لَهُمْ - ای سھلت اخلاقک لہم اذا خالفوک - یعنی پس اللہ تعالی ہی کی جانب سے رحمت ہو کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھوں نے تیری مخالفت کی اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہو رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہیں کی - وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا - سیئ الخلق - اور اگر تو بد خلق ہوتا - غَلِيْظَ الْقَلْبِ - جافیا و اغلظت لہم - سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانْفَضُّوْا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج میں کہا کہ قفالؒ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمیں اور انمیں طمع کرے۔ فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھوں نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہوں کی تاکہ میں انکو بخش دوں - یہ کامل خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظ نہ ہونگے
نہ غلیظ القلب اور نہ بازاروں میں بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے
نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کر دیا پھر یہاں کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ میں بخشدوں جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا
یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان
اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا وَشَاوِرْهُمْ۔ استخرج آراءہم۔ فِي الْأَمْرِ۔
اے شانک من الحرب وغیرہ تطییبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ
میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہوجاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگوں سے
بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلوم ہے کہ آپکے
رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا
یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمیں فقہاء کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ
تعالے کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمیں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے
باطل ہوگئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی و اسکا رسول اس سے بے پروا ہیں ولیکن اللہ تعالی نے اسکو میری
امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری امت میں سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو
نہ چھوڑیگا اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمیں خلاف نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول
کرنا روا ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہما مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض
کی شان میں اتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنوں کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اسمیں تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونوں وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر رض ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے
ہیں کہ حضرت صلعم کے دائیں وزیر ابوبکر رض اور بائیں عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے دائیں حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوئے علی
ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امرار اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اسمیں دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس
حجت ہے فافہم۔ فَإِذَا عَزَمْتَ۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تونے عزم کر لیا اس چیز کے عمل میں لانے کا جو
بعد مشاورت کے ٹھہری ہے۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ ثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالی پر نہ اس مشاورت پر
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ علیہ اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالے پر ف
یہ اصل میں توکل کے معنے ہیں کہ اللہ تعالے پر بھروسا ہو اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالی پر اور اسی کے سپرد کر دینا اور شیخ
ذو النون مصری رح نے فرمایا کہ خلع ارباب وقطع اسباب یعنی سوائے خدائے تعالی کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان وہم
اپنیر بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹنا

دنیا قال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رای سے مشورت لے کر اس کی
پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی ۔
حالانکہ یہ وہم وغلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عز وجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھ کر بجالاوے
اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالی ہی کے بس در ہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے نزدل سے پورے کرنے کی طرف اس طرح دل
لگاوے کہ انکے بے پورے ہوتے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہو جائیگا کیونکہ یہ حماقت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جب تجھکو
جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا نہ ہوگی تب نہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالی ہی پر اعتماد کرو بیان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل
تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سوائے فقیرون کے کون کر سکتا
ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ۔ اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ
کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن وامید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط و سرور و نور
مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عز وجل کے
کمال حکمت ولطف مین سے یہ ہی کہ حضرت صلعم کو خلق انبساط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی
اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح واشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم
اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالی مین موجود ہی قولہ تعالی ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من
حولک ۔ اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنی فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بتکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالی ہی کی طرف سے لطف وکرم پر پیدا ہوئے تھے ۔ اسین صحابہ رضی اللہ
عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنی نبی صلعم اگر ابتدا احکام حقائق کے اندر انکا وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہو جاتے اور راہ کے آداب
حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقایق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو در حقیقت انپر
واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالی کے کلام مین ہی قولہ تعالی فاعف عنہم واستغفر لہم ۔ یعنی عفو واستغفار تو انکے واسطے اللہ تعالی کا
مسامحہ ہی پس تو نے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے
گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین
ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین ۔ انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت وارادہ مین
ہین اور تو محل توحید ومشاہدہ ازل وابد مین ہی ۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ۔ اے نبی تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے
انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجھپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق
سے اعلی تھا تو اسپر مروت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی وعفو واستغفار کا حکم دیا ۔ حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت
لہم ۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی ومدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے
لیے نرم ہوا اور اللہ عز وجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات ہوتی کہ اللہ عز وجل نے اپنی طرف سے اسکو
نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی صلعم کو نرمی وشفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کردیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم یہ باین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہے قال المترجم مراد یہ ہے کہ لنت لہم - تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہین بلکہ وصف الٰہی ہے - فافہم - کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور ادائے رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجودیکہ غلبۂ سلطان کا تقاضا یہ تھا کہ جس میں سراپا غرق تھے اور تمام اوقات مین آپ پر مستیلا وحق تھا پس اگر ایسی قوت آلٰہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالٰی نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو نہین دیکھا کہ کلام الٰہی سنے ہوے چونکہ دیر ہوئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور بالہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - قولہ تعالٰی وشاورہم فی الامر یعنی جس وقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل مین آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو وقائع کہ تقدیر الٰہی عزوجل آئندہ ہونے والے ہین انہین ایسے مشورہ لین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین تفکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر برابر ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین مین آپ کی مدد کرین - پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت مین ہوے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عزوجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالٰی کے واسطے جو سیر کہ اللہ تعالٰی کی طرف ہے اسمین مجرد اللہ تعالٰی کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ - کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ

اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسہ کا حکم دیا اور فرمایا

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ

اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑ دے تو کون تمہاری مدد کریگا اس کے

بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ○ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ ۚ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ

بعد اور اللہ تعالٰے پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپاویگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ - یعنکم علی عدوکم کیوم بدر - اگر اللہ تعالٰی تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا - فَلَا غَالِبَ لَكُمْ - تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہے - وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ - یترک نصرکم کیوم احد - اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا - اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا - فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ - بعد خذلانہ ای لا ناصر لکم - تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمہارا کوئی مددگار نہین ہے - اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرماتے ہین مومنون پر لطف ورحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم - وَعَلَى اللّٰهِ - لا غیرہ - فَلْيَتَوَكَّلِ لیثق - الْمُؤْمِنُونَ - اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو - اللہ تعالٰے ہی پر نہ

دوسرے پارہ یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کریں۔ اور متوکلین کی تعریف میں بہت سی احادیث صحیح
وارد ہیں اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار میں سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت میں داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے آیندہ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
میں سے ایک سرخ مخمل کملی گم ہوئی پس بعض لوگوں (منافقوں) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابو داود وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس اور ابن جریر کی روایت میں مصرح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ
میں نازل ہوئی کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب میں بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہد نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت میں سے گم گئی منافقوں نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہیں اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہیں کہہ سکتا ہے قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ ۔ یخونون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذالک۔ یعنی نہیں شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنی خیانت کرے مال غنیمت میں پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن وغیرہ نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے امین ٹھہرایا ہے خیانت اسکی شان نہیں ہے اور عموم نفی کی عبارت کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہیں تو بھلا خاتم النبیین فضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان میں یہ گمان محض کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے وتطہیر و تنزیہ شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل یعنی
یوں غلول نہیں کر سکتا کہ لشکر میں سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہی ہیں جو محی السنۃ
نے معالم میں مقاتل سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ میں نازل ہوئی بایں معنے کہ تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہمکو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدیں کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم نہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہیں ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا میں نے تمسے عہد نہیں لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو بولے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیوں کو وہیں چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمھارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمھارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ ایک قرارت میں بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہیں کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہیں کہ کسی نبی کے اصحاب میں سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ حاملا لہ علی عنقہ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاویگا یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے سراج میں کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ یعنی اموال زکوۃ آتش جہنم میں گرم کرکے
انکے سے ان لوگوں کے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوۃ نہ دینے والوں کے ایسی ہی اس آیت میں ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ نپاؤں کوئی تم میں سے مجھے اس حال میں ملے کہ قیامت میں اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو بانی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس میں اس سے کہدوں کہ میں تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے پہونچا چکا تھا۔ محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلم نے کہا کہ ظاہر مقصود نہیں بلکہ

تشدید و وعید ہے نظیر اسکی قولہ تعالیٰ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
دانہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو قیامت میں لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہیں
ایسے ہی یہاں غرض یہ ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالیٰ نے مقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ شیئا ۔ پھر پھر پورا دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت میں بہت احادیث وارد ہیں شیخ ابن کثیر نے کلام دراز سے
انکو نقل کیا مگر میں بہت مختص لاتا ہوں کہ ابو رافع کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو میں نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اُسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال میں ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد اور عمر بن الخطابؓ سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں میں نے اسکو آگ میں دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگوں میں پکار دے کہ نہیں داخل ہوگا کوئی جنت میں مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی اور سالم بن عبد اللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبد الملک کے ساتھ ارض روم میں تھے وہاں کسی شخص کے اسباب میں غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب میں ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالم رح سے فتوی لیا انھون نے بواسطہ عبد اللہ بن عمرؓ اپنے باپ کے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع میں تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی کہا کہ اسکو مارو۔ رواہ احمد والترمذی
وابو داود ۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالم کا فتوی ہے اور ایسی ہی
سزا حسن رح وحضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور مقتضاے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہے اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی وجمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب نہیں جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی اور کہا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہیں جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم۔ جدال میں سے ایک جدال النفس مع شیطان ہے وعلی ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینہ ہے جو عارفون کے دلوں میں نور سبحانہ کے تجلی
سے واقع ہوتی ہے جبکہ وہ اس حادثہ مخلوقات سب سے بیانتہا پھر کر جلال باری تعالیٰ عز و جل کی طرف توجہ لاتے ہیں اور اسکی عظمت وکبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہیں پھر جب نور بسط ورجا کے ساتھ اسکو الٰہی تجلی سے انس ہوتا ہے تو اس سے ارواح کو تقویت ہو جاتی ہے پس انکو حول
وقوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت میں لطف ورحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہیں بسبب سطوت اسکے کہ سبقت
رحمتی علی غضبی ۔ اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے ہیں اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے میں
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک ۔ پناہ مانگتا ہوں میں تیری رضامندی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھسے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مریدوں میں تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین میں یہ کہ گویا مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے تو یقین کو
بڑھا دے اور عارفون میں اسکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہیں بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہنچتی ہے
جو اپنے حول وقوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب میں اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا۔ تو وہ مردود
ہے اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ اشباح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

جاتا ہے کہ بنیصرکم یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے ۔ اور کہا گیا کہ مددگاری فتح تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر تیرا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے ۔ اور نصرت الٰہی سے جو چیزین فتنہ پرواز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہوجاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہے جو شبہات سے خالص ہے یعنے وہان اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہے ۔ قولہ تعالی وماکان لنبی ان یغل اللہ عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے دل پر شریعت وطریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف وضیع کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور انھون نے حق عزوجل کے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا ۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہے کسی نبی کو کہ وحی وشریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نہ رکھے اور یحیی علوی رح نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین ہے کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَن بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالی کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ۔ وے

دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہین اللہ تعالی نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہے انپر آیتین اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور کام کی بات

وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ ۔ فاطاع ولم یغل ۔ کیا بھلا جسنے رضوان آلٰہی کی پیروی کی یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَن بَاءَ رجع ۔ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ ۔ بمعصیتہ وغلولہ ۔ کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے معصیت آلٰہی وغلول مین رجوع کیا ۔ یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا بایں طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا بایں طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہین ہے پس مفسر رح نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضبہ سے غلول کرنے والا مراد لیا بقرینہ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی وضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین رض اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین ۔ اقول یہ عام ہے یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہین ہو سکتے ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل وصحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہین ہے بلکہ خیر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۔ المرجع ہی لا ۔ یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہے اور یہی مخصوص بالذم یعنی جہنم ہے اور یہ لاجواب استفہام ہے یعنے دونون یکسان نہین ہین ۔ اور مصیر ومرجع مین فرق یہ ہے کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہے جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلا زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہے ۔ اور یہ آیت

لمن باء الخ کا بیان ہے یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہے اور وہ مرجع بہت برا ہے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہے چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین۔ عِنْدَ اللّٰهِ۔ ای مختلفوا المنازل فلمن اتبع رضوان الله الثواب ولمن باء بسخط العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہو ثواب ہے اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہے عذاب ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے اتند کشاف کے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ۔ مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات بر سبیل مبالغہ ہے بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آنکا انمین بڑا تفاوت ہے موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہے اور ایسا ہی حسن و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات یتفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اور اللہ تعالی خوب دیکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ای عربیا مثلهم لیفهموا عنه ویشرفوا به لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالی نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہے تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم نام وہ ملک جو سوا ے عرب کے ہے پس یہ اللہ تعالی کا احسان ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالی ہدی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفع مند ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہے کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہے اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہی فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہے باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہے اور باوجودیکہ بعثت عام ہے پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہے تو صحیح یہ ہے کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہے کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسہم مین انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہے اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم وزرع اسمعيل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنة بيته وسواس حرمه وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحكام على الناس وان ابن اخي هذا محمد بن عبد الله لا يوزن به فتى من قريش الا رجح به وهو والله لجاعل الله نبا عظيم وخطب جليل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب روسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ یہ مومنین پر احسان یہ ہے کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص ابنی بیج کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہے اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہے لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و آله و اصحابه وسلم۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ۔ يطهرهم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہے یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہے یعنی ایمان تو حید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہوئے

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلی تھی آپ نے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے صحابہ مین سے حضرت ابوبکر نے بھی کبھی بت نہین پوجا تھا اور حضرت عمر رضؓ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنی مین ہی مسلمان ہوے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور بتا نذریعی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک نہ چوسا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک انکے منھ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہے - وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ - اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہے کتاب یعنی القرآن وَالْحِكْمَةَ - یعنی سنت - وَاِنْ كَانُوْا - مخففہ ای انہم - یعنی ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہے کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا درمیان محققہ ونافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہین ہے جیسا کہ ابوحیان نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا مِنْ قَبْلُ - ای قبل بعثہ - اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے - لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - بین - کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانۂ جہالت مین بے علم و بے عقل و محض خانہ بدوشی وکشت وخون وحشی ومجوس وبت پرست وبھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت اعلی یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار وہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال وجمال سے مومنین وصدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقد رای الحق - یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علماے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہے ہان اسمین اشارہ ہوسکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم - اللہ تعالی نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عزوجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کردیا اور یہ تجلی محل التباس اسلئے تھی کہ آنکھون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کردیا قال المترجم کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھین ایک لحظہ مین جو کچھ حاصل ہوجاتا تھا آج وہ کسی ولی وقطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین نور سے محروم رہی تھین وہ اسقدر جلتی تھین جس قدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم پھر مومنون پر کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عزوجل کے اسماء وصفات ونعوت پہنچواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بڑی منت اپنے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کردیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاوین اور اگر اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ ان پر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہوجاتے اور راہ سے گمراہ ہوجاتے سواے ان بعض کے جو ازل مین معصوم رکھے گئے تھے قال المترجم یہان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالی کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جا بجا لکھا ہے کہ بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان وعقل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالی کو وحد جانتا ہون اسواسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالی ظاہر ومباہر ہے اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی بیجا ہے - پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوئے حالانکہ ایک سال پہلے غزوہ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا عین مقصود ہے پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہاں سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ

کیا جس وقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہنے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ لا وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ

مومنون کو اور تاکہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمہارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ

کہتے ہین اپنے منہ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اگر تم سچے ہو

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ ۔ باحد بقتل سبعين منكم ۔ کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین بایطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوئے ۔ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۔ ببدر بقتل سبعين واسر سبعين منهم ۔ حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا چکے تھے ۔ یعنے بدر مین اس طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے ۔ قُلْتُمْ متعجبين ۔ تو اب تم نے تعجب کرتے ہوئے کہا ۔ اَنّٰى ۔ من اين لنا ۔ هٰذَا ۔ الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فينا ۔ والجملة الاخيرة فى محل الاستفهام الانكارى کہاں سے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین ۔ اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے ۔ قُلْ ۔ لہم ۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۔ لانكم تركتم المركز فخذلتم ۔ کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی ۔ کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جس پر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا ۔ یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدی کا ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا ۔ اور بعضون نے کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ قول وہی ہے قابل ذکر نہین ہے ۔ ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ هو من عند انفسكم ۔ اسوجہ سے کہ تمنے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا ۔ اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکر رض کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمر رض نے انکے قتل کی رائے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکر رض کا دل نرم مانند خالب

ابراہیمؑ کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔ پس اسپر عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے
روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمد صلعم جو تمھاری قوم نے قیدیون کے حق مین کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو
حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیون کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑین اس
شرط پر کہ مسلمانون مین سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہوجاوینگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلاکر اسے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی
بند ہین کیا ہم ان سے فدیہ نہ لین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہوجاوینگے کیونکہ اسمین تو کوئی مکروہ
بات نہین ہی ۔ فرمایا کہ پھر انہین سے اُحد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس یہان جو فرمایا قل ہو من
عند انفسکم ۔ اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ مین احد کا
روز ہوا تو عذر بیچ گئے جیسا انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انہین سے ستر آدمی قتل ہوے اور
رسول اللہ صلعم کو چھوڑکر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خون
بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ۔ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا ۔ قل ہو من عند انفسکم ۔ کیونکہ تم نے فدیہ لیا رواہ ابن ابی حاتم
وکذا احمد ۔ ولکن الاول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون ومومنون کی آزمائش فرماوے ۔ اور
اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔ اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے
اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی ۔ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۔ یا حد ۔ اور جو کچھ تمکو اسدن پہونچا جس دن دونون
جماعتین مومنین وکافرین مقابل ہوکر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِإِذْنِ اللّٰهِ ۔ بارادتہ ۔ وہ اللہ کے ارادہ سے تھا ۔ وَلِيَعْلَمَ ۔
اللہ علم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا ۔ الْمُؤْمِنِينَ ۔ حقا ۔ ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا یعنی سب پر ظاہر
کردے کہ یہ سچے مومن ہین ۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۔ اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھون نے نفاق کیا ۔ وَقِيلَ لَهُمْ
ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ ۔ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۔ اور تاکہ ان منافقون کو
جان لے جن سے کہا گیا تھا جب احد مین جانے سے پھر چلے تھے کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو یعنی اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے
لڑو ۔ أَوِ ادْفَعُوا ۔ عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو تو حاصل
انکی کثرت لشکر بھی باعث ہوجاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے
اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی ۔ حاصل آنکہ اس معاملہ مین اللہ تعالے کی یہی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے
جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو ۔ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ ۔ بولے اگر ہم اچھی
طرح جانتے قتال کو تو تمھارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم
تو اچھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمھارے ساتھ آوین یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقون کا نفاق
ظاہر کیا بقولہ تعالی هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۔ آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین
ف بسبب اس کے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑ دی پس انکا منافق ہونا معلوم ہو گیا ۔ اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی
ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے بیان کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا وکانو قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

قریب

اقرب تھے اگرچہ باطن میں تو اب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے - يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ - ولو علموا قتالا لا
تبعناكم - اپنے منھون سے ایسی بات کہتے ہیں جو انکے دلون میں نہیں ہے اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے
اگرچہ منھ سے کہتے ہیں کہ لو نعلم قتالا لا تبعناکم - اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ من النفاق - اور جو نفاق
چھپاتے ہیں اس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے انکو سزاے سخت دیگا - پھر انھین کی مذمت میں فرمایا - الَّذِينَ - بدل من الذین
قبل او نعت یعنی یہ الذین - یا تو پہلے الذین نافقوا - کا بدل ہے یا اسکی صفت ہے اور یا آل واحد ہے - قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ - فی الدین ایسے
لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اپنے بھائیون کے حق میں یعنی دینی بھائیون سے جو انکے مانند منافق ہیں یون کہتے ہیں - وَ - قد - قَعَدُوا - عن الجہاد و حال انکہ
خود جہاد سے بیٹھ رہے ہیں - لَوْ أَطَاعُونَا - ای شھداء احد او اخواننا فی القعود - اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے - اس امر میں کہ بیٹھ
رہتے تو - مَا قُتِلُوا - قتل نہوتے - قُلْ - لہم - تو انسے کہدے - فَادْرَءُوا - او دفعوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ
فے ان القعود ینجی - تو اب دفع کر بچاو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہے ان کا
موت و قتل ہر ایک مقدر ہے اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتا ہے اور یہ سراج میں مذکور ہے کہ جس دن ان منافقون نے یہ بات کہی تھی کہ اگر وہ ہمارا
ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اس دن قضاے الہی سے ستر منافق مرے اور تفسیر سراج میں ہے کہ قولہ فادرءوا عن انفسکم الموت خطاب ہے فون سے
استھزا ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کرلو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے
اور جس دن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہیں سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہیں اور پھر کیون نہیں سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ یہ تو
بڑا اکرام الہی ہے کیونکہ یہ موت ہے اور جہاد میں شہادت ہے قال تعالی

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا

خوشی کرتے ہیں جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہیں ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہیں پہونچے انہیں پیچھے سے

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہین خوشوقتی چاہتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

١٦ ع ١٧ ٨ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہیں ضائع کرتا مزدوری ایمان والون کی

مترجم کہتا ہے کہ دوسری آیت میں تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہے ٹلتا نہیں ہے پھر جہاد سے ڈر کر بیٹھ رہنا
اور دیگر نافرمانیاں کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہیں اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سیوطی نے
کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی - اور حضرت انس رضی سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوئے تو آنحضرت
صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق میں قرآن اترا - بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ - پھر اسکو ایک مدت تک
پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ - اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہداء کی حیات وزندگی ورفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ
اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہداء احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل وکرامات پر دلالت
کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمہارے بھائی شہید
ہوے تو اللہ عز وجل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی
ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی
لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تا کہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین
تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عز وجل نے یہ آیات اُتارین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد وابن جریر وابو داؤد
والحاکم وصححہ وابن حمید والبیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ وانکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ وربیع
وضحاک کا ہی کہ شہداء احد کے حق مین اُتری اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا
کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ وعیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز وجل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے
بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تا کہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن
اللہ عز وجل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے عرض کیا کہ ای پروردگار میرے پیچھے والونکو
خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ والبیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح
ہی کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق مین اور عموم سب شہداء کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون پھر
مشہور اسح مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی
کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب
انصار مین سے تھے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا ۔ بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا ازقتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا
از تقتیل ہی بنظر کثرت شہداء کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ ای لاعلاء دینہ یعنی اللہ تعالے کے دین
بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو
خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ اَمْوَاتًا ۔ یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے
والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ بَلْ ۔ ہم ۔ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما فی
حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے
پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی۔ یہا نسے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل
شاہدنکے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے البتہ یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور
باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی ولیکن انبیاء وصدیقین کا ایسا قیاس نہین ہوسکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور
کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پہ دروازہ جنت پر سبز قبہ میں ہیں انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہے رواہ احمد و تفرد بہ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہے چونکہ
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث میں تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہے تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہے کہ شہیدوں کے اقسام
میں ایک قسم وہ کہ جو جنت میں انکی ارواح سیر کرتی ہیں اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہیں جو دروازہ جنت پر ہے اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ
سب جنت کے اندر ہیوں ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہے اور یہاں جمع ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ یُرْزَقُوْنَ۔ یاکلون
من ثمار الجنۃ۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ رزق تحقیقی ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا جمیل ہے
اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہے جیسے کفار فلاسفہ قائل ہیں کہ جنت فقط علمی صورتیں خوب ہیں اور جہنم نادانی کا الم ہے اور عجب کہ اس زمانہ میں بعضے
مفسد پیدا ہوئے ہیں جو مسلمانوں کے بھیس میں عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والوں کو سکھلاتے ہیں کہ اسلام میں بھی یہی معنی مراد ہیں اور تم کو
ہر چیز شراب وغیرہ روا ہے جو فطرت کی راہ سے اچھی ہے یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہے۔ فَرِحِیْنَ۔ حال من ضمیر یرزقون۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے یعنے رزق دیئے جاتے ہیں شہید بندے در حالیکہ خوش ہیں۔ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس
نعمت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی۔ وَ۔ ہم۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ یفرحون۔ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ
مِّنْ خَلْفِهِمْ۔ من اخوانہم المومنین۔ اور انکو خواہش فرحت ہے اپنے پچھلوں سے جو ابھی تک ان تک نہیں پہنچے۔ ف۔ ان کے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد میں ایک حدیث روایت ہے جس میں ہر مومن کے واسطے بشارت ہے کہ اسکی روح
جنت میں جہاں چاہے چرتی ہے اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور و کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہے چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد
بن ادریس ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالک انہ کہا کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہے جو جنت کے درختوں سے کھاتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی روح کو حشر کے روز
اسکے جسم میں واپس فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہداء سے فرق یہ ہے کہ عام مومنوں کی روحوں کی بہ نسبت شہیدوں کی روحیں مثل ستاروں کے روشن ہوتی
ہیں پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عزوجل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے ہمکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہے آمین وصلی اللہ تعالیٰ
علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر جانو کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر
بشیرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہیں۔ اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انمیں جو کرامات
شہیدوں کے واسطے رکھی تھیں وہ دیکھیں تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا میں ہیں جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی میں ہیں تاکہ جب
جہاد میں حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور
پروردگار عزوجل نے شہیدوں کو آگاہ فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوئے پس یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و
یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم۔ اَنْ۔ یہ بدل من الذین۔ یہ بدل اشتمال ہے الذین سے ای بان۔ لَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ۔ ای الذین
لم یلحقوا بہم۔ باین طور کہ نہیں خوف اترا ہے ان لوگوں پر جو انسے لاحق نہیں ہوئے۔ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ فی الآخرۃ و یعنی
یفرحون بامنہم و فرحہم۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت میں اور معنے یہ ہیں کہ فرحناک ہوتے ہیں انکی امن و فرح سے۔ اور مترجم کے نزدیک
موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہیں کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیوں کے حق میں چاہتے ہیں کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ
ایسی حالت میں ہیں کہ ہمپر خوف و غم کسی طرح نہیں ہے۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ۔ ثواب۔ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ۔ زیادہ علیہ یعنی فضل

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے نعمت اور اس پر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں
وَاَنَّ - بالفتح عطفاً علےٰ نعمۃ والکسر استینافاً - یعنے اَن بالفتح کی قراءۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہو کر لفظ نعمت پر۔ اور اِن
بالکسر کی قراءۃ پر جملہ مستانفہ ہے۔ اللہ لا یضیع اجر المؤمنین - بل یاجرہم - اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا
بلکہ انکو جزا ئے جمیل عطا فرماتا ہے۔ اور قراءت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل وفاء وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قراءۃ پر محمد بن اسحٰق نے کہا
کہ خوش ہوئے جبکہ انھوں نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پایا گیا۔ اور عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ آیۃ
اہر کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں اور کم تر اللہ تعالیٰ نے کسی کی نفضل ذکر کیا جو انبیا کو دیا اور جو انکو دیا بلکہ انکو اسکے
سمجھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے۔ عرائس البیان میں ہے قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - یہاں تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوث کدورت سے نکلکر مقام مشہور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہٗ
میں واصل ہوا اور جمع و تفرقہ سے خارج ہوا انکا فیض افعال میں اسماء کے ساتھ تفرقہ ہوا اور غیبت میں انکا اہل وحدت کے واسطے جمع ہوا اور تجلی وصول
نور صفت بھی ہوئی۔ اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد پھر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہ ہوگا چنانچہ پھر موت
و فنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عزوجل کی ابدی ہے اور اسپر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہے اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت سے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ شہود حق میں رکھا
گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بقربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ مشاہدہ میں باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی
ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت میں کہا کہ تو ایسے لوگوں کو جو راہ ارادت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوئے
ہیں یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ اپنی مراد اعلیٰ میں پہونچ گئے۔ ابن عطا نے کہا کہ اگر تم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ بےحجاب کلام کرنا سند صحیح ہے فاعرفہ۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ
جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھاؤ جو ان میں نیک ہیں

وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ○ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگوں نے کہ ان لوگوں نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم ان سے ڈرو

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ○ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ
سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالیٰ کے احسان سے اور فضل سے

١٢٩ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ○ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ
کچھ نہیں پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے

يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○
کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم انکا مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

اَلَّذِيْنَ - مبتدا - یعنی یہان سے کلام جدید شروع ہی اور یہ الذین مبتدا ہی اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہی کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا یہ
الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر ہی جملہ ہی وہ للذین احسنوا ہی جیسا کہ آتا ہی - اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ
الرَّسُوْلِ - دعاء وبالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان واصحابہ العود وتواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی
حکم مانا واسطے اللہ ورسول کے - یعنی بلانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان واسکے ساتھیون نے لوٹنے کا
ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمھارا سال آئندہ مین بازار بدر ہی - مترجم
کہتا ہی کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بیان یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانون مین سے شہید ومجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے
دیار کو لوٹے تو راہ مین اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیون نہین مدینہ پر حملہ کرکے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ
صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانون کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکون کے پیچھے چلو تاکہ مشرکون کو رعب ہو اور جانین کہ ہنوز قوت ودلیری
باقی ہی اور فقط انھین لوگون کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہین سے سب کو چلنے کو کہا سواے جابر کے کہ انکو اجازت
دیدی تھی پس مسلمانون نے باوجود زخمون سے چور چور ہونے کے حکم اللہ ورسول کو قبول کیا - پس آپ مسلمانون کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد
تک پہونچے تو ابوسفیان رعب مین آ گیا اور مشرکون نے کہا کہ آئندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ دونون ملکر ایک غزوہ شمار
ہوا اور اللہ تعالی نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ وایضا روی من طریقہ عن ابن عباس رض اور حضرت
عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ انھون نے اپنی بہن کے بیٹے عروۃ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونون باپ یعنی زبیر وابوبکر بھی ان لوگون مین تھے جنکی بنسبت
اللہ تعالی نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - کہا عائشہ رضہ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو پہونچا اور مشرکین لوٹ
گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہی پس انہین سے ستر آدمیون نے قبول کیا جنمین ابوبکر رض وزبیر
بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اور تفسیر معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی کہ آپ کے ان ساتھیون مین بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور
لادکر لیجاتا تھا پھر وہ اسکو لادکر لیجاتا تا اسطرح انھون نے اپنی جانون پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی وثواب چھوڑنا گوارا
نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس مین ہی کہ ستر آدمیون قبول کرنے والون مین حضرت صدیق رض وعمر رض وعثمان رض وعلی رض وزبیر رض وسعد وطلحہ
وعبد الرحمن بن عوف وعبد اللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان وابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہی اور
محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہمسوگند تھا راہ مین جا کر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ
بڑا لشکر ہی تم تھکے ہارے ہو پس ابوسفیان واسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ مدینہ آنے والے ملے ان کو
ابوسفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد صلعم وانکے ساتھیون سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہی تاکہ دیکھو موسم بدر مین آوین اور اسوقت واپس جاوین پھر ہم کو
وہان یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگون نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد مین پا کر پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل
اور ابو عبیدہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان
ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور باسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن وعکرمہ وقتادہ وغیرہم سے
مروی ہی کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ مین ہی - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر
کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتون کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمھارا وعدہ گاہ بدر صغری ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالی

پس یہ آیت اُسکے بیان مین ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہو کہ غزوہ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول
وہ نیک بندے جنھون نے اللہ تعالی و رسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۡ بَعۡدِ مَآ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ ۔ باوجود بعد ازانکہ پہونچی تھی
انکو قرح یعنی برونا حدسف زخم و جراحت جس کا درد و الم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ ۔ تو ان نیکون مین سے جنھنے
مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوۡا ۔ مخالفت اور اللہ تعالی یا اسکے رسول
کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۔ ھو الجنۃ۔ اجر عظیم ہو وہ جنت ہو۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہو اور
فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ و ثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالی نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ
تعالی اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ
النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَكُمۡ ۔ تمھارے لیے جماعت جمع کی ہو لوگون نے ف ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے
مقابلہ کے لیے جمع کیا ہو۔ فَاخۡشَوۡهُمۡ ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا
پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالی پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ
اور کہنے لگے کہ اللہ تعالی ہمکو کافی ہو اور وہی اچھا وکیل ہو ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالی نے ان کو
نعمت دنیا و آخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہو کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلا مر الظہران پر آیا پھر اللہ
تعالی نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا
پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہو پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہو ہمکو سال فراخ چاہیے ہو کہ اسمین دودھ
ہین اور یہ چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہو کہ وہ آوین اور
مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ تو انکو ڈراکر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نہ نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل
بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہو اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین
اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغری کا وعدہ کیا ہو بولا کہ تمھاری رائے بہت بری ہو وہ تمھارے
یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھسنے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہو واللہ تم مین سے کوئی
بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہو پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤن گا
اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے
قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہو کہ ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہو فقط ثعلبی نے نقل کیا ہو اور
سہیلی اسی طرف گیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اسپر وارد ہوتا ہو کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہو لہذا
اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہو کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہو۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہو اور جیسے قولہ
تعالی ام یحسدون الناس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے
مراد گروہ عبد القیس ہو جسکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہو مگر اسمین انقطاع و ابہام ہو
اور الناس گروہ عبد القیس ہو قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان و اسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہو

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو- مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ- سو اسطے
کہ بھکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر روکے- قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھادیا قولہ ایمانا
تصدیقًا باللہ ویقینًا- اللہ تعالی کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مراد یہ ہے کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور نہ اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالی پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانیت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جہ سے
اسکی طرف نسبت کردی- واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہین- حدیث مین ہے کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہو اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرلے تو اللہ تعالی اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہے- (اسنادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے جیسے مفسر نے لکھا- وخرج النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان واصحابہ (ھ) یہ برکت ہے جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہے چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے
انسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل- ہر خائف کے لیے امان ہے رواہ ابو نعیم- اور روایت ہے کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالی اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہے (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرج النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارات فباعوا وربحوا- یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر مین پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دل مین واسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالی نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع اور آٹھ
روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالی- فَانْقَلَبُوْا- رجعوا من بدر- بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ- بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ- من قتل اوجرح- پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ)
نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ- بطاعۃ رسولہ فی الخروج- اور
انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالی کی (بایین طور کہ جہاد کے لیے جاتے ہین اللہ تعالی اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہے
کہ قولہ ورسولہ اصل مین بطاعتہ وطاعۃ رسولہ- تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہے لیکن مفسر نے مسامحہ کیا- وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ- علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہے اپنے فرمانبردارون پر فضل عظیم فرماتا ہے جسکو لوگ نہین سمجھتے ہین مترجم کہتا ہے کہ مفسر نے اس فاصلہ کا ربط بتلادیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہے کافرون و مومنون سب کو شامل ہے جواب یہ ہے کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہے اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہے اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن وکافر سب شامل ہین فرق یہ ہے کہ مومنون کے واسطے کرامت
ہوتا ہے اور کافرون کے لیے استدراج ہے یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پاؤن پھیلاتے ہین نظیر اسکی لڑائی کی فتح وشکست ہے چنانچہ بدر مین معجزہ کیطور
پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح ونصرت عظیم تھی حتی کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہے اور ہمارے بتون نے ہماری
مدد کی- اور اہل ایمان کو بکمال آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی جرأت کی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت سے جمع ہین

یعنے تمام کام کا انجام انھین کے اختیار پر ہے اور قبضۂ قدرت مؤثر حقیقی نہین ہو تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ القائل لکم ان الناس الخ۔ یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ۔ لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جماؤ کیا ہو۔ تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ الشَّیْطٰنُ۔ شیطان ہو کہ۔ یُخَوِّفُ۔ کم۔ اَوْلِیَآءَهٗ۔ الکفار۔ ڈراتا ہو (تمکو) اپنے دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہو کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہو چنانچہ مجاہدین کا کافرون کی کثرت و غلبہ کا خوف دلاتا ہو اور زکوٰة دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما مر اور مجاہدین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا۔ الحاصل یہ شیطان ہو کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے ڈراتا ہو۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ۔ فی ترک امری۔ پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہو۔ خافون در اصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہو اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہو اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع در اصل محبت کا لازمہ ہو۔ پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالیٰ۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ حقا۔ اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو۔ یہ جزا محذوف ہو ما قبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہی مقام امتحان رکھا ہو اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہو کہ تصرف کر سکے ولیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہو پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہو اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہوکر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہو اور دنیا مین جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہو انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہو تو تمنے اسی دنیا سے انکو لیا پس انصاف کر لو اور دنیا کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و ما فیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہو۔ (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہو جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہو (ف) عرائس مین ہو کہ قولہ تعالیٰ الذین استجابوا للہ والرسول یعنی حق عز وجل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہو کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسواسطے کہ اللہ عز وجل کے انوار صفات کے آثار آپ پر موجود ہین۔ اور اسمین اشارہ ہو مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہو اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ وثوق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابهم القرح۔ اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی استجابت تو یقین وحدانیت ہو اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی ممانعتون سے پرہیز کرنی یعنی بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہو قولہ تعالیٰ للذین احسنوا منهم واتقوا اجر عظیم۔ جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہو تقویٰ یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہوا سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد حق کو قبول کیا۔ اور اجر عظیم یہ ہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر رکھا ہو اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدون ہجر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم-یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہر و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہو یعنی حق عز وجل کی مجاورت ومشاہدہ ہین انکو درجہ ملیگا اور استاد حزنے فرمایا کہ حق عز وجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہین انکی حفاظت کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حق تعالی صفا در حق ربوبیت ہے اور استجابت رسول صلعم وفا در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہے کہ استیاء سے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہے پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل-کہکر مستقیم ہوئے چنانچہ حدیث مین ہے کہ لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبارہ زخم نہین کھاتا-ھ (المترجم) قولہ للذین احسنوا منہم احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے اور روہ مشاہدہ ہے واتقوا-پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجکو دیکھتا ہے اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہے-اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہے-قولہ تعالی فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین-پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالی نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور پاک کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے-چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین-اور جس وصف کمال کا اللہ تعالی مستحق ہے اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہے اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہے-ایمان کے خوف و امید کو محل ہے-ان مین وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہوگیا تو انوار ہیبت ظاہر ہو جاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہے-ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالی کے ساتھ شرک کا محل ہو جاتا ہے حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہے اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہے اور یہ شرک خفی ہے-اور واسطی رحنے کہا کہ ایمان کی شرطین مین سے خوف ہے اور علم کی شرطین مین سے خشیت ہے اور یہی اشارہ ہے بقولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء-اور ابن عطاء رنے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا اسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا [حجت امینیر خوف ۱۲] گویا کہ ایمان خوف و امید کے درمیان ہے (ع) پھر اللہ تعالی نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون ومنافقون کے ذمائم وقبائح پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھکو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑ سکینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہے جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہے اور نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہے

لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تاکہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ

کہ تمکو خبردار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ - بضم الیاء وکسر الزاء وبفتحها وضم الزاء من حزنه لغة فی احزنه - یعنی نافع کی قراءۃ میں یُحْزِنْ بضمہ یا وبکسرہ زاء معجمہ از باب افعال ہے اور باقیون کی قراءۃ میں یَحْزُنْ بفتح یا وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا اسکو جو احزنہ کے معنے میں ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی - بہرحال معنے یہ ہیں کہ نہ غمناک کریں تجکو - الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ - جو مسارعت کرتے ہیں کفر میں - ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وہم اہل مکۃ والمنافقون ای لانہم لکفرہم یعنی گرتے ہیں کفر میں جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم میں نہو جا انکے کفر کرنے سے اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عز وجل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذہب نفسک علیہم حسرات - اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم الآیۃ - پس اللہ تعالی نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ تھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کندے ہوں پس اللہ عز وجل نے دونوں باتوں کو یہاں دور فرمایا کہ - اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا - بفعلہم وانما یضرون انفسہم - یعنے وہ کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالی کو اپنے فعل سے یعنی کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالی انکا ناصر ہے ان یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا - نصیبا - فِي الْاٰخِرَةِ - ای الجنۃ فلذلک خذلہم - اللہ تعالی چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ آخرت میں ف یعنے جنت میں پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا - حاصل آنکہ اللہ تعالی کی مشیت وارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہوا ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالی کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادہ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور آئمین دلیل ہے کہ خیر و شر بارادہ الٰہی ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے - آور غایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی حکمت نہیں معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالی صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور یہاں کافرون کی سکا فات بعدل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین تھے پس یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادہ الٰہی انکے حق میں حکمت کاملہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول و کافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - فی النار - انکے واسطے دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھون نے ایمان و آخرت کو چھوڑکر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر خس خریدلیا تو یہ خود خس لائق جہنم ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ - ای اخذوہ بدلہ - جن لوگون نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونون میں سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ - بکفرہم - شَيْـًٔا - تو وہی لوگ ہرگز کبھی ضرر نہ پہونچا سکیں گے اللہ تعالی یعنے اولیاء اللہ تعالی کو بسبب اپنے کفر کے کچھ بھی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہے یعنی جسکو اپنے لیے خریدا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے ہکذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املاءنا لهم بتطویل الاعمار وتاخیرهم - خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ - وان ومعمولها سدت مسد المفعولین
فی قراءة التحتانیة ومسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر وابو عمرو وعاصم وکسائی ویعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لهم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ نہ پکڑتے ہیں تاخیر دی) یہ بہتر ہے انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافروں کو - اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لهم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے - پھر مفسر رح نے املاءنا لهم یعنے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے - اور املاء بمعنے امہال وتطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسه - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - اسلیئے تو خیال مت کیجیو ان لوگوں کو جو کافر بنے ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا - بکثرة المعاصی ہم تو اسواسطے املاء کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھاویں گناہ بسبب کثرت نافرمانیوں کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ - ذو اهانة فی الآخرة - اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے - مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ - ایها الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیره
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہے جسمیں مومن ومنافق سب شامل ہیں (اور معنی یہ ہیں کہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالی چھوڑ دیوے
مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہو اے لوگو کہ مخلص وغیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حتی
يَمِيزَ - بالتخفیف والتشدید یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقة المبینة لذلک ففعل ذلک یوم
احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کر دے - ف یمیز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز جبکہ دو چیزوں میں
فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءۃ ہے بمعنی آنکہ یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے باینطور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ انسے دونوں الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ میز یمیز تمییز از تشدید ہے جب دو چیزوں سے زیادہ
ہوں تو کہتے ہیں امیز بینہما - ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین ومنافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیره قبل التمییز
اور نہیں ہے اللہ تعالی کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیوں خبیث وطیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہے اسکو تم نہیں جان سکتے ہو اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالی نے یہ نازل فرمایا - ہکذا - اورده ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لائق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ - فیطلعه علی غیبه کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین ولیکن اللہ تعالی

برگزیدہ کرتا ہو اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہو ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہو جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہو تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کر دون آپ منع فرماتے کہ نہین اے عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذو الخویصرہ خارجیون کا جد اعلیٰ تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہو اور علما نے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہو اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہو یہ جزوی علم غیب ہو حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہو اسپر آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالیٰ کے نہین ہوتا ہو اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عزوجل کے اور کوئی نہین جانتا ہو اسواسطے کہ وہ تو علم ہو جو صفت باریتعالیٰ ہو اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہو۔ اور بسا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہو کہ بندہ خاص اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہو اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہو حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہو لیکن آپ ذرا تحقیق تو کر لین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی براءت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا حالانکہ روایات سے ثابت ہو کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہو کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہو اور خوف کفر ہو اگر تاویل نہو اور جو شخص یہ کہتا ہو کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیلؑ آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور غفلت کی ہو جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہو اسمین یہ ہو کہ فعلمت ما فی السموات و ما فی الارض۔ یعنی مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہو۔ الحاصل جہانتک اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا النفاق فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو یعنی نفاق سے) تو تمھارے واسطے ثواب عظیم ہو ف عرائس البیان مین مذکور ہو کہ قولہ تعالیٰ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور انکو خوف دلایا پھر اللہ عزوجل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن اندوہ جو غیر کی طرف سے متصور ہین جاتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت مین استحکام ہو تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین۔ واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہو اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہو قولہ تعالیٰ انھم لن یضروا اللہ شیئا۔ یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہو اللہ تعالیٰ کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہی قولہ تعالی وما کان اللہ لیطلعکم علے الغیب - اللہ تعالی کے یہاں چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر - پس غیب ظاہر تو وہی ہی جس کی اللہ تعالی نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہی اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہی لیکن حد ثقامت پیدا ہونے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہی اسواسطے کہ الیقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب بایں معنے خطاب اضداد ہی - اور غیب باطن سو وہ غیبات جبروت کا ہی جو مقدر کرکے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہی اور غیب الغیب تو وہ فعال ہیں صفات کا غیب ہی اور یا بمعنی یہ خطاب مریدین کو ہی اور سر الغیب تو وہ صفت ہیں نور ذات ہی اور یہ خطاب محبین کو ہی اور غیب السر تو وہ عینیت قدم ہی کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا - پس قولہ تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - میں خطاب تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین اور صدیقین وعارفین موحدین کو ہی پس اس سے یہی غیب مراد ہی جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہی کہ کوئی مخلوق اسکو ادراک کر سکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایک قرب خاص ہی جسکو میسر ہیں اور وہ اس طرح کہ انہیں سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا اگرچہ بصفت ادراک احاطہ نہیں ہوا اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسی وموسی وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہی - اور یہ دوسری آیت میں مشرح ہی کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہی جو اپنے اوصاف سے فانی اور وحدانیت حق سے متصف ہو اور ظاہر کردیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کردیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم الغیب ہی اور حکم بر غیب ہی جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عز وجل کی طرف سے خبریں فرمائیں جو دنیا وآخرت کو شامل ہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ط بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہی انکے حق میں بلکہ یہ

شَرٌّ لَهُمْ ط سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

برا ہی انکے حق میں عنقریب طوق ہوکر پڑیگی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہی آسمانوں وزمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ع

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہی

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنے بتاء فوقیہ ابو عامر ونافع وحمزہ کی قراءت ہی پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا (مت خیال کر ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالی نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہی) اور بیاء تحتیہ باقیوں کی قراءۃ ہی پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہی - الَّذِينَ يَبْخَلُونَ - بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جسنے ہر مال کو

دیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلایگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور
بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
اپنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کچھ بڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر سمجھے اور طریق شرعی سورۂ بقرکی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہوچکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوٰۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باینطور کہ اسکی زکوٰۃ نہ دے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعالے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ستاون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا قرضہ ہو کہ
اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین اگر وہ یہ مال پیچھے زکوٰۃ نہ دے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوٰۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علماء کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو نہ دے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی۔ سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی از انجملہ زکوٰۃ ہی۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون تو اس
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ از انجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسے فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ اے بخلهم۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان والضمیر للفصل والاول بخلهم مقدر قبل الموصول علی الفوقانیۃ وقیل الضمیر علی التحتانیۃ یعنی خیر اگو نصب
ہے اسواسطے کیہ لاتحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قرأۃ لیجاوے اور ضمیر ہوئے چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہوسکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنا بر قرأۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولاتحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنا بر قرأۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولایحسبن الذین یبخلون بخلهم ہو خیرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاریٰ کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب آلہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ التعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ ای زکاتہ
من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوٰۃ مال جس سے مراد مال ہی اور جملۂ نیز لہم کی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بان یجعل حیۃ فی عنقہ تنهشہ کما ورد فی الحدیث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بناکر انکی گردن مین ڈالاجاویگا یہ بطور

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ گنجا کرکے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زہر گنجا بنایا جاویگا جو اسکی گردن مین طوق ہوگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیہ۔ رواہ البخاری و ابن حبان۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوٰۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہی ہی کہ بغیر زکوٰۃ کے کل مال محتمل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسرؒ یہ ہی کہ بقدر زکوٰۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور باسناد اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمدؒ و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط ترک زکوٰۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوٰۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی باسب سے اعلی ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیقت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؒ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالی نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کرجاوے اور اسکی محتاجی مین ملے تو یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے زہر الا لون والا نکلیگا جو اسکے پیچھے ہو کر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا و قد رواہ عن ابی قزعہ عن ابی مالک العبدی موقوفا و عن ابی قزعہ مرسلا اور مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم۔ بالجملہ یہ حال وعذاب ان لوگون پر ہی جو مال کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا۔ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا دلاء وعتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالی پس یہان میراث کے یہ معنی ہین جو مفسرؒ نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالے ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنی تصویر ہوسکتی ہی کیونکہ اللہ تعالی اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی نہین ہوسکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالے انا نحن نرث الارض ومن علیہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالی وارث ہی اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین ۔ یعنے بتقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی۔ اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا واورثناہا قوما آخرین - اور اورثنا الذین استضعفوا الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا ۔ یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہوسکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسیکے وارث نہین ہوتے اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین حسینؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی عمل کیا ہی ابن الانباری نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہو العبدانہ اسکہ خالد مین شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالی ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز وجل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور صحیح فرمایا کہ سب آسمان و زمین و دیگر مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور کیا کم ہی کہ اپنے ہی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالیاء والتاء خَبِيْرٌ - فیجازیکم یہ جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء
فوقیہ اور بیاء تحتیہ دونوں قراءتیں آئی ہیں مگر قراءۃ اول اکثر قراء کی ہے اور اسیکو مفسر رح نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور
بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ میں وعید سخت ہے اور دوسری قراءۃ ابوعمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت میں یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالیٰ خبردار
ہے جو وہ کرتے ہیں پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی رح نے
ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رح نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والوں سے اشارہ لیا اور یہ
جان لینا چاہیے کہ اس صورت میں سیطوقون کے معنی وہ نہیں کہ انکی گردن میں طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنی ہیں کہ جہنم میں طوق و زنجیر سے
جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھوں نے کہا اے مکلفون تا بتیان ما بخلوا یعنی
انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اسباب لاویں جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو میں کہتا ہوں کہ شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں
ان لوگوں کو زجر کیا جو مریدوں و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہیں اسلیئے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیر دل کو ورطہ امتحان سے چھڑا دے اور
ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والوں پر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا انکے دل میں رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عز و جل نے حکم فرمایا و اما
بنعمۃ ربک فحدث - یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تجھپر فرمائی ہیں انکو بیان کر - پھر جو شخص یہ کر سکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عز و جل کی بہتری
کے خواہان رہے وہ کیوں ایسا نہ کر سکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق میں خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ رض نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا
کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہیں اور سخاوت کی شاخ انھیں سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدوں کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا
محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفوں کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہے قولہ تعالیٰ سیطوقون
ما بخلوا بہ یوم القیامۃ - مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور
اپنے نفس کی امیدوں سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا و للہ میراث السموات و الارض - یعنی وہ تعالیٰ ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل
ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگوں کو سب سے اعلیٰ ملتی ہیں جو اسکی راہ میں اپنی جانیں خرچ کرتے ہیں پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو
نہیں دیا ہے اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ راہ حق میں سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح و کل کو راہ
حق میں خیرات کر دے اور جسنے راہ حق میں کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق میں غیر کی طرف نظر کی وہ قرب
حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے -

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ
اللہ نے سنی انکی بات جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور
قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
جو خون کیے ہیں نبیوں کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا
اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا
اپنے ہاتھوں اور اللہ ظلم نہیں کرتا ہے بندوں پر وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

وقف لازم

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن
ہم یقین نہ کرین کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھا جاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول
قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ فَإِن
مجھسے پہلے کھلی نشانیان لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیون تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ
كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ○
تجکو جھٹلاتے ہین تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیان اور صحیفے اور روشن کتابین

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ - البتہ سنا اللہ تعالی نے کشاف مین زمخشری رح نے کہا کہ اللہ تعالی کے سننے کے یہ معنی ہین کہ اسپر پوشیدہ نہین
یعنے اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہے - مترجم کہتا ہے کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے
ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہے تو ان کی غرض یہ ہے کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہین جیسے سمع اللہ لمن حمدہ مین
ہے بلکہ یہ وعید و تہدید ہے جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہین کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے یا بجملہ سننا ہمارے نزدیک
اپنے معنے پر ہے یعنی اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا - قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ قول
ان لوگون کا جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہین ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیۃ - وقالو
لو کان غنیا ما استقرضنا - اور یہ لوگ یہود تھے انھون نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا
حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہے کہ معالم وغیرہ مین ایسا مذکور ہے جو مفسر رح نے
ذکر کیا پس اگر بعینہٖ لفظ ان کافرون نے کہے تھے تو آیت مین ان کے الفاظ کی حکایت ہے اور مفسر رح نے علوم القرآن مین اسکو اس بات کی
مثال مین بھی ذکر کیا کہ قرآن مین جو آیات زبان غیر پر ہین از انجملہ یہ ہے لیکن شیخ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے روایۃ ذکر کی کہ ان کافرون
نے کہا تھا - یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض یعنے اے محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے
یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم - اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق
ایک مرتبہ یہود کے مدارس مین گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے - حضرت صدیق رض نے کہا کہ اے فنحاص تو
اللہ تعالی سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہے کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت مین موصوف ہین وہ بولا کہ واللہ
اے ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہین اور وہ ہمارا محتاج ہے ہمسے گڑگڑاتا ہے جیسے ہم نہین گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہین اگر
ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہین اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہے اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر کئی گونہ سود دینے کا
وعدہ کرتا ہے - یہ سنکر حضرت ابوبکر رض سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ مین
میری جان ہے کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہد نامہ نہوتا تو مین تیری گردن مارتا اے خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھ مین وسعت ہو۔
فنحاص وہان سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رض کیا باعث ہوا -
صدیق رض نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم اس سے تونگر ہین تو مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ
آیا مین نے اسکو مارا - پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ مین نے نہین کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکر رض کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا - لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا - از انجملہ آنکہ فرمایا - سَنَكْتُبُ - نامہ کتبت - مَا قَالُوا - فی صحائف اعمالہم
بیجازوا علیہ - یعنی ہم لکھیں گے - مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انھوں نے کہا - ان کے صحائف اعمال
میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں - پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون - وفی قراءۃ بالیاء مبنیا
للمفعول - یعنی اور حمزہ کی قراءۃ میں سَيُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے ای لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا - پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ دانا ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہیں یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ
وَنَكْتُبُ - قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ - قتلہم بالنصب وبالرفع یہ اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق - اور یہ ترجمہ اس
صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائیگا
قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق - اور اسمیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنھوں نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا - اور
قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا - وَنَقُولُ - بالنون والیاء یعنی نکتب پر
عطف ہے اور اسمیں بھی دو قراءتیں ایک بنون و دوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ - یعنے ہر قراءۃ پر فاعل
اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہ کہیں گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر - حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ
عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول - ذُوقُوا
عَذَابَ الْحَرِيقِ - النار - حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا اور معنے اس کے محرق ہیں یعنے سخت التہاب سے جلانے
(آگ یعنے دوزخ کی)
والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں - اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان
چکھو اور یہاں سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس میں
ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا - ذٰلِكَ - العذاب کائن - یہ عذاب مذکور حاصل ہوا - بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ - بسبب
اس چیز کے جو پہلے بھیجی ہے تمھارے دونوں ہاتھوں نے - یعنے تم نے چنانچہ مفسر رح نے کہا - عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول
بہا - یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں بما قدمت یداہ
فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ اے شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ و زبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ
یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے - وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ - بذی ظلم - لِلْعَبِيدِ - فیعذبہم بغیر ذنب - اور اللہ نہیں ہے ظلام
ای صاحب ظلم - واسطے بندوں کے - کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے - حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس
شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے اسپر
عذاب نہوگا - ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں و زمین و بندوں و مخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہو سکتا اور
یہی مذہب اہل سنت ہے - اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغۂ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب دیا گیا
کئی وجہ سے اول وہ کہ جو مفسر رح نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغہ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے ہیں یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں
ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز و عطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ انمیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لایخفی اور مفسر رح نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام مین اگرچہ معنے کثرت مین لیکن یہان بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت
ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ مین ظلام فرمایا پس عبد کے مقابلہ مین ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے
ظالم نہین ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض
نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا۔ چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے یعنی کثرت ملحوظ
نہین ہین۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جاتا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا
جیسے بولتے ہین کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہین بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہین سے
تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اللہ تعالی کو ظلام کہا اور اس صورت مین معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا
متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہین ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ہشتم آنکہ اثبات مین اللہ تعالی کے
صفات مین صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہین یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب ایک ہی حد کمال ہے پس نفی مین بھی
یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندون مین بہتیرے حاکم ایسے ہوتے ہین کہ ظلام
ہوتے ہین مترجم کہتا ہے تعریض یون بیان کرنا اولی ہے کہ بندون مین بہتیرے کافر ایسے ہین کہ اپنے افعال مین ظلام ہین جیسے یہودی خبیث تھے
جنھون نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھون نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا
چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً لکشاف کہا کہ اسکا عطف ماقدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ
لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہے اور یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندون کے واسطے ظلام نہین ہے۔ بایں توجیہ کہ نفی ظلم
مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہین چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ
تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہین نہ عقلاً ونہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے
انھین کافرون سے جنھون نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بد خصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِيْنَ۔ نعت للذین قبلہ یعنے
یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ قَالُوْا۔ لمحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھون نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا۔ فی التوراۃ
اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت مین کہ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ۔ نصدقہ۔ ہم نہ ایمان لاوین واسطے کسی رسول کے یعنی نہ
تصدیق کرین اس کے رسول ہونے کی حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان
جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نؤمن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے
یہانتک کہ تم ایسا قربان لاوے۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل مین ہوتا تھا اور معنے اسکے مفسرؒ نے بیان کیے کہ۔ ہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا
فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے
خواہ وہ حلال چوپایہ ہون یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل مین یہ تھا کہ وہ میدان مین رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگون کے دعا کی پس یا
قبول ہوتا تھا یا نہین پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئین کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی
یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر تحلیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الافی المسیح
ومحمد صلعم مفسرؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا گیا تھا سواے مسیح ومحمد صلعم کے بارہ مین چنانچہ سدیؒ نے کہا کہ توریت مین یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ باینطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھاجاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آوین کہ ان دونون پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کی تصدیق نکرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہے اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھاجانا موجب ایمان اسیوجہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات آپس مین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا کہ قُلْ - اے محمد تو کہہ یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ - قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ - بالمعجزات - وَبِالَّذِي قُلْتُمْ زکریا و یحیی فقتلتموہم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجھسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ - والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ - اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ - بالذی - قلتم - کو - بالبینت - پر عطف کرنے مین ایذان ہے کہ بینات یعنے معجزات جن مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہے اگرچہ اسی قبیل سے ہوا اور مفسر نے فقتلتموہم - بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا - فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فی انکم تومنون عند الاتیان بہ - پھر کیون تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو صرف اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو - پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا - فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ - وَالزُّبُرِ - کصحف ابراہیم - اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم - زبر جمع زبور ہے ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے اتری مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے - اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہر ایسا ولی ہے بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے - وَالْكِتَابِ - وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما - یعنی ابن عامر کی قراءت مین ہے بالزبر و بالکتاب - الْمُنِيرِ - الواضح وہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا - یعنی منیر معنے واضح ہے اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو اے محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا - الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہے کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا ہے عنقریب تم جانو گے کہ مرکر کس غار جہنم مین جانے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہے اور تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو سرکایا گیا آگ سے

لہ مواعظ لیے مضمون جن میں زواجر یعنی گھرکیان بدکام پر ۱۲ (منہ)

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہے البتہ تم آزمائے جاؤ گے

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالون اور جانون سے اور البتہ سنو گے ان لوگون سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

لوگون سے جنھون نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ہمت کے کام ہین

كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۔ ہر نفس موت چکھنے والا ہے جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہین کہ ذائقۃ موت جسدہا ۔ یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہین اور اگر مرتا بھی تو حالت موت مین کیا چکھیگا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجسادہا ۔ کذا قال الکرخی ۔ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ ۔ جزاء اعمالکم ۔ اپنے کامون کے بدلے ۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤگے فـ پس مومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و مشرک کا اجر دوزخ و عذاب ہے ۔ پس آیت مین وعدہ و وعید دونون ہے ۔ اور توفیہ کے معنی بھر پور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعضی ہے اور حدیث مین ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علمائے نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ ہو ذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہود یہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضہ سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المؤمنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مقولہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ امر صدقیہ سچ ہے جیسا کہ حدیث صحاح و سنن سے ظاہر ہے پس ان یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ و بعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے ۔ تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے فَمَنْ زُحْزِحَ ۔ بُعِّدَ ۔ دور کیا گیا از تبعید یعنے دور کر دینا عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نال غایۃ مطلوبہ ۔ پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پا لیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہے کہ انکے مانند و نظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالیٰ بطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عز و جل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلیٰ تر ہے اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار و ادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم و صححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیون خراب ہو جس سے ٹھوکر اور دغا کے سوا نہین ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ ۔ ای العیش فیہا ۔ یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث-ادنٰی-ہے-اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ-الباطل یتمتع
بہ قلیلاً ثم یفنی-یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا مین ہے کچھ نہین سوا ے
متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے-قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوا ے کوئی معبود نہین کہ قریب
ہے کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہوا ور بندہ مین
کوئی قوت نہین سوا ے قوت اللہ تعالی کے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتہ
حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی
اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سُنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-کل نفس
ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ-اللہ تعالی کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم
ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت زدہ در حقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ
ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-پھر جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم
اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے کذا اورده ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین دو انقطاع
ہین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجرؒ نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام
کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا لیکن لکھا کہ اکابر
اہل اللہ تعالے سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قشیریؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم
کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف
مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم-اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال
مین آوے کہ وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اصلی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہے رواہ احمد
پھر اللہ تعالی نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جنمیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے لَتُبْلَوُنَّ-حذف
منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتخبرن-اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے
حذف ہوا کہ پے درپے نون جمع ہوے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور پہلا واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے
اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤ گے-فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ-بالفرائض فیہا والجوائح-اپنے مالون مین
ف بایں طور کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی-جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہے
اور مراد یہان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ منافق
و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہین کرتا یہانتک کہ ایکبار گر جاتا ہے (ھ) اس آیت مین صریح حکمت آیہ کی تنبیہ ہے
کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتون سے فضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنادے بدون اسکے کہ تمھارے قلب کو

ف۱ قولہ قائم مقام اس سے افضلیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہوگئی کہ وہی اللہ تعالی کی تقدیر سے قائم مقام ہوے اور شاید کہ یہی قائم مقام ہونے کی ایمان کی نشانی ہو ... دوم ... نہین ہوئی قائم ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کر کے تمھارا مطیع کر دے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہو کہ تم قطعًا یا کثیرہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنی انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے ـ پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایسا ابین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالیٰ ـ وَأَنفُسِكُمْ ـ بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بنطور کہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے اُنپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسین دلیل ہو کہ نفس یہی جسم ہو جو معائنہ ہوتا
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہو کہ اسکی تحقیق سورہ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگی ـ پھر باوجود جان ومال کی
آزمائش کے تم پر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالیٰ ـ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ ـ ای الیہود
والنصاریٰ ـ اور ضرور سنوگے یہود ونصاریٰ سے ـ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ـ من العرب ـ اور مشرکین یعنی اہل عرب سے ـ
أَذًى كَثِيرًا ـ من السب والطعن والتشبیب بنسائکم ـ کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی ـ اور تشبیب یعنی ہجو
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا ـ وَإِن تَصْبِرُوا ـ علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر ـ وَتَتَّقُوا ـ اللہ تعالیٰ ـ اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالیٰ کی ـ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ـ ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا بوجوبہا ـ تو یہ معزومات امور
سے ہو جنپر عزم کیا جاتا ہو بسبب انکے واجب ہونے کے ـ الحاصل تم کو اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہو وہ تمھاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہو اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہو تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہی کے
تقویٰ پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہو ـ مترجم کہتا ہو کہ یہ حکم دلالت کرتا ہو کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے ہوا پس جو قفال رح سے مذکور ہو کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہو تو یہ قول جید نہین ہو اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہو کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کر کے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہو آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم و آپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ـ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ ـ اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عز وجل نے اپنے جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے ڈھیر مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر الپس چلو رسول صلعم سے بیعت کر لو پس انھون نے ظاہر مین اسلام قبول کر لیا ـ وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا ـ پس یہ دلالت صریح ہو کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل ـ اور مترجم
کو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہو اور یہ ظاہر ہو کیونکہ اقوال فحش مثلاً جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوا
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض لکھوایا جو مرد متقی کے نامہ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے سمجھو کہ نقصان
ہو یا نہایت کمال احسان ہو کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی ـ ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہو

وہ البتہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہی اور اسکو نقصان جانتا ہی پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و اخلاق کریمہ کا حکم ہی تاکہ نفس کا
ایمان ہو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہی مگر ان امور پر غم کرتا اور نقصان سمجھتا ہی تو وہ جھوٹا منافق ہی اور اللہ تعالی
سے عافیت کی امید ہی اور اللہ تعالی ہم ضعیفون پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ
اور جب اللہ نے قسم لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤ گے پھر انھون نے پھینکا اسکو
وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ
اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو
يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ
خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہین بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہین
مِنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ
عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہی اور اللہ ہی کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
ہر چیز پر قادر ہی

و ۔ اذکر ۔ إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۔ ای العهد علیهم فی التوراة یعنی اذ ظرف ہی فعل مقدر
کا اور وہ اذکر کے مانند ہی ۔ اور میثاق بمعنے عہد ہی اور معنے یہ ہین کہ توریت مین انسے عہد لیا تھا ۔ اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے
حق مین ہی اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہی بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہی ۔ و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید
ہی ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاوین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلاوین پھر جب وہ مبعوث ہون تو انکی پیروی
کرین ۔ لَتُبَيِّنُنَّهُ ۔ ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہی اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہی جو مذکور ہی یعنے ضرور اس کتاب کو
بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور تعداد جسے ہی کہ دین اسلام کی حقیقت تھی ۔ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ
بالتاء و الیاء فی الفعلین ۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ ۔ دونون فعل مین تاء خطاب ہی بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہی اور ابن کثیر
و ابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہی تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہو سکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہی حاصل
اللہ تعالی نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمہاری کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی بعثت کے توریت
و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کر دیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ ۔ فَنَبَذُوهُ ۔ طرحوا
المیثاق ۔ پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو ۔ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ ۔ فلم یعملوا به ۔ اپنی پیٹھ پیچھے یعنے اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی
نے کہا کہ یہ مثل ہی بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض ہی نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہین ۔ وَاشْتَرَوْا بِهِ
اخذوا بدله ۔ اور لیا اسکے بدلے ۔ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔ من الدنیا من سفلتهم برياستهم فی العلم فكتموه خوف فوته علیهم تھوڑا مول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینون سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتین نکالین کہ جنسے وہین یہودی مثلاً ہمیشہ کے لیے مبتلا یا اور یون ہی نصاری نے
دھوکا دیا اور اپنے مالدارون وامراء وشاہون کو جو کمینے و بے علم تھے یون بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا جو کہے وہ فرض ہے یہ سب اسواسطے کیا کہ ان
دنیاوی مالدارون سے جو جہالت کی وجہ سے کمینے ہین قلیل مال حاصل کرین جس نے علم کو جو شریف ہے چھوڑ کر اس متاع کو جو حقیر ہے اختیار کیا وہ کمینہ
ہے- الحاصل ان لوگون نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینون کے ہاتھ قلیل دامون بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد
صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہون حتی کہ تابع ہوکر دین اسلام مین داخل ہوجاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہے جاتا رہیگا- فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ
شترائو ہم ہذا- پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہے- پھر جاننا چاہیے کہ حسن و قتادہؒ سے اہل کتاب یہود و نصاری کے اہل قرآن کے شمول کے
اقوال بھی آئے ہین وہ یاد رکھنے ہین چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت مین علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہے کہ خبردار ان کتابیوالون کی
راہ نہ چلین ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگون کو نافع ہے انکو بتلا دین چنانچہ حدیثہا مین جو کئی طریق سے
مروی ہے آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہے اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین اسکو آگ کی لگام دیجائیگی- مفسرؒ نے
کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیثہا مین یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ
مین یہ لوگ بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم چلینگے - ھ- افسوس اس زمانہ مین یہ حال ظاہر ہے کہ امر توحید سے منہ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم
بنے اور دین کو خلط ملط کرکے راہ سنت کو گم کردیا اور مریدون کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا- اور عجب کہ انکی مخالفت مین ایک فریق قائم
ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہے کہ انھون نے صرف انکی عداوت کو دین بنالیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کردیا اور معارف
سے بے نصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہوکر دار آخرت کی کوشش کرتے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالی ہو الہادی
کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہین ہو سکتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالی نے فرمایا- لَا تَحْسَبَنَّ
بالتاء و الیاء- یعنی اسمین بھی وہی دو قرائتین ہین جو اوپر مذکور ہوئی ہین اور ترجمہ مین فرق ہوگا کیونکہ یا تحتیہ پر معنی یہ کہ گمان نکرین یہ لوگ
جنھون نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجو- الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا - فعلوا من اضلال الناس- ایسے لوگونکو جو خوش ہوتے
ہین ایسے فعل پر جو انھون نے کیا یعنی لوگونکا بہکانا- وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا - من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور
دوست رکھتے ہین کہ مدح کیے جاوین یعنی ثواب دیے جاوین ایسے فعل کے عوض جو انھون نے نہین کیا یعنی حق سے تمسک نکیا اور گمراہی
سکھلائی پھر چاہتے ہین کہ ثواب و مدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ - بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ- بِمَفَازَةٍ - بمکان ینجون فیہ مِنَ
الْعَذَابِ - فی الآخرۃ- پس تو انکو خیال نہ کیجو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکرین) ایسی جگہ جہان آخرت مین عذاب سے نجات پاوین ف
بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہان عذاب پاوین چنانچہ صریح فرمایا- وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ - اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہے ف
تو ثابت ہوگیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے مین ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہین بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا یعنی جہنم مین انکے لیے عذاب معلوم ہے
واضح ہو کہ فلا تحسبنہم- مین بھی موافق اول کے دو قرائتین ہین یا سے تحتیہ و تاء فوقیہ مین پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قرائۃ پر الذین- فاعل ہے اور
رہے دونون مفعول تو وہ محذوف ہین کیونکہ آگے- فلا یحسبنہم کے دونون مفعول اسپر دلالت کرتے ہین اور اگر لا تحسبن بتاء فوقانیہ کی قرائۃ لیجاوے تو پہلا
مفعول- الذین موجود ہے صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر فلا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہے- پھر جاننا چاہیے کہ مفسرؒ نے آیت کے واسطے
کوئی شان نزول نہین بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہرحال آیت عام ہے کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بدکام کو عمل مین لاوے

اور بیشک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا میں اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت میں نہیں بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر نے قولہ لاتحسبن الذین
یفرحون میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے باطن میں نہیں ہیں اور صحیحین میں بھی حضرت صلعم سے ہے کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہے جیسے زُور یعنی فریب کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ میں وہ خصلت ظاہر کی جو اسمیں نہیں ہے تو
جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافعؓ سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت
کر کہ اگر یہی بات ہے کہ ہم میں سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہیں کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہے یہ تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہاں سے نکلے اور انھوں نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہکذا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم
وابن خزیمہ والحاکم وابن مردویہ۔ اور نیز بخاریؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے
رہتے اور مدینہ میں بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے
اور قسمیں کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہیں کی ہے پس نازل ہوا۔ لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ۔ وہکذا رواہ
مسلم وابن مردویہ و مالک۔ اور اس روایت کو ابو سعیدؓ نے بمواجہہ و شہادت رافع بن خدیجؓ و زید بن ثابتؓ کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن
مردویہ اور اس روایت میں ہے کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد میں کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت
صلعم و مسلمانوں سے قسمیں کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور اسپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونوں روایتیں صحیح کی ہیں تو
ہیں تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انمیں کوئی منافات نہیں ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ اس تمام کو جو تفسیر ذکر کیا عام و شامل ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور ثابت بن
قیس انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست رکھے اور میں دوست
رکھتا ہوں اور اللہ تعالی نے خیلاء سے منع کیا اور میں جمال یعنی آرایش کو دوست رکھتا ہوں اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم میں کوئی
آواز بلند نہ کرے اور میں بلند آواز آدمی ہوں سو میں دیکھتا ہوں کہ میں تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہیں کہ زندگی بھر
تو حمیدہ رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت میں داخل ہو عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ کیوں نہیں چاہونگا پس ثابت بن قیسؓ حمیدہ زندہ رہے
اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں شہید ہوے رواہ ابن مردویہ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خزائن المطر والرزق
والنبات وغیرہا۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کا ملک ہے۔ یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوائے اسکے
بیشمار جنکی تعداد کوئی نہیں جانتا سوائے اسکے۔ اور اسمیں رد ہے ان کافروں کا جنھوں نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو
دلالت کرتی ہے کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو کفر ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ومنہ تعذیب الکافرین
وانجاء المومنین اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہے اور کل شی میں سے ادنی چیز یہ بھی ہے کہ کافروں کو عذاب دے اور مومنوں کو
نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکر سے جانور ہیں اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے
نہیں اسلئے آگے انکو ارشاد کیا ہے کہ اسطرح غور کرو تو تمہاری آنکھیں کھلیں۔ درمیان میں ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کرو ن پھر

سلہ منافق یعنی ہم بیمار تھے یا یہ عذر تھا یا وہ عذر تھا ۱۲ منہ

سلہ یہ لڑائی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اول ہی اول بدر الیسی خالد بن الولید واقع ہوئی اور سخت قتال پیش آیا آخر مسیلمہ مذکور ملعون جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا اور اسکو وحشی بن حرب نے قتل کیا جسنے حضرت حمزہ کو دھوکے سے شہید کیا تھا ۱۲ منہ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کروں - عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم و انفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عزوجل نے
لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر و لطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دینار رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالیٰ
کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری تو فرعون ہو گیا
اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر و استدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا
وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال
چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ - کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے
ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال میں رب تعالیٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت ہیں تو اسکا حال مانند سلیمان
علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دینے سے بھی سلیمان ؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی - اور جسنے خود اموال کی طرف
دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب
ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث - اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو ہانپے - اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق میں ملک دیکھنا اور ربوبیت
دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زرین ؒ نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم - بایں طور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی
ان اموال میں متعلق ہونگے ہیں قصور کروگے - وانفسکم - یا بایں طور کہ شہوات نفس کے تابع ہوگے اور ریاضت چھوڑ دوگے اور اسکو سیاست سے لپیٹے رہوگے
اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھوگے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم - بایں طور کہ اسکے لینے دینے میں پھنسے ہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ
میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عزوجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ محدثین از قسم میں ہیں یہ حکم دیا کہ بطور عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان ہیں طالبوں پر بقدر فہم ظاہر کریں تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہوں اور انپر عارف ہوا اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما میں سے اہل کمال ہیں
اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے میں مداہنت نکریں قال المترجم عجب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۂ حق میں صریح مسئلہ
وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان و فرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکی عقل کے موافق باتیں
کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامی ؒ نے شرح فصوص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار و اظہار کرنے میں خوف کفر ہے کہ خاتمہ
بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عرباء و صحابۂ کرام و تابعین عظام و علماء مجتہدین و عائذ صالحین بلکہ کافۂ امت
اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ میں یہی کہتا ہوں کہ احکام
کتاب و سنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے والسلام قال الشیخ
اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھیں اور ناحق دعوے نکریں اور مریدین سے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار
کریں - قولہ تعالیٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا - یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچا تو دنیا کے عوض
دین نہ بیچتا - پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی میں چند روز انکے لئے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کیونکہ وصل کی
حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی موہبت و کرامت انھوں نے
مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے
کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں - قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا یہ حدیث

ان لوگون کا ہے جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز آپس مین داخل ہوے وہ ظاہری تقشف سے اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی
اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوں پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی
کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین
اور اللہ تعالی نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوے اور ہجران مین پڑے ہین اور یہ اشد
عذاب ہے۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ
نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرما دیا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب ۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب
سے چھڑا لیگا ۔ ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ دیدار الہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ

آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین

لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ

عقل والون کو نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تو نے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ط وَمَا

تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَآمَنَّا ۚ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار بخش دے ہمارے گناہ اور اتار دے ہم سے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ اے رب ہمارے

وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔ وما فیہما من العجائب ۔ آسمان و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین
عجائبات ہین انکی پیدائش مین ۔ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۔ اور رات و دن کے پے در پے مختلف آنے مین ف یا لمجی و
الذہاب والزیادۃ والنقصان ۔ یعنے اختلاف ان دونون کا بایں طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے
اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین ۔ لَآيَاتٍ ۔ دلالات علی قدرتہ تعالے ۔ اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لِأُولِي الْأَلْبَابِ
لذوی العقول ۔ ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و
ہوا و ہوس وغیرہ بداخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

و دیگر عجائب مخلوقات الٰہی میں قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایک ادنٰی سی بات ہی کہ ایک درخت کی پتی اگر انکے بنانے میں جمع ہو جاویں تو اسکی مثل سے تمام مخلوق
عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت میں ہی ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہی جو عقل والا ہی وہی بول اٹھتے ہیں کہ ہی پاک
پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہی کہ عقلیں حیران ہیں ۔ یہ لطف ارشاد ہی کہ اہل عقل کو شناسائے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا
کیا ہی ۔ پھر عقل والوں کی پہچان فرمائی ۔ اَلَّذِیۡنَ ۔ نعت لما قبلہ او بدل ۔ اولی الالباب کی صفت یا بدل ہی یعنی اولوا الالباب ایسے لوگ
ہیں جو ۔ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ مضطجعا ای فی کل حال ۔ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے
اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال میں یاد کرتے ہیں ۔ اور صحیح میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت میں
اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے ۔ اور یہ تفسیر اسوقت ہی کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز میں ہو یا کسی اور وقت ہو ۔ وعن ابن عباسؓ ما
یصلون کذلک بحسب الطاقۃ ۔ اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یوں مروی ہی کہ نماز پڑھتے ہیں کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت
کے ۔ یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہیں تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت میں بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے بہرحال ترک نہیں کرتے ہیں کما قال قتادہ
اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہی اور عمران بن حصین سے روایت ہی کہ مجھے بواسیر تھی میں نے حضرت صلعم سے سوال کیا
آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم ۔ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ
السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔ اور آسمانوں و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہا ۔ تاکہ اس تفکر سے
ان دونوں مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کریں یعنے راہ پاویں قال ابن کثیر یتفکرون ہی اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونوں
کی حکمتیں دریافت کرتے ہیں جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہی اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی اور
شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ میں اپنے گھر سے نکلتا ہوں سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہی اس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر
نعمت اور اپنے حق میں عبرت دیکھتا ہوں (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے
ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہی اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہی جس میں تیری بھلائیاں و برائیاں نظر آوینگی ۔ اور
سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہی جو تیرے قلب میں داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے سہ اذا المرء کانت لہ فکرۃ ۔ ففی
کل شیء لہ عبرۃ ۔ آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہی ۔ اور عیسٰیؑ سے منقول ہی کہ بھلا حال اس کا
جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہی اور فکرت دروازہ جنت
تک راہ بتاتی ہی اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت میں فکر کرنا عبادتوں میں سے افضل ہی اور مغیث اسود اسکا بیان کرتے حتی کہ
رو کر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب میں روایت ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
دو رکعتیں مختصر جو فکرت سے ہوں رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہیں اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی
چھوڑ دو ۔ اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے ۔ اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ میں
نے دو تین نہیں بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہی اور حدیث میں ہی کہ ذات الٰہی میں فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتوں میں فکر کرو کما
فی الصحیح ۔ مترجم کہتا ہی کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہی تو خواہ مخواہ شیطان کی حد میں قدم گریگا اور چاہیے کہ اول میں اللہ
تعالیٰ کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر تو فعل سے قوت و سامان بہم پہونچا وے تو اللہ نور صفت تک اسی فور حق سے راہ پاوے (۵) مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف و صالحین کے اقوال بہت بیش کیے ہین نے یہان بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین
چنانچہ فرمایا - وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون - وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون - یعنی بہتیری
نشانیان ہین آسمانون و زمین مین کہ اپر گذرتے ہین درحالیکہ انسے منھ موڑے ہوے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہین - اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض
رَبَّنَا - ای یقولون ربنا - مَا خَلَقْتَ هٰذَا - ای ہذا الخلق الذی نراہ - بَاطِلًا - حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک - اے
رب ہمارے یعنی کہتے ہین اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کرکے حال ڈالا ہے ای درحالیکہ کہتے ہین کہ اے پروردگار ہمارے
نہین پیدا کی تو نے یہ - یعنی یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین - باطل - یعنی عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا - یا یہ معنی کہ
باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکون کو نیکی ملے - پھر انھون نے عبث و باطل پیدا کرنے سے حق عزوجل
کی پاکی بیان کی - سُبْحٰنَكَ - تنزیہا لک عن العبث - یعنی عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین - فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ - یعنی جس طرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچا دے یعنی ہمکو عذاب دوزخ
نہ دے با ایطور کہ اپنی قوت سے ہمکو عمل صالح و مرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہے - رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے - للخلود فیہا - یعنی دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے - فَقَدْ
اَخْزَيْتَهٗ - اہنتہ - پس تو نے اسکو خوار کیا - یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا - یہ سب معنے بیان ہوے ہین - اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد - یعنی جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا - اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا - اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا ورنہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ - یعنی قیامت کے دن خوار
نہین کریگا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو - ھ - پس گنہگار پر وہی عذاب نہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر دائمی عذاب
ہوگا جو ظالم ہین - وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ - الکافرین - مِنْ اَنْصَارٍ - اور ظالمون یعنی کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہین اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے - قولہ من انصار مین من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالیٰ سے بچاوے - واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بد اعتقادی سے کہا کہ فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا - یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنی کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی
بد اعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو اہل کبیرہ گنہگار
داخل نہین ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاوی رح
نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالیٰ نے ان کے حق مین خواری فرمائی

ہے وقال تعالیٰ الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی وخواری ہوگی وہ قیامت مین فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون مین سے اگرچہ کسی
تقدیر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً
متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرون کے واسطے بالکل نہین ہے - الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب وخواری سے بچنے کی دعا
کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ - یدعو الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو
بلاتا ہے لوگون کو - لِلْاِيْمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور
بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے - اَنْ - ای بان - اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ - کہ اے لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَاٰمَنَّا - بہ پس
ہم اُسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا - غطّ عنا - سَيِّاٰتِنَا -
پس اے ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمارے گناہ یعنی ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کہ تو انپر
عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملۃ - الْاَبْرَارِ - الانبیاء والصالحین ساتھ نیک
ابرار کے یعنی انبیاء وصالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کردیجیو - رَبَّنَا وَاٰتِنَا
اعطنا - اے ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدْتَّنَا - جو وعدہ کیا تو نے ہم سے - عَلٰی - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل -
اپنے رسولون کی زبان پر - یعنی رحمت وفضل ہم کو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان
فرض ہے پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالیٰ لا یخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا
استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس ثواب کے
مستحقین مین کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہین ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ
تعالیٰ کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لا تخلف المیعاد - اے رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہے پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے
لوگون مین سے ہوجاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہے - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہو چکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین
مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل ورحمت سے قبولیت وخاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ
الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالیٰ کا اظہار ہے - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ
پر کسی کا حق نہین اور وہ تعالیٰ مختار ہے جو وہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ
ربنا - مکرر آیا ہے - مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع ودعا جزی مین مبالغہ ہے تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
ہم کو روز قیامت خوار نہ کر جیسے کافر وظالم خوار ہونگے - اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ - الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر یعنی
ظرف ہے یعنی وقت وعدہ حشر وجزاء - یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم بہاننک تو ان لوگون کی دعا تھی
آگے اللہ عز وجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ
سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے
والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاریٰ کے پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور
مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا تم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہؓ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے پھر روئے یہانتک کہ داڑھی تر ہوگئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہوگئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلالؓ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ خرابی اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنے حضرت میمونہؓ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہوکر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلالؓ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابوداود والنسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّمِنْ بَیْنِ یَدَیَّ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالے کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے نور صفت ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالے شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے قال المترجم حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالیٰ سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہوجاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہوسکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال وملتبس بانوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیہ۔ اور رہی خصوصیت زمین کی تو موقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالے کے دیدار سے مشرف ہوا

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین و رات و دن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو اسمین اپنی قدرت خاصہ و صفاتیہ کے انوار دکھلائے اور محل التباس و مقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالی ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت و موجد فقط عز و جل ہی اور فعل اسی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز بادلیل کیونکر مثبت ہو سکتی ہی او ر تمام بحث مقدمہ مین تحقیق ہی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے او تعالی عز و جل کو علت سے ثابت کیا اسنے غیر حق عز و جل کو ثابت کیا اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عز و جل اس سے پاک برتر ہی واسطی رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت مین اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہی اور خواص نے ایسی چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالی شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی قال المترجم شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا لیکن بیان یہان سخت قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللہم استغفرک و اتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی واسطے کہ اسمین حق عز و جل کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عز و جل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ جو شخص اولوالالباب مین سے نہین اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولوالالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی کہ اللہ عز و جل نے خود اولوالالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہی اور حالات مین ایک خاص وجدان ہی پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حسب اللہ تعالی سے ذکر توکل و جبروت الہی تعالے سے ذکر قہر اور ملکوت الہی سے ذکر افضال اور نعمائے الہی سے ذکر آلا ہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنی کشف اسما و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق ہو اسکو اسی عمل پر قیاس کرو۔ اور دھیان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور واسطی رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علی ہذا القیاس اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا یعنے ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما یعنے اسکو یاد کرنے مین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین و قعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہین و علی جنوبہم یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالی و یتفکرون فی خلق السموات و الارض خلق السموات و الارض مین تفکر کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہو جاوے ان غیوب مین جو انوار صفات کے خزانے ہین جن صفات سے مقادیر خلق کا ظہور ہی پس محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صفت حقیقۃ حاصل ہوتے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود مشاہدہ مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے آثار مخلوقہ مین دیدار الہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ تو صحیح تفکر ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھکر اُنسے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالے مین جو صفت حق عزوجل ہی اور مخلوق مین تفکر نہین مراد ہی قال المترجم کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد ساور فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ وہمی ہی بلکہ مقصود وہ کنز ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی وخفی سب دور ہون قال الشیخ اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا حکم ہی۔ قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدائش مین تفکر کرنے کی راہ لی تا کہ راحت حاصل کرین اور نور ذکر سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تا کہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواص کی غایت ہوتی ہی اور جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لیتے ہین قال المترجم یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر وباطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہین چنانچہ ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہوکر اولیٰ ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا با مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین بتبع رخصت کا احتراق ذکر سے فکر مین چلے آئے اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینہ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا یعنے یہ مخلوق سب نے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدہ خالص اٹھانے کی طاقت نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تا کہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت وشفقت ہی قال المترجم اللالکائی رحمہ اللہ المحدث نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعًا جلکر خشک ہو جائے گی الحدیث وہو فی بعض السنن ایضًا۔ فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدائش آسمان وزمین مین فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کر دیا کہ کہنے لگے ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان وزمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین اور فورًا اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب مقام ذکر خالص سے افعال آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔ یعنی تو ہر خیمہ وفکر سے اور ہر خطرہ واشارہ وعبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجھکو پاوے تجھکو کوئی عارف نہین پاسکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا چنانچہ تو نے فرمایا سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون یعنے پاک برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا۔ اس آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد بھی وہ قدم مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالیٰ کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب ونداء سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیاتکو واسطہ ووسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلی یعنے بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہمنے تیری منادی یعنے
رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہین کہ تصدیق کل بدیدار کل اور سبقت نظر
اسرار بجانب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالیٰ ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہے کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو
حادث بے بنیاد ہین قدم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہو سکتا ہے۔ قولہ کفر عنا سیاتنا الٰہی اپنے کرم سے ہمارے ہر
ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہو چکی تھی - اور قولہ وتوفنا
مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اس طرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے قلوب مین اپنے
جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضا سے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے
اور شیخ ابو عبد الرحمٰن نے فرمایا کہ جن کا ظاہر تو خلق کے ساتھ تھا اور باطن حق کے ساتھ ہو جنہین کے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے
فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے ہین
قال المترجم یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہے۔ فافہم قولہ تعالیٰ ربنا وآتنا ما وعدتنا
علی رسلک - یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنیٰ و
زیادہ مترجم کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی عزوجل ہے اور عنقریب سوال موسیٰ علیہ السلام
مین مسئلہ دیدار باری تعالیٰ کے بیان مین انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آتا ہے قال الشیخ اور نیز رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسنے ان کی
اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرما دیگا چنانچہ فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو
قولہ تعالیٰ ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہے آمین قدیم تعالیٰ شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار
عزوجل اپنے بندون سے مستغنی ہے حتی کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم ہو قال المترجم
حدیث قدسی صحیح مین ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے متقی ہے تو اسکی بادشاہت
مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھا وینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ
گھٹا وینگے مترجم کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہان اشارہ کیا قال الشیخ ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے
واسطے ازل مین ہو چکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہے جو اسکے
دیدار عظمت سے خائف ہو جاتے ہین یا ان قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور شیخ ابو عبد الرحمٰن نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اے ہمارے
پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا ہے تو نے اس
قول مین فرمایا ہے کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد کی
تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہے یعنی جنکا وعدہ کسی
سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور حاصل یہ
کہ تو پاک برتر اس سے کہ خلاف وعدہ فرما دے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

مین دخل نہین پاسکتے ہین - اور استاذ رحمہ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہو کہ اے پروردگار پورا کردے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرمایا ہو کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کردینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے یا مجازیب

بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا لقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنیوالے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپس مین

مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور مارے گئے مین ضرور اتار دونگا انسے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

بدلا اللہ کے یہان سے ہو اور اللہ کے یہان اچھا ثواب ہو

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا ہم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فار تعقیب ہو یعنی اس سے پہلی آیات مین جوان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبردی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب ہو ولیکن بہ نسبت اجاب کے اخص و اولی ہو لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور یہ مین اشارت ہو کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - أَنِّي - اے بانی لَا أُضِيعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب نہ دون - یہ نکرہ سیاق نفی مین ہو لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتون کو بھی شامل ہو چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہو کہ مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُم - کائن - مِّن بَعْضٍ ای الذکور من الاناث وبالعکس یعنی تمہارے حاصل مین بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مردسے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہو اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین - اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے قولہ بعضکم من بعض - مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولی ہو پھر مفسر رحمہ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الہجرۃ بشیٔ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سنتی ہون کہ اللہ تعالی نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑکر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہو لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہو اور سعید بن منصور کی روایت مین ہو کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہ رض کی آئی تھی - اور نیز حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہو کہ قولہ تعالے فاستجاب لہم ربہم الآیۃ - یہ آخر آیت ہو جو نازل ہوئی - رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہو کہ تحقیق یہ ہو کہ معاملہ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہو ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الایۃ ہو کما

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فا تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے- کہا جائیگا کہ ہان ور بانہ یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہے- اور دعا و سوال بمعنے واحد ہین- **فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا** من مکۃ الی المدینۃ پس جن لوگون نے ہجرت کی- یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک مین کہا کہ اپنے وطنون سے جو دار الکفر تھا دین لیکر اللہ تعالی کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کرسکین کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام مین بھی ہوگی جیسے ابتدائے اسلام مین تھی **مترجم** کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے ولیکن یہ حق ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث مین صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی حجرہا- یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی دین مالک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ مین- اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ لا ہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ واذا استنفرتم فانفروا- یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کرکے چلو- اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہین رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاوین اور پھر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہین رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دار الاسلام ہو گئے پھر لوگ باامید ثواب ہجرت کے مدینہ مین بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون مین دین پھیلانا یعنی مقصود ہے پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہین ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا- مبتدا ہے اور **زمخشری** نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بسبیل تعظیم ہے اور **بیضاوی** و **مدارک** نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول ہے بعد کے جملے سب صفات واقع ہین پس جزاء ثواب مذکور ہے وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک مین کہا کہ گویا یون کہا کہ جنہے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہے (مترجم) یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے انہین سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم- **وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ** اور جو بند سے اپنے گھرون سے نکالے گئے **ف** وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہین کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا- **وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ**- دینی اور میری راہ مین ایذا دیے گئے یعنے میرے دین کے بارہ مین **ف** یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا مین سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کا فرکے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالی مکہ کی جلتی گرمی مین جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم تیل چھڑکتا و مارتا وغیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا- اور صحیح مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے- **وَقَاتَلُوْا**- الکفار اور لڑے کافرون سے- **وَقُتِلُوْا**- بالتخفیف و التشدید فی قراءۃ بتقدیمہ- یعنی جمہور کی قراءۃ مین قتلوا وقاتلوا ہے **محی السنہ** نے لکھا بدو وجہ اول آنکہ قتلوا و کانہم قاتل الباقون یعنے اول قتل کیے گئے پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گیا درحالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون مین یہ اوصاف ہین کہ انھون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ مین ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم یہ ہے کہ **لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ**- استرہا بالمغفرۃ- ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپا لونگا- **وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ**- اور انکو جنات مین داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین- **ثَوَابًا** مصدر فی معنی لاکفرن موکد لہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابۃ پس یہ اپنے فعل کا موکد ہے کیونکہ لاکفرن ولادخلن بمعنے لاثیبن ہے پس ثواب بجائے

اثابۃ مصدر ہے ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہے جس سے ثواب دیاجاتا ہے مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہے جو عطیہ دیجاتی ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - فیہ التفات عن المتکلم یعنے من عندنا - کی جگہ من عنداللہ - فرمایا یعنی متکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے یعنے یہ عطیہ عظمیٰ ثواب از جانب اللہ تعالیٰ مالک کمال ہے - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ - اجر اور حال یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جزاے جمیل ہے اس آیت میں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمیٰ ہے - ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم - اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خداے تعالیٰ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہے المہاجر من ہجر السیئات - مہاجر وہ ہے جس نے برائیوں و گناہوں کو چھوڑ دیا وا اوذوا فی سبیلی ح و بعض پھر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو انکے دیار سے نکالیں تاکہ دنیاوی دیار کافروں کو ملیں اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاویں اور صدق یقین میں فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انہوں نے شہروں کو چھوڑا اور بدکاروں سے دوری اختیار کی - قولہ تعالیٰ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ اہل ایمان نے جب تک منکروں کی تیغ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل ہوا پس دشمنوں کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس میں جو غضب و غصہ آئے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد انپر ابواب خطاب مفتوح ہوں اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہے اور اللہ تعالیٰ فرماچکا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذا اٹھاتے اور کیوں مارے جاتے اور کیوں گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنوں کو یقین کامل ہے تو دنیاے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیاے ملعونہ کو کافروں کے لیے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا بقولہ تعالیٰ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر شہروں میں یہ فائدہ تھوڑا سا ہے - پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جنکے نیچے جاری ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

رہ پڑے ان میں مہمانی اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ بہتر ہے نیک بندوں کے لیے

نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد - یعنے مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیسی بھلائی میں ہیں یعنے ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی - لَا يَغُرَّنَّكَ - تجھے دھوکا نہ دیوے - پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت ہے جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا - اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہیں کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور معالم میں قول اول ہے پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہے اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و مافیہا ملعون ہے سواے ذکر الٰہی

و عالم و مستقل کے (دالسعن) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے سو دیکھو کہ اس انگلی میں کتنا آتا ہے (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمیں یہ مضمون ہے کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک مشربہ میں خرما کی کھری چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ گیا ہے یہ دیکھکر میں رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس عیش میں ہوں اور آپ اللہ عز وجل کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمر تم اس خیال میں پڑ گئے بھلا تم اس بات پر راضی نہیں کہ انکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ تصرفہم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارۃ والکسب۔ یعنی تجھے دھوکا دے کافروں کا تصرف ان ملکوں میں ف یعنی شہروں میں تجارت کرنے اور کمانے پھرتے ہیں۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی چلنے پھرنے مذکور ہیں اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافروں کے رات دن پلٹنا مراد ہے مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول راجح ہیں ہو۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ۔ تمتعون بہ فی الدنیا یسیرا و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہے جس سے دنیا میں حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی۔ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافروں کو ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہے۔ اور مہاد بمعنے ما مہدوا لانفسہم۔ جو انھوں نے اپنی جانوں کے لیے کفر کر کے مہد کر رکھی ہو یا اللہ تعالیٰ نے انکے لیے مہیا کی ہو اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے تفسیر فرمائی یعنے اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ میں مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہیں۔ پھر جبکہ کافروں کی دنیاوی دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اخروی نعمت جلیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالیٰ۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ بندے جنھوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ تو انکے لیے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اسمیں ہمیشہ رہینگے ف کبھی نہیں نکلینگے اور نہ فنا ہونگے اگر کوئی کہے کہ جنت میں ابتداءً خلود کہاں متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہیں ہو سکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا۔ یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق میں خلود اس جنت میں۔ اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی نہ لیا جاوی تو دیگر دلائل مانند قولہ تعالیٰ لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عز وجل نے ان بندوں کی تشریف کے لیے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے۔ مفسرؒ نے کہا نزل وہ چیز جو مہمان کے واسطے مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنا بر آنکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمیں ظرف کے معنے ہیں یعنے ثبتت لہم جنات۔ پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اور جو کچھ چیزیں اسکی بیان ہوئی ہیں اسیقدر کہ جو بندوں کی فہم میں کچھ آجاویں ورنہ اسکی سب نعمتیں فہم البشر سے خارج ہیں اسیواسطے یوں فرمادیا۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ من الثواب اور اللہ تعالیٰ کے یہاں جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ من متاع الدنیا۔ بہتر ہے ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہے ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عز وجل کے سب سے بہتر ہے تو بنظر سیاق کلام کے ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر میں نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھوں نے اپنے باپ دادا بزرگوں کی اطاعت گذاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہو ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجھ پر حق ہو۔ رواہ ابن مردویہ
وقد رواہ ابن ابی حاتم۔ عنہ موقوفا من قولہ قال ابن کثیر وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین۔ رواہ ابن ابی
حاتم۔ اور ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکی موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر اسکے لیے زندگی خراب و موت اسکے لیے بدتر ہے
اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔
رواہ ابن جریر و روی نحوہ ابن ابی حاتم وعبد الرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے
کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برابر نیکی کما دیگا یا توبہ کریگا۔
اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی
اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت
اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے
اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید
یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم۔ ف
شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی
سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج و روافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام
سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے سوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت
دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس
شخص کا یہ فعل و عمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اسی قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ
چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجھکو فریب نہ دین وہ لوگ جو
اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑ کر ریا کاری و شرک خفی مین دنیا و نفس کے بندے ہو گئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین
تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کر لین اور انکے
رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ
اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھا دین اور اپنی بدعت پھیلا دین اور اللہ عز و جل سچے بندون کا مرتبہ ہر دم اپنے فضل سے
بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا و ہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی و موٹا تازہ ہونا
اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی
اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن چانگلے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے
کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہو گی اور نیکون کی جماعت و مجمع حشر
اور حضور کتاب و اولی الالباب و انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون
اور بنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہیں اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بد عقیدہ جاہل ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو وہ دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد دکھلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شئی قدیر شیخ یوسف رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ تجکو یہ بات فریب ندے کہ جاہل لوگ اس دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر وہ جہل ہوکر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار - یعنی اللہ عز و جل نے متقیون کا درجۂ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان رکھے ہین وہ مبہم کردیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قرب و منزلت ہو وہ قیاس سے باہر اور بے نظیر و بے مثال ہے اور نیز تصریح کردی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے - اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت اوامر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی کے بھی اعلی مرتبہ ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین امتحانی محن و طاقت سے تجبت مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچوگے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوئے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب یعنی یہود و نصاری مین سے بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوئے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور اسمین شک نہین کہ حکم آیہ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی باینطور کہ اللہ عز و جل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہیئے ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی بتحقیق حکمت ہے اور محمد صلعم پر اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون پر جو اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور دل اللہ تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنی اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسیکے واسطے جانتے ہین اور خریدتے نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنی محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

ہین فرمایا - الذین آتیناھم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرھم مرتین الآیۃ - اور فرمایا الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ - اور فرمایا - ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون - یعنے موسیٰؑ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہودمین سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصاریٰ تو انمین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہوگئے - اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا - ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیہ - یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہین - اور صحیح ہی کہ جعفر بن ابیطالبؓ نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق وقس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہوگئین - اور صحیحین مین ثابت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ حبش مین تمھارا بھائی مرگیا پھر سب کو لیکر میدان مین گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی - مترجم کہتا ہی کہ محی السنۃ نے معالم مین حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہؒ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہی اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہؓ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشیؓ کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ جب نجاشیؓ نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کرو یعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین مرگیا ہی استغفار کرین پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طرق وعبد بن حمید اور حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مرگیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مرگیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیہ - اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ ہم کو خبرین پہونچتی تھین کہ برابر نجاشیؓ کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابوداؤد اور صحیحین مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انمین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے چالیس اور بتیس آدمیون کے حق مین اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عزوجل کے مطیع ہوئے پس اللہ تعالی نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوئے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالی پر ایمان نہین لائے تھے اب اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ** - ای القرآن اور اس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ** - اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا - یعنی توریت و انجیل پر **خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ** - درحالیکہ اللہ تعالی کے واسطے خشوع کرنے والے ہین ف حال ہین ضمیر یومن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین - یعنی خاشعین کو نصب بنابر حال ہونے کے ہی اور یہ یومن کی طرف راجع ہی حال ہی اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہی مگر معنی مین جمع و واحد سب کو یکسان ہی پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہی کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہی اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنی اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑاتے ہین **لَا يَشۡتَرُوۡنَ**

بآیات اللہ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثمنا قلیلا - من الدنیا یخریدتے نہین یعنی تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات مین جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوئے ہین انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہین چھپاتے ہین اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہی پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہین بیچنے کا طریقہ بتلایا - ان یکتموہا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہین بیچتے باین طور کہ ان آیتون کو چھپاوین بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا - اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہد بندون کے لیے ثواب ہی یعنی انکے کامون کا ثواب ہی - عِنْدَ
رَبِّهِمْ - یؤتونہ مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار پاس ثواب دوچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت مین ہی اولئک یؤتون
اجرہم مرتین الآیۃ - اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالی سریع الحساب ہی چنانچہ
حساب لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر مین جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہی جیسا کہ حدیث مین آیا ہی اور بیان تحقیق طول ہی جو آیندہ انشاء اللہ تعالی
اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہد نے کہا کہ سریع الحساب ای سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصا شمار کرنا کن لقولہ وقد قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک کو خوب شمار مین رکھا ہی کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہی پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد
فرماویگا حتے کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہی - پھر اللہ تعالی نے عزوجل خالص مومنون کو
سب قسم کے مسلمانون سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑکر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا تف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ع

ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ مین مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتین اٹھانے پر اور گناہ کی چیزون سے باز رہنے پر - وَصَابِرُوْا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے مین کافرون پر - نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہون لڑائی کی سختیون مین - وَرَابِطُوْا - اقیموا
علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالی سے اپنے سب حال مین چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالے سے جہان کہین تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگون
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہی جنت پا جاؤ
اور نجات پاؤ دوزخ سے - ف - شیخ ابن کثیر رح نے اس آیت کریمہ کے تحت مین بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمین سے فائدہ کو
انشاء بیان مین ذکر کریگا پس حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال مین
چھوڑو یہانتک کہ مرو اور قولہ صابروا - یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہی اور رابطوا قولہ رابطوا
تو یہ جمے رہنا مکان عبادت مین ہی اور سہل بن حنیف و ابن عباس و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار مین بیٹھنا
اور بعض نے کہا کہ رابطوا سے مراد یہی یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اسطرف سے داخل نہو سکین اور دوسرون نے اسکو تسلیم نہین کیا اور
حدیث مین آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہی - اور ابو سلمہ رح سے روایت ہی کہ ایک روز ابو ہریرہ رض نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہی کہ یہ آیہ یا ایہا الذین آمنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ میں اتری۔ مین نے کہا کہ نہین۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا جہاد نہ تھا کہ جس مین مرابطہ کرتے بلکہ یہ
ایسی قوم کے حق مین نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہین اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہین پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہین تو انھین
کے حق مین اتری کہ اصبروا۔ یعنی پانچون نمازون پر۔ اور صابروا۔ یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو۔ ورابطوا۔ یعنی اپنی مسجدون مین
واتقوا اللہ۔ اپنے ہر حال مین جو تم پر طاری ہو۔ لعلکم تفلحون۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد
رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن۔ مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا
بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہون یہ بھی نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے
اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تاکہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو دخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا
سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا
کرو کافرون کے واسطے جہانتک تم سے ہو سکے رباط الخیل یعنی گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو۔
اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے یہان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہے اور صابروا۔
باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا ہین از آنجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان
لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہے کہ جب
تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگا رواہ
احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر وتکبر اختیار کیا تب سے فتنہ وفساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کالیستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین
لاتے کہ وہ تمہارا برادری سے خارج ہوکر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نومسلم وحقیر بناوینگے۔ معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن
جاہلون نے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے رونگٹے کانپتے ہین۔ اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کیلیے
مقبول فرماوے اور نفس وشیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے۔ حدیث مین ہے۔ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی
ہو جاؤ اور حدیث مین مصرح ہے کہ آدم خاک سے بنے اور فخر بہ تقوی ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب ومال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی
اتحاد وشرافت تقوی کی تاکید ہے۔ رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہے تو ائمہ علما نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے
اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف دکفو پر ہے۔ کتابین لکھتے ہو کہ غیر کفو مین
بالاجماع نکاح صحیح ہے ولیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت مین قاضی فسخ کریگا فافہم۔ پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل
ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط
تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مرگیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس
شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابط تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بے خوف ہو جاتا ہے
(رواہ احمد وابو داود والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبہ بن عامر وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ
یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وقوع مین آنے والے ہین لیکن بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعاً
روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ احمد وغیرہ

اور ظاہر جو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان و موسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے
مانع ہوتے ہیں انہیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرجبیل بن السمط مع مجاہدین کے
رباط میں تھے اور ان پر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی جوان
نے کہا کہ ضرور سنائیے - کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات و دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز
سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی و مسلم و النسائی - اور سہل بن حنظلیہ رض سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج
رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نگاہبان رہونگا - آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو کر آئے تو
فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا - اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا - عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ بقضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا
کہ تو نے واجب کر لی اب تجھ پر کچھ نہیں کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابو داؤد و النسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر و ثبات و رابطہ کے حکم میں اولاً جہاد
کے لیے اور ثانیاً (یعنی جنت ۱۲) عام ہے اور زید بن اسلم رح سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض نے عمر بن الخطاب رض کو خط لکھا اور اس میں رومیوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور
خطرات خوفناک لکھے پس عمر رض نے جواب لکھا - اما بعد ہر گاہ بندہ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالی اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور
دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی - اور اللہ تعالی فرماتا ہے - یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ
ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات کے اسانید کے ساتھ
روایت کیا ہے - اور الشیخ ابن کثیر نے یہاں ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر و سیر و اخلاق و حدیث وغیرہ ہے میں بھی تبرکاً لاتا ہوں قال
روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ - کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات
مجھے لکھائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ یا ۱۷۷ ہجری میں واقع ہوا اشعار مع ترجمہ دیتے ہیں
اور ابیات یہ ہیں ہ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا + لعلمت انک فی العبادۃ تلعب + یعنی اے حرمین یعنی مکہ و مدینہ کے مشہور عابد - اگر تو ہم کو
دیکھے + تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے + من کان یخضب خدہ بدموعہ + فنحورنا بدمائنا تتخضب + جسکے گال اسکے آنسوؤں
سے رنگین ہوتے ہیں + تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں + او کان یتعب خیلہ فی باطل + فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب +
یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے + تو صبح قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں + ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا +
رہج السنابک والغبار الاطیب + اگر تمھارے واسطے خوشبو سے عبیر ہے + تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاکیزہ عبیر ہے + ولقد اتانا
من مقال نبینا + قول صحیح صادق لا یکذب + ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ
لا یستوی غبار خیل اللہ فی + انف امرء و دخان نار تلہب + کسی بندہ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھواں جمع نہ ہوگا -
ہذا کتاب اللہ ینطق بیننا + لیس الشہید بمیت لا یکذب + کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے + کہا کہ میں نے مسجد الحرام میں
فضیل کو پا کر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا - پڑھکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا
اور مجھے نصیحت کی ہے - پھر مجھ سے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے - میں نے کہا کہ ہاں - فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری میں
میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجیے کہ میں اس سے اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں - آپ نے فرمایا کہ بھلا تو مستطیع

نماز پڑھ سکتا ہے کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہے کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو کبھی تو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ ف ۳ عرائس مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد و دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ بایںطور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت سے لے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنیدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہے پوشیدگی کطور پر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ مترجم کہتا ہے کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہے جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہے جو صدمہ اولیٰ کے وقت ہو۔ اور حارثؓ صحابیؓ نے کہا کہ بغیر بلا کا لشانہ ہونا صبر ہے اور بعض نے کہا کہ صبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اترا و نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر بچھارے کھڑے ہونے کو کبھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو۔ اور ابن عطاؒ نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہے اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہے اور شیخ استادؒ نے فرمایا کہ صبر تو آمین جو عہد خاص کیا تھا یاد اے امانت و طاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہے اور رباط ایک نوع صبر ہے لیکن بروجہ مخصوص ہے اور کہا جاتا ہے کہ اول صبر تو تصبیر ہوتا ہے یعنی تکلف سے صابر بنتا ہے پھر صبر حاصل ہوتا ہے پھر مصابرت ہے پھر اصطبار ہے اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ صبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور ماسوی سے علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عزوجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النساء مدنیۃ وهی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورہ نساء مدنیہ ہے اور وہ ایک سو پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس امر اول مین نقاشؒ نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہؒ نے کہا کہ صدر اسکا یعنی شروع کی آیات مکی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہے وہ اہل مکہ کو خطاب ہے اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا کبھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور یہی صحیح ہے اور قرطبیؒ نے فرمایا سوائے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہے جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہے خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثناء کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۃ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی محققین و علمانے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رض سے مدینہ مین ہوا ہے ۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ النساء مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رض سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورۂ النساء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم و یہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ ۔ سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم ۔ چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ ۔ پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ ۔ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ ۔ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ ۔ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ ۔ رواہ ابن جریر ۔ وقد روی الحاکم من طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ ۔ امر دوم مفسر نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہے اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے آلم ۔ و ۔ حم ۔ و ۔ طہ ۔ یس ۔ کو آیت شمار کیا گیا اور طس ۔ کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری رح نے کہا ہے پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہوجاتا تو پھر وصل قرأت کی وجہ سے وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہوجاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہے ۔ اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی بیدہ تیس آیت ہے جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہان تک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین ۔ کما لا یخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۷۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناتون سے اللہ تعالی

کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۝

نگہبان مطلع ہے

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ ۔ اے اہل مکہ ۔ یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس ۔ مکہ والون کو ہے جو اسوقت مشرک تھے ۔ اور مدارج مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون ۔ اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ۔ یہ عادت خاص عرب کی ہے ۔ تو جواب دیا گیا کہ آخر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین ۔ اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہے ۔ اور قیامت تک والون کو شامل ہے چاہے کسی ملک کے ہون ۔ اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انہین کو ہے جو اسوقت موجود تھے جواب یہ دیا گیا کہ صحیح اطلاع ہے کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو ما موجود کو خطاب دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہیں۔ اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ ای عقابہ بان تطیعوہ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہیں کہ عقاب رب سے بچو باینطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
و نا فرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت و قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہوتا ہے تکبر اسی کو شایاں ہے اَلَّذِیْ
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ آدم۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہیں جنکی
سب اولاد ہیں۔ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حوا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری۔ ہا لوکہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظاً مونث مستعمل ہے
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہیں اور زوج یعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا (مفسر نے کہا یعنی حوا کو
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری۔ یعنے آدم کی بائیں پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ کعب و وہب و ابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت میں
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت میں جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوئے۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی میں لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی میں لگی رہتی ہے سو اپنی
عورتوں کو روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح میں ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھا کرنے کی فکر کرے تو توڑ دیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یونہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھا دے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہے اس سے بعض کا بعض مردوں سے بہتر ہونا کچھ منافی نہیں ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا۔ وَبَثَّ۔ فرق و نشر متفرق کیا اور چھیلایا کما روی عن ابن عباس پس فرق از تفریق و نشر از ثلاثی مجرد ہے
مِنْهُمَا من آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ و اسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہے۔ رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً۔ کثیرۃ۔
یعنی نسآء کثیرۃ (المعنی) اور چھیلا کے ان دونوں سے بہت مرد اور بہت سی عورتیں یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور یہاں فرمایا۔ وبث منہما یعنے دونوں سے
پیدا کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی باین طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونوں کے اختلاط
عجیب سے تم سب کو نکالا۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونیوالوں میں ہیں جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہیں اسواسطے دختر وغیرہ
ہونے کے حقوق ہیں سے کوئی جاری نہیں ہوسکتا بخلاف اوروں کے کہ یہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہیں اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے
وقت کی اولاد سے روا تھا یہی وقت کا تبادل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہو گیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا۔ کا
عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یوں ہے خلقکم من نفس واحدۃ انشاہا و خلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ جسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتوں کو چھیلایا مترجم کہتا ہے کہ مآل واحد ہے فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے میں
لطیف اشارہ ہے کہ مردوں کی کثرت بمقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتیں ہیں اگر خواہش و عفت تک رہتے ہیں حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہیں اور ایک مرد کئی عورتوں کے پیٹ کے کام و حاجات کی اصلاح کرسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت میں تو عورتوں کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردوں میں کثرت کی ضرورت نتھی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر ہیں اور یہی اصل اول ہیں۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ وانشدک باللہ۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ
سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ میں تجھسے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو
ایسا کردے اور انشدک باللہ۔ اسی معنے میں کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ بعدہ دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے سوال ہے

اور بعض مفسرین نے ذکر کیا کہ تساءلون در اصل تتساءلون تھا تا فوقیہ کو سین بنا کر ادغام کیا تساءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قراءت ہے
اور عاصم و حمزہ و کسائی نے بتخفیف سین پڑھا پس تاء مذکورہ کا حذف ہوا ہے اور بعض نسخہ تفسیر میں انشدکر اللہ بدون بار ہے اور یہ بھی صحیح ہے وا
تقوا الارحام - ان تقطعوہا - اور بچو ارحام سے یعنی ناتوں کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جن حقوق کے ساتھ ہے اسکو ملائے رکھو
کذا فسرہ ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و حسن و ضحاک و ربیع و غیرہم گویا اسمیں اشارہ ہے کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے
نبی صلعم کے ہم نسب ہیں پھر لفظ ارحام کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناتے کا ایک رتبہ ہے - اور حدیث میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمن عز و جل سے کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالیٰ اسکو ملا دے اور جو مجھے کاٹے اللہ
تعالیٰ اسکو کاٹے رواہ البخاری و مسلم اور قرطبی رح نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحم یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے اور کاٹنا حرام ہے پس احسان
سے اور ملنے و در محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صل من
قطعک - جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل - اور یہ حسن خلق کا بیان ہے - پھر امام ابو حنیفہ رح نے ہبہ سے رجوع صحیح ہونا انھیں ناتے
والوں کے ساتھ خاص کیا جو ذوی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام ہے محرم
و غیر محرم دونوں کو شامل ہے - پھر حمزہ رح کی قراءۃ بالجر ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا و فی قراءۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنی
حمزہ رح کی قراءت میں والارحام - بالجر ہے بنابر اسکے عطف ہو ضمیر بہ پر یعنی بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے
تھے اور یہ تقریر ائمہ ہے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا ہے اسئال بعضکم بعضا باللہ و بالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع
میں مستنکر ہے پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے یعنی ثابت رکھا اور زمخشری رح نے اس قراءۃ کو ضعیف کہا و تبعہ البیضاوی
منظر عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیری رح و غیرہ نے (بتقریر نحو) ذکر کیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ ثبوت اس قراءۃ کا متواتر ہے
اور کہا ملتبس ہے کہ شیخ ابو حیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیوں و یونس و اخفش و ابو علی نے جائز رکھا اور بصریوں نے
جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم و نثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہوا ہے جو اسنوی نے معالم میں کہا کہ قلیل آیا ہے -
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک - رقیب یعنی نگہبان ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ
تمہارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا - چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ماضی میں نگہبان
تھا اب نہیں تو مفسر رح نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام و استمرار کے معنی میں آتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ لم یزل متصفا
بذلک یعنی ہمیشہ اس صفت سے متصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہوں کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان
میں ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس - ای ناسی یعنی بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل میں قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاوینگے جبکہ میرے
خطاب و معرفت دینے سے مجھکو پہچانوگے کیونکہ جب میں نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنی ہاں تو بیشک ہمارا پروردگار ہے -
اور نیز ای ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزیں اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہو گیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہے خبردار ہو کہ یہ حجاب بڑا
ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزیں ہیں اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہیں پہونچ سکتا ہے اور میرے دیدار میں مخلوق پہ نظر رکھنا کفر ہے
قال المترجم اسمیں صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتوں سے انس پیدا کرتے ہیں اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے
ہیں و مولوی روم نے کہا ع عاشق صانع خدا با فر بود :: عاشق مصنوع او کافر بود :: اور صنع خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

[illegible]

والارض الآیہ مین اور گذری ہو فقد کرا آور نیز ای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہو کہ مجھسے آگاہ نہین بے خبر ہی پھر تو نہین کر تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہین بلکہ قدیم سے ہو اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہو یعنی ای ایسے لوگو جنھون نے اپنے کو پانی و مٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدم ؑ کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول نہوتے کیونکہ مین نے تم کو تمام مخلوقات مین سے اپنے شاہدہ و خطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہین سنا و لقد کرمنا بنی آدم یہ خطاب ان لوگون کو عتاب ہو جو درگاہ سے دور پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہو تو اسکا نام نہین لیتا ہو بلکہ کہتا ہو کہ او آدمی اور یہ نہین کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہو کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندون کو بھیجوایا کیونکہ اسکے سوا وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہین گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنی ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھے شرماتے نہین ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب و عتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت مین کہا ای نادانی و فراموشی کی اولاد اور ابن عطا ؒ نے کہا یعنی ان لوگون مین سے ہو جو آدمی ہین اور آدمی وہ ہین جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوا سے وحشت ہو۔ اور جعفر ؒ نے فرمایا کہ ان آدمیون مین سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہین۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہنچوا دیا کہ تم وہ آدمی ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہو کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عز و جل ہو ثم الی ربک المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہو جو اسکے ساتھ مخصوص ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہو اور یا عبادی خطاب خاص ہو پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہو قولہ اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی اسمین اشارہ ہو کہ اسکی طرف جانے مین جبکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عز و جل تقوی ہو و اسطی ؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہو عوام کو تقوی شرک خواص کو تقوی معاصی۔ اولیا و خاص کو تقوی توسل با فعال انبیا کو تقوی از او تعالی با و تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے رمز سے اس آیت مین اپنے حکم و مشیت وغیرہ افعال صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب و ارواح مین رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے فعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر مین علم و حکمت و قدرت کو جمع کیا پس ارادہ منفرد با امر ہو ا پھر امر مین بکاف و نون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا جسمین اجسام و ارواح و جواہر و اعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت و عظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے خواتیم افعال مین جس صورت و نقش سے اسکے سابق علم مین تھین موجود ہوئین۔ اور یہ بعد جس سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ مین پھر ارواح و اشباح و انوار و اسرار کو قبضہ عزت مین جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز مین صبح ازل و ابد سے خمیر فرمایا یہانتک کہ اسکو اپنے خلق و روح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل و ابد کے فیض سے اسمین قدس قدیم بہمہ اسما و صفات و افعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین و آخرین جو محل اسرار قدیم مین شاخون کی طرح نکلنا شروع ہوے اور یہی صورت عین الجمع ہو جس سے حق عز و جل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہو تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات مین کیونکر فرمایا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ قولہ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف مین نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ المکین عمرو بن عثمان مکی ؒ نے

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف و اکناف و ابتدا و انتہا و اول و آخر و سفل و اعلیٰ سے منتظم و احد مہیا کر دیا اور ایسا کیا کہ
ہمیں خلل و تفاوت کچھ نہیں اسکو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور ہر ایک حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزاء بلحاظ تفرقہ اجسام و ہیأت و تخطیط
و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہیں اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر موجود ایجاد و تقدیر و منفصل بحسن تدبیر موجود ہوا و خلقت
آدم علیہ السلام سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنہیں قدرت و مشیت کی تدبیریں پھیلی ہیں استاذؒ نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوھا یعنی
پرہیز کرو ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتداء میں
اللہ تعالیٰ کی یاد اور اسکا ہیبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا میں اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المترجم معنی یہ ہیں کہ ابتداء حال میں
بندہ تکلف سے ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت میں محفوظ
فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہیں ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے
ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک یعنی اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا در کھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماوے گا (کمافی رواہ نتہ
الترمذی) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے (و) اسکے و اسطے نعم الوکیل ہو جاوے
یعنی اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ - ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان
علیکم رقیبا - یعنی جو کچھ تو اپنے سر باطنی میں پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے
نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ
اور دیدو یتیموں کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالوں کو

اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا
اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح میں لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا
جو تم کو خوش آویں عورتوں میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ
تو ایک ہی یا جو تمھارے ہاتھ کے مال ہیں اس میں لگتی بات ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو اور دیدو عورتوں کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝
انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑ دیں تم کو مہر میں سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

و نزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ - یہ کلام ایک یتیم کے حق میں اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ
محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے
انکار کیا پھر دونوں نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطعنا اللہ تعالیٰ و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنی
گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اس نے لے کر سب خیرات کر دیا - حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى۔ الصغار الاولى لا اليهم یعنی یتامی
جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور آول اسم موصول جمع مذکر بروزن علی آورلاب لہم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے
یتیم نہین لیس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَهُمْ۔ اذا بلغوا۔ اور دیدو یتیمون کو انکے مال جبکہ بالغ ہون
یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہوچکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر
اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہین ہے۔ اور مفسر رحمہ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر حکم دیا
گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اوسکا مال حوالہ دینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ
کے نزدیک یہان ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رشد ظاہر ہونا کما قال تعالی فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم اموالهم الآیہ۔ کذا قیل۔ وَلَا
تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ۔ الحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّيِّبِ۔ الحلال۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجيد
من مال اليتيم وجعل الردی من مالكم مكانه۔ طیب سے مراد حلال ہے (اور [illegible]) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال
یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دبلی بکر[illegible] لکھواسکی جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی
والضحاک والسدی اور مفسر رحمہ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لے [illegible] لگا منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ لوگون کے مال سے
حرام کو مت بدلو اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے
واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہین سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے مذہب مین حرام ہے یا ننند اسکے کمائی اسکی حرام ہے
جیسے کسبیان وکاہن ورمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم۔ وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ۔ مضمومة۔ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ۔
بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالون مین مت کھاؤ۔ اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی
ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہین ہوتا اس لیے
کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہین ہین اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہین ہے سو وجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہین جاتی کیونکہ یہان
وہ اشنع ہے تامل۔ اِنَّهٗ۔ ای کلها۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۔ ذنبا عظيما۔ گناہ کبیرہ ہے ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ
کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولاية اليتامى۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیمون کے ولی بننے مین تنگی وحرج لاحق
ہوا تب وہ آیت اتری جو سورۂ بقرہ مین گذری ہے ای قولہ وان تخالطوهم فاخوانكم الآیہ۔ مگر یہان اللہ تعالی نے انکے عذر حرج پر گرفت
فرمائی کہ کثیر عورتون سے نکاح کرکے بہتیر کچھ حرج لاحق نہین ہوتا ہے چنانچہ مفسر رحمہ نے ذکر کیا وکان فيهم من تحته العشر او الثمان من الازواج ولا يعدل
بينهن فنزلت۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ تعدلوا۔ فِي الْيَتٰمٰى۔ فتحرجتم من امرهم فخافوا ايضا الا تعدلوا بين النساء
اذا نكحتموهن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیمون کے اولیا مین سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت مین دس یا آٹھ جورو تھین اور نہین عدل
نہین کرتا یعنی انکے روز کی باری سب مین برابر نہین رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزون مین برابری نہین رکھتا تھا تب نازل ہوا حکم فان خفتم
تا آخر (المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکوگے یتیمون کے بارہ مین (چنانچہ تم نے انکے بارہ مین عذر حرج ظاہر کیا) تو ایسے ہی خوف کرو کہ
عورتون مین عدل نہ کرسکوگے (جب تم انکو نکاح مین لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو
غالب گمان ہو کہ عورتون سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ یہین چند عورتون کی شرط نہین ہے

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کرسکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہے کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ فَانْكِحُوا
تزوجوا۔ مَا۔ یعنے من اور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں و قال تعالیٰ والسماء وما بناہا۔ اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا۔ طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ۔ ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا۔ ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنے ایک سے زیادہ کی صورت میں اسقدر نکاح
میں لاؤ کہ وہ تمھارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار ف اور ایک عورت کا نکاح اپنی مشروع و معلوم تھا صرف زائد میں باری
کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کردیا پس اس مقدار سے زائد مت کرو۔ قال المترجم جسطرح مفسر رح نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ای یتیموں کے ولی و وصی تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جاویں تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانوروں کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا ہے سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمیں سے کھرا و عمدہ لیکر
بجائے اسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملادو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اسوقت دو کہ انمیں صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کرلو اور جبتک یتیم
ہیں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں احتیاط و عدل کرنا گراں ہو اور حرج دیکھتے ہو اور
خوف ہے کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہیے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہیے تو چار نکاح میں لاوے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہے جسکی پرورش میں ہیں مثلاً زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اسطرح ہے کہ یہ اسکا ولی ہے یہ اس سے نکاح چاہتا ہے پس کم مہر پر نکاح میں لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ واتوا الیتامیٰ اموالہم یعنی ای ولی و وصی انکو بغیر قرض
ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کرکے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ میں جاتا نرہے اور
ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہے پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہے ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب برا داخل کردو کہ یہ حرام
ہے اور یتیمہ سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے میں عدل نکر سکوگے
تو اسکے سوا اور بہت عورتیں ہیں انمیں سے تمکو چار تک مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ ارتباط جید ہے اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا قولہ تعالیٰ وان خفتم ان لا تقسطوا۔ اور عروہ بن الزبیر رض کہتے
ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہ رض نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے اس باغ و مال میں شریک تھی شیخ ابن کثیر رح نے
کہا کہ امام بخاری رح نے عروہ بن الزبیر رض سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رض سے قولہ تعالیٰ وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ الآیہ۔ کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ ای میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور
اپنے مال و جمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ
دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اسطرح نکاح کریں ہاں اگر چاہیں تو اسکا پورا مہر اعلیٰ دیکر نکاح کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو ان عورتون کے سوا ے اور عورتین بہت ہین جو خوش آوین اُنسے نکاح کرلین ۔ پھر حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ اس آیت کے بعد لوگون نے رسول اللہ صلعم سے استفتار طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالی ویستفتونک فی النساء الآیہ ۔ اور عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ دوسری آیت مین اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ وترغبون ان تنکحوھن الآیہ ۔ یعنی کوئی تم مین سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت ہوتا ہی جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکرین مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دین بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہی تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا ۔ اب یہان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ مین چار ہی عورتون پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور تنقیح مفسرین نے کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنیٰ وثلث ورباع ۔ الفاظ معدولہ ہین اور کوفیون وابو اسحق کے نزدیک نہین قیاس جاری ہوسکتا ہی اور اصح یہ ہی کہ ان مین قیاس کو دخل نہین بلکہ جہانتک سنے گئے ہین انھین پر مقصور ہی اور یہی بصریین کا قول ہی پھر مسموع گیارہ لفظ ہین ۔ احاد ۔ موحد ۔ ثناء ۔ مثنی ۔ ثلاث ۔ مثلث ۔ رباع ۔ مربع ۔ مخمس ۔ عشار ۔ معشر ۔ اور سوا ے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہین ہین اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر منصرف آتے ہین ۔ پس مثنی وثلث ورباع کے معنے دو دو ۔ اور تین تین اور چار چار ہین قال البیضاوی ان نکرہ یعنی دو دو وغیرہ فرمانے مین ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہی یہ اجازت ہی کہ عدد مذکور مین سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے باتفاق دو ہی دو لین یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح مین لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درمونکو دو دو یا تین تین یا چار چار تقسیم کرلو پس تکریر مین تفریق وتوزیع کلی اور اگر تکریر نہ ہوتی بلکہ مفرد ثنتین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو جمع کرلو جو نو ہوتے ہین ۔ اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح مین لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امرین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہی پس تمام امت بحکم خطاب یہی سب کے سب یا تو اتفاق کرکے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب مین سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہان ایک فائدہ دیگر ضروری ہی وہ یہ کہ اہل بیان جو شرع پر مامور ومکلف ہین وہ تمام مخلوق ہین سے جس چیز مین تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے ہین شرع کی اجازت تک تھامے ہین اگر چہ غیر مامور ہین انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتون مین نکاح سے تصرف کی اجازت مین چار چار تک حکم ہوا پس زیادتی روا نہوگی جیسے مال کا مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کرکے اٹھا لو تو اسی حکم پر مقصود ہوگا کہ انمین سے انتہا کے درجہ چار چار لے لین اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہین ہوسکتا کہ دس دس کرکے تمام مال ختم کردین ۔ اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہی کہ مال معین ہو مثلا اس توڑے مین سے یا ان ہزار درم مین سے تو یہی حکم ہی اور اگر مطلقا ہو مثلا کہا کہ درمون کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کماؤ تو یہ معنی نہین ہوتے ہین اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہی از قبیل اول نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہ دو وجہ سے خطا ہی اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کرلینا محض قرار دیا حالانکہ ہمنے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہین ہی بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار تین سے کسی تعداد پر ایکبار لیلو اور باقی چھوڑ دو پس اسکا اعتراض کو دخل نہین اور دوم آنکہ آیت مین عورتین مانند مردون کے ہین کہ ہر ایک معین نہین علاوہ برین اللہ تعالی کے نزدیک سب معلوم معین ہین پھر مترجم کہتا ہی کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالے جاعل الملائکہ رسلا اولی اجنحۃ مثنی وثلث ورباع مین بالاتفاق قائل ہو کہ فرشتون کے بازو فقط چار ہی نہین ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہین ہوتا کیونکہ یہان فقط اخبار ہی اور یہ انشا نہین یعنی آیت مین تو تصرف مباح کا بیان ہی کہ یہانتک تصرف روا ہی اور اسمین خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہان یہ اور کہان وہ

بالجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہے اور تمام عورتیں انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انہیں سے تصرف نکاح
کے واسطے در صورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہے کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور
آخر میں جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت میں کہ جمع کا ارادہ نہو پس اگر یہ تنویع و توزیع ایک صورت میں ہے اور واحدہ
دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بدلیل آخر آیت تو یہ پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جس میں نے دل متشبہ
کیا اور ایسے شخص سے عجب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی
یہاں گنجائش نہیں ہے تو میں مفصل نقل کر کے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہے اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پہ
رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکما جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی
مفسد کے شبہہ میں نہ پڑیں جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور
محی السنہ نے معالم میں کہا کہ یہ اجماع ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو روا نہیں کہ چار سے زیادہ ایک وقت میں نکاح سے جمع کرے اور زیادہ
کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس میں آپ کے ساتھ امت میں سے کسی فرد بشر کو شرکت نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر رح
نے فرمایا کہ چار ہی عورتوں کیطرف مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباس و جمہور علما نے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہے اگر
چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرمادیا جاتا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عز و جل کی طرف سے مبین ہے
دلالت کرتی ہے کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہیں ہے اور یہ جو امام شافعی رح نے فرمایا ایسا قول ہے کہ اسپر تمام
علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح
نہیں ہے اب احادیث سننا چاہیے قیس بن الحارث رض کی تحت میں آٹھ عورتیں تھیں پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیس رض نے جن عورتوں سے انکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ اے فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد
ہوئی تھی کہا کہ اے فلانہ تو ادھر آ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں
آٹھ عورتیں تھیں میں نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے میں نے ایسا ہی
کیا و رواہ ابو داؤد ایضا۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ امام احمد رح نے مسند میں کہا کہ۔ حدثنا اسمعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا
معمر عن الزہری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ (یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہ غیلان
بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت میں دس عورتیں تھیں پس نبی صلعم نے اس سے کہا کہ انہیں سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمر رض کی
خلافت کا زمانہ ہوا تو اسنے اپنی ان چار عورتوں کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمر کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ
میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتوں کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل میں ڈالدیا اور شاید تو زندہ نہ رہیگا
مگر تھوڑے دنوں اور قسم ہے اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتوں سے رجعت کر اور اپنا مال بھی واپس کر ورنہ میں تو ان عورتوں کو تجھسے ضرور میراث
دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس روایت کے
راوی سب ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں اور اسی روایت کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن
ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے و قد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری مرسلا وکذا مالک عن الزہری مرسلا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ و قد روی

من طرق عن اسمٰعیل بن علیه وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبة وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبد الرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم
من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزہری الضیا فی روایة البیہقی من طریق النسائی لسیار بن حشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر۔ ہکذا رواه
النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد به سیار بن حشر وهو ثقة وکذا وثقه ابن معین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ اس مین
دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتین تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہوگئی تھین
جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت مین تصریح ہے۔ اور نوفل بن معاویة الدیلمی سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین پانچ عورتین تھین پس
رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواه الشافعی۔ پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل و انصاف رکھنے پر
گمان غالب ہو۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ فیهن بالنفقة والقسم۔ یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نکرسکو گے فی ان عورتون مین نفقہ
دینے مین اور باری رکھنے مین۔ فَوَاحِدَةً۔ انکحوہا۔ تو ایک ہی کو نکاح مین لاؤ ف اشارہ کیا کہ واحدة کو نصب بنابر ینکہ انکحوا کا
مفعول ہے۔ اَوْ۔ اقتصروا علی۔ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ من الاماء۔ یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوے تمہارے داہنے ہاتھ ف
یعنے باندیون پر جنکے تم مالک ہو۔ اگرچہ وہ کئی ہون۔ اذ لیس لهن من الحقوق ما للزوجات۔ اسواسطے کہ مملوکہ باندیون کے حقوق ویسے نہین
جیسے نکاح کی ہوئی عورتون کے ہین اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدة کیون نہین کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدة انکحوہا سے اشارہ کیا کہ ما ملکت کا
عطف واحدة پر نہین تا کہ انکحوا ما ملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہین ہوسکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہین ہے کہ خوف کی
صورت مین ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تا کہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح مین نہین لاسکتا
ہے۔ اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمین دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیون مین قسم واجب نہین لیکن مستحب ہے۔ ذٰلِكَ۔ ای نکاح الاربعة فقط
او الواحدة او التسری۔ یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیون کو تحت
تصرف مین لانا۔ اَدْنٰى۔ اقرب الی۔ نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ۔ اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ تجوروا۔ تم جور نہ کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید
بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر مین کہا کہ ان لا تکثر عیالکم۔ یہ کہ تمہارے عیال بہت ہوجاوین اور یہ ماخوذ ہے قوله تعالی
وان خفتم عیلة۔ سے اور عرب کہتے ہین عال الرجل یعیل عیلة۔ جب کہ فقیر ہوجاوے اور ابن العربیؒ وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی مین اعال
ہے نہ عال یعنی از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد۔ ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوے
ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہان نہین بنتے ہین اسواسطے کہ جیسے زیادہ عورتون کی
کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیون کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمین جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا بمعنے ان لا
تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار۔ اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہد وعکرمہ وحسن
وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہین اور یہ معنے
حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہین پس مراد وہ حیف ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے۔ اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال۔ ماضی کا صیغہ سات
معنے مین آتا ہے۔ مال۔ زاد۔ جار۔ افتقر۔ اثقل۔ قام بمئونة العیال یعنی عیال کی پرداخت کی۔ غلب۔ غالب ہوا کما یقال عیل
میل کیا ۱۲ زیادہ کیا ۱۲ جور کیا ۱۲ فقیر ہوا ۱۲ بوجھل ہوا ۱۲
صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہوگیا۔ پس اکثر مفسرین کے نزدیک یہ معنے جور ہے۔ وَاٰتُوا۔ اعطوا۔ یعنی دیدو۔ النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ
نِحْلَةً۔ جمع صدقہ مهورهن۔ عورتون کو صدقات ان کی خوشدلی سے۔ یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مهور انکے۔ واضح ہو کہ صداق کا بیان

فرق یہ ہے کہ کابین سر دست دیا ہوتا ہے اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہے۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا
اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہے اور عن عائشۃ ہی الفریضۃ ونحوہ عن قتادۃ ومقاتل وابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر
کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہے اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی
عورت سے بلا مہر نکاح نہیں کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہے کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہیں اور
مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش
کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علمار کا اجماع ہے کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہے خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہے کہ مہر کے
زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں اور کم کی جانب خلاف ہے قال المترجم چنانچہ شافعی سے روایت ہے کہ بیع میں جو مول ہو سکتا ہے وہ نکاح میں
مہر ہو سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہیں کہ اسکو ادا
نہیں کر سکتے تو عاقبت میں انپر وبال ہوگا اگر دنیا میں عفو ہو تو اس اس سے احتراز واجب ہے اور مہر میں سے جبرًا لینا حرام و قبیح ہے۔ فَاِنْ
طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا ۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسھن لکم عن شیء من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا
جو تمیز واقع ہونے سے منصوب ہے فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی دراصل طبن کا فاعل تھا اگر خوش ہوں نفس ان عورتوں کے تمھارے واسطے
کچھ چیز دینے پر اس مہر میں سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہے یس یہ چیز مہر میں سے تم کو ہبہ کر دیں۔ فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا ۔ طیبا۔ تو کھاؤ تم
اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ مَّرِیْٓــًٔا ۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہے آخرت میں تمپر اسکا کچھ ضرر نہیں ہے اگر کہا
جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہے پھر کیا حکمت ہے کہ بیان فرمایا تو مفسرؒ نے جواب دیا نزل ردًا علی من کرہ ذلک یعنی جس نے ہبہ لے اسکو
اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ جواز کے واسطے ہے کیونکہ رہی
اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیا کو ہے چنانچہ ابو صالح سے روایت ہے کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ
دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہیں لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ

اور مت دو بیوقوفوں کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالیٰ نے تمھارے واسطے گذران اور انکو اسمیں کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ

اور کہو ان سے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ

ہوشیاری تو حوالہ کرو انھیں انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اوڑا کر اور گھبرا کر یہ

یَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کر لو ان لوگوں پر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا ۔ ايها الاولياء ۔ يعني يه خطاب اوليا كو هى خواه مجنون و بيوقوف وغيره مردون كے ولى هون يا عورتون كے يا بچون كے جو بالغ نهين خواه يتيم هون يا نهون ۔ السُّفَهَاءَ ۔ المبذرين من الرجال والنساء والصبيان يعني ايسے بيوقوفون كو جو بے ڈهنگ مال برباد كرتے هين مرد هون يا عورتين يا نابالغ لڑكے لڑكيان ۔ اور نه دينے كے معنے يه كه انكو قابو مت دو اور سفهاء كى تفسير مين سلف كے اقوال يه هين كه ضحاك عن ابن عباس وه تيرے بيٹے اور جورو هين بے ڈهنگ هين اور يهى قول حضرت ابن مسعود و حكم بن عتيبه و حسن و ضحاك كا هى ۔ عن سعيد بن جبير وه يتيم لڑكے لڑكيان اور منذر جهم كهتا هى كه اس قول پر مراد يه كه يتيمون كے مال انكے هاتھ مت دو كه برباد كرين پس اموالكم كے يه معنے كه انكے مال جو تمهارے پاس هين نه آنكه اپنے ذاتى مال مت دو ۔ عن مجاهد و عكرمه و قتاده ۔ وه عورتين هين ۔ اور ابو امامه سے روايت هى كه رسول الله صلعم نے فرمايا كه عورتين سب سفيه هين سوا اسكے جو اپنى قيم يعنے كام درست كرنے والے كى اطاعت كرے رواه ابن ابى حاتم و ابن مردويه اور ابو هريرهؓ سے هى كه وه باندى غلام هين رواه ابن ابى حاتم ۔ بالجمله شايد مفسرؒ نے اشاره كيا كه سفهاء كا لفظ ان سب كو شامل هى ليكن كلام مابعد سكو مساعد نهين ۔ اَمْوَالَكُمُ ۔ اى اموالهم التى فى ايديكم ۔ يعنى اموالكم مين اضافت ملك نهين بلكه قبضه هى يعنى انكے مال جو تمهارے قبضه مين امانت هين ۔ الحاصل اى اوليا تمهارے پاس جن يتيمون لڑكون يا لڑكيون وغيره كے اموال هين تم ان اموال كو انهين سے احمقون كو مت دو كيونكه ان اموال كو الله تعالى نے تمهارے سامان آخرت كا قوام كرديا هى چنانچه ان اموال كى صفت بيان كى اور احتياط كے سبب كا اشاره كيا كه ۔ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ۔ مصدر قام اى تقوم بمعاشكم و صلاح اولادكم فيضيعوها فى غير وجهها ۔ يعنى اكثر كى قرأت مين قياما بالف مصدر قام يقوم قياما هى يعنى جس سے تمهارى زندگى اور تمهارى اولاد كى درستى كا قيام هى اور حاصل يه كه مت دو بيوقوفون كو ايسا مال كه وه اسكو بے راه ضائع كر ڈالين ۔ وفى قراءة قيما جمع قيمة ما يقوم به الامتعة يعنى نافع و ابن عامر كى قرأت مين قيما بدون الف كے جمع قيمت هى بمعنے وه چيز جس سے متاع كا اندازه لگايا جاتا هى ۔ وامتعه جمع متاع هى جس سے انسان زندگى مين نفع اٹھاتا هى پھر وه فنا هوتى هى اور معنے يه كه بيوقوفون كو اپنے وه مال مت دو جسكو الله تعالى نے تمهارى زندگانى كے متعه كے واسطے قيمت كرديا هى ۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا ۔ اطعموهم منها ۔ اور كهانا دو انكو ان اموال مين سے ۔ اشاره كيا كه فى بمعنے من هى اور زمخشرى نے اپنے معنى پر كها هى ان اموال كو انكے رزق دينے كى جگه بناؤ باينطور كه تجارت كركے اسكے نفع سے كهلاؤ اور معالم مين فرمايا كه فيها مين اشاره هى كه انكو رزق كا محل تصرف بناؤ يه مت سمجهو كه رزق اس سے هى بلكه مقدر هى اور يه ان لوگون كے حق مين جنكا نان نفقه اسپر واجب هى الا آنكه مراد فقط يتيم مكفول هون ۔ وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۔ عدوهم عدة جميلة باعطائهم اموالهم اذا رشدوا اور انكو كپڑا دو اور انسے قول معروف كهو ۔ قول معروف كهنے سے يه مراد هى كه انكو بهلا وعده دو باين طور كه يه سب مال تمهارے هين جب تم راه پر آؤگے هم تم كو ديدينگے ۔ اور على بن ابى طلحهؒ نے ابن عباسؓ سے تمام آيت كے معنى يه روايت كيے كه تو يه مت كر كه جو مال تجھے الله تعالى نے ديا اور تيرى معيشت كيا هى اسكو اپنى جورو يا دختر كو ديدے پھر تو انكا دست نگر هو جاوے بلكه اپنے پاس ركھ اور اسكو درست كر اور تو هى انكے كهانے كپڑے كى خبرگيرى كر ۔ وَابْتَلُوا ۔ اختبروا ۔ امتحان كرو ۔ الْيَتٰمٰى ۔ قبل البلوغ فى دينهم و تصرفهم فى اموالهم يتيمون كو انكے بالغ هونے سے پهلے انكے دين كے معامله مين اور انكے اپنے مالون مين تصرف كرنے كے معامله مين بايطور كه اگر لڑكا بيوپارى كا بچه هى تو اپنے پيشه مين ٹهنگ سے چلتا هى يا نهين اور اگر زمينداره هى تو اسمين انتظام اچها كرتا هى اور تاجر هى تو تجارت مين كماؤ هى اور خطيب شافعى نے كها كه يه امتحان قبل بلوغ كے هى اور جس معامله كو وه قرار دے وه پورا نهوگا ۔ يه صرف امتحان هى اور امام ابو حنيفهؒ كے نزديك اس كو ايسى چيز ديدے جسمين تصرف كرے

يعني

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ ۔ حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاویں ۔ ای صاروا اہلا لہ بالاحتلام او السن وہو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی ۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہیں بلکہ مراد یہ کہ نکاح کے لائق ہو جاویں خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاویں اور وہ امام شافعی رح کے نزدیک پورے پندرہ برس ہیں ۔ قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رح سے ہے اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ صحیحین میں آور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت میں اٹھارہ برس ہیں اور یہی قول سفیان ثوری رح کا ہے اور امام مالک واحمد و اسحاق ولیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعی رح نے کہا کہ ایسی باتوں سے کافر کے حق میں بلوغ کا حکم ہوگا مسلمان کے حق میں نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہیں تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے اور کافر اس خوف سے نہیں جمنے دینے کہ انپر جزیہ مقرر ہوگا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق میں بلوغ ہے کیونکہ یہ جبلی ہے اور معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمد رح نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعد رض نے انکو یہ حکم دیا تھا یہ حکم لگایا کہ انمیں سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاویں اور نابالغ قید کیے جاویں یعنی لونڈی غلام بنائے جاویں تو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہیں پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہیں جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور میں ان میں تھا جو چھوڑا گیا وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ ۔ البصرتم ۔ تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے تو انکی سمجھ میں آئے ۔ مِّنْهُمْ رُشْدًا ۔ صلاحا فی دینہم و مالہم ۔ یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف کرنے میں یعنی دین میں صالح ہو جو راہ صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس و حسن و سعید بن جبیر و دیگر ائمہ فقہا سے مروی ہے یعنی پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو ۔ فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۔ انکو انکا مال دیدو ۔ یعنی حد بلوغ سے بدون تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر ایسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعی و ابو یوسف و محمد رح کا ہے اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنا برینکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس انتہا یعنی پچیس ۲۵ برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کرکے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت میں لفظ رشد نکرہ ہے پس ادنی رشد جسپر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن میں یہ اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جاتی ہے پس وہ اصل ہونے میں درجہ نہایت پہونچ گیا ۔ اگر کہا جاوے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہیں جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے منع نہیں کرسکتا باینطور کہ اسکا تصرف نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہو وے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال کیا اور مروی ہے کہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درہم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں عثمان رض کے پاس جاتا ہوں تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوام رض نے کہا کہ ہاں میں اسکا شریک ہوں تو عثمان رض نے کہا کہ بھلا میں ایسے شخص کو کیونکر محجور کروں جس کے شریک زبیر بن العوام ہیں پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں محجور کرانا آزاد و بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمیں طویل ہے ۔ وَلَا

تاکلوھا - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہے - اسرافا - بغیر حق - مراد اسراف سے بغیر حق ہے ای لا تاکلوہا مسرفین مبادرین
و بدارا - ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ - ان یکبروا - رشدا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسراف او
بدارا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں رشد کے ساتھ
پس تم پر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہووے تو سب دینا
پڑے گا - پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاویں لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقا حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ - ومن کان من الاولیاء غنیا فلیستعفف - ای لیعف عن مال الیتیم و یمتنع من اکلہ - یعنی اولیاء میں
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے - ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے - اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہے - ومن کان فقیرا فلیاکل - منہ
بالمعروف - بقدر اجرۃ عملہ - اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری - یعنی بالمعروف کی تفسیر
ہے کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے - اور ایسا ہی بخاری رح نے عائشہ رض سے روایت کیا پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا اسکی زمین میں زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسپر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہے اور
انھیں میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر رجان بیدری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہے وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہیں ہے اور یہی جمہور فقہا کا قول ہے - اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہے
کو حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہے چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال میں یعنے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہے جو یتیم کا والی ہوتا ہے کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو میں اسمیں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمیں واپس رکھدیا
ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح و نحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہے اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہے و قد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو - اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو - و رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ایسا ہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہے - فاذا دفعتم الیہم - ای الیتامی - پھر جب تمنے دیدیے انکو یعنے یتیموں کو یعنی اموالہم (۲)
فاشہدوا علیہم - انہم تسلموہا و برئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ و ہذا امر ارشاد - انکے مال تو انپر گواہ کرلو - یعنے گواہ

کرلو انپراسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور در صورت اختلاف پڑنے کے
تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشادی ہے یعنی دنیاوی کام مین تمھکو بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے
تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہے اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اسکا
مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہؒ
نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ۔ الباء زائدۃ۔ یعنی باللہ کی باء
زائد ہے عکبریؒ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہہ ہے اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے
حَسِيْبًا حافظا لاعمال خلقہ محاسبھم۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کامون کا اور پھر انکا حساب کرنیوالا ہے قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین
وعید شدید ہے پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور بلوغ پر دیدین اور درستی کوشش نظر رکھین اور یتیمون کو تنبیہ ہے کہ
وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گذار رہین ف غرائس البیان مین ہے قولہ تعالی فان انستم منھم رشدا۔ رشد سے یہان واللہ اعلم یہ اشارہ ہے کہ معرفت
الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سلنت
کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطاءؒ نے کہا کہ رشید وہ ہے جو الہام و وسوسہ مین فرق کرے-

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل رد الما کان علیہ الجاھلیۃ من عدم توریث النساء والصغار۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے
کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا
قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور
ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام کحہ آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیاں ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ
نہین ہے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی و سیاتی انشاء اللہ تعالے۔ اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی
اور تین بیٹیاں چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد
بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی اولاد گھوڑے پر سوار ہو نیاور دشمن کو
کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہے پس یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیونکا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو
ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ و عنقریب آئیگا مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا
انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاویؒ نے کہا کہ خطاب پہلے اترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم
استغفر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید آمین تو کسیکو بوجہ وجیہ کلام ہو ہان خلاف یہین البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز
ہے یا نہین فافہم۔ لِلرِّجَالِ۔ الاولاد والاقارب۔ یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرطوں سے ہوں جو آگے بیان ہوگی ۔ نَصِيْبٌ ۔ حظ ۔ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ المتوفون ۔ مردوں کے لیے یعنی اولاد و اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا اپنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ قریبوں کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہیں اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربیت کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے ۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۔ نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہیں خواہ بچہ ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہوں تو بھی وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہیں خواہ طفل ہوں یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حمل بیٹا کو بھی شامل ہے اور یوں نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اسمیں فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل اور تین بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ ۔ ای المال ۔ اَوْ كَثُرَ ۔ یہ بدل ہے قولہ ما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر بدلہ مِنہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہو اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا ۔ جعلہ اللہ ۔ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔ یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر رح نے نصیبًا کو بجعلہ اللہ ۔ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہے یعنی مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر رح نے مفروض کی تفسیر کی ای مقطوعًا بتسلیمہ الیہم ۔ یعنی ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنی قطع لیا ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ لغت میں فرض بمعنی قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ ۔ جیسا ہم نے کہا ہے و سیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض و واجب میں شرعًا فرق ہے کہ پس فرض وہ ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہو اور واجب میں گو ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ اسوقت دونوں متحد تھے ۔ اور یہ فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہ ہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہ ہو اسلیئے کہ اسمیں غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا

اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کریں

عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

اپر پس چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہیں یتیموں کے مالوں کو

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

ظلم سے یہی ہے کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور جلدی ہی پہنچیں گے آگ میں

سه ای اسے تفسیر بیضاوی نے فرمایا ۔ من الرمیت کی وفات سے کچھ پہلے تھا انزل یعنی بچہ یا ۔ سی بلکہ میراث ہی کی کیونکہ تا سکے وقت ۔ وجود قطعی ۔ نکرہ فقل ۔ حمل کا یہ نطفہ کلام مترجم ۱۲ سے لیکا ۱۲م

ع ۱۱

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للمیراث - ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولی یہ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق میں ضمناً مذکور ہے اور یہاں الف لام سے معہود ہے اور ظاہر حضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے۔ اُولُوا الْقُرْبٰی - ذوو القرابۃ ممن لا یرث - یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اس وجہ سے کہ ایسے عصبہ ہیں جو دوسرے کے ہوتے ہوئے محروم ہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمۃ (المعنی) اور جب بٹوارہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث نہ ہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہے اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوئے ہیں حاضر ہوں تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے پس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملیگا۔ وَقُوْلُوْا - ایہا الاولیاء لَهُمْ - اذا کان الورثۃ صغارا - قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - اور کہو اے اولیا میت یا وصی میت ان حاضرین مذکور سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا انمیں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف یعنی قول جمیل باین طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہمکو اختیار نہیں ہے کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہیں۔ چونکہ یہ امر پایا نہیں جاتا ہے تو مفسرین نے اسمیں اختلافی اقوال یوں بیان کیے کہ قیل انہ منسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مذہب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگوں نے تہاون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت میں مذکور ہے استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہے کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگوں نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہے کہ فارزقوہم کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثوں کو ہے یا اولیاء میت کو ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ پھر منسوخ ہے یا نہیں بلکہ محکم ہے اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفی رح نے ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالی نے فرائض کو نازل فرمایا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمیں رہا جو میت بیان کر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ وابو الشعثاء وقاسم بن محمد وابو صالح وابو مالک وزید بن اسلم وضحاک وعطاء خراسانی وربیعہ بن ابی عبد الرحمن ومقاتل ابن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہا و چاروں مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا بروجہ میراث نہیں تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہوئی لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب ظاہر ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہیں ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور باوراست میراث کے سہم مقرر

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کرجاوے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت
نہیں ہے لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث یعنی وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے
کہ حضرت ابن عباس رضی سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت
محکم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ
جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء
اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر آیا یہ اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو عکرمہ نے ابن عباس رح سے روایت کی
کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسم رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے
اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہد رح نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے کہ جہانتک انکے دل کی خوشی ہے دیویں اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و
ابوموسی وعبدالرحمن بن ابی بکر وابوالعالیہ وشعبی وحسن رح سے مروی ہے اور ابن سیرین وسعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی وعطاء بن ابی رباح و زہری
و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیر رح نے عبدالرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبداللہ نے اپنے
باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہ رض زندہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین وقرابت دار نہیں چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث
سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسم رح نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک
نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کرجاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ
نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتمد ہے اور بسبب دلیل وہ ارجح ہے جو مجاہد رح سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر رہتے ہیں
کما لا یخفی اور امام محی السنۃ رح نے معالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولی یہ ہے کہ امر مذکور استحباب کا ہے وجوب کا نہیں
ہے اور آیہ کریمہ منسوخ نہیں ہے اور بنا برین آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے ناتے دار ہیں
مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکنی نہ ہو اور یتیم آویں یا مساکین آویں تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے و تحقیق
ای لیخف علی الیتامی۔ لیخش اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر۔ اَلَّذِیۡنَ لَوۡ تَرَکُوۡا ۔ ای قاربوا ان یترکوا۔ وہ لوگ کہ نزدیک
پہونچے اسکے کہ چھوڑیں مِنۡ خَلۡفِہِمۡ ۔ من بعد موتہم۔ اپنی موت کے بعد ذُرِّیَّۃً ضِعٰفًا ۔ اولاد صغیر خَافُوۡا
عَلَیۡہِمۡ ۔ الضیاع۔ خوف کریں انپر یعنی ضائع ہونے کا۔ فَلۡیَتَّقُوا اللّٰہَ ۔ فی امر الیتامی ولیاتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم
من بعد موتہم۔ پس چاہیے کہ ڈریں اللہ تعالے سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ بجالاویں یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ
انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ وَلۡیَقُوۡلُوۡا ۔ للمیت۔ اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر
موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ قَوۡلًا سَدِیۡدًا ۔ صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی
لورثتہ ولا یدعہم عالۃ۔ قول صواب بایں طور کہ میت کو سمجھاویں کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو
صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگوں کو ارشاد کیا
خصوص ایسے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہیں کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی
حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو ف مفسر رح نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا۔ بجاے قاربوا

الربع

ان ہتر کوا کے اس فائدہ کے واسطے ہو کہ مرنا امر یقینی ہو پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہو ای ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوا ے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہو میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہو حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو
تہائی کی مقدار میں نافذ ہو گی زیادہ میں باطل ہو الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہو پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہو کہ تہائی پوری بھی بہت ہو اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہو اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگون کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرین جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہو لہذا علما نے کہا ہو کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت میں مستحب ہو اسی بنا پر مفسرین نے
تفسیر کی ہو اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہو کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمایش قول سدید ہو گی چنانچہ ابن
عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثون کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہو کیونکہ اُس کے حق میں
یہ بہتر ہو اور اگر نابالغ یا محتاج ہون تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہو کیونکہ قرابت محتاج کو
پہونچنے میں مساکین سے زیادہ ثواب ہو - پھر واضح ہو کہ اس خطاب میں بھی مفسرین کا اختلاف ہو چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا خافوا علیہم یہ حکم ہو ان لوگون کو جنکو میت نے اپنی اولاد پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت
کی وصیت کر گیا ہو یعنے ان لوگون کو چاہیے کہ یتیمون کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہین اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کرین جیسے اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسرون کا برتاؤ چاہتے ہین - یا یہ حکم ان لوگون کو ہو جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہون یا یہ لیعنی
ڈرین اللہ تعالیٰ سے یا خوف کرین اولاد مریض پر اور انپر اپنی اولاد کے موافق شفقت کرین پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثون
کے حق میں مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھرین اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا
ہی مجاہد و بہتیرے سلف نے فرمایا ہو ذکرہ ابن کثیر اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہو اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثون کو ہو یعنے ضد ما ر افاریب یتیم و
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہون انپر شفقت کرین یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند نکرتے اور
مترجم کہتا ہو کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہو اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید و ردّ دعویٰ ام کجہ و اولاد سے
فلیتامل اور بعض نے کہا کہ خود مریضون کو خطاب ہو کہ وارثون پر نظر رکھین اور وصیت کرنے مین اسراف نہ کرین بیضاوی نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخر
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالہم وصفتہم انہم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیہم الضیاع - اور اسی امر کو مرتب کرنے
مین اس سے مقصود و کا اور اسمین علت کا اشارہ ہو اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہو یعنی فاز بوا ۱۲
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہو قال تعالیٰ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر
تقویٰ کا حکم کیا جو انتہا خشیہ ہو یہ رعایت مبدء و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہو پھر قول سدید مین بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہین یعنے وصی لوگ یتیمون سے ایسی باتین شفقت و حسن ادب کی کہین جیسے اپنی اولاد کے حق مین پسند کرتے ہین -
یا مریض سے سامعین ایسی باتین کہین جس سے وہ وصیت مین اسراف نکرے اور وارثون کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ
میت کو کلمہ شہادت وتوبہ یاد دلاوین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہین کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتون سے عذر کرین
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے کچھ نہین دیا تو اچھا وعدہ بھی کرین کہ ہم تو مختار نہین معذور ہین اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑا ہو جاویگا

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو مودی ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروانہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہے کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کو دیوے اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہے کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہے کہ چاہیئے کہ ڈرین اللہ تعالی سے یتیمون کے مال سے معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہے اسکی تائید اسکے مابعد سے حاصل ہوتی ہے جس مین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہے چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملاء بطونہم یعنی بھر پیٹ بنا بر محاورہ عرب کے ہے چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہے کہ وہ لوگ کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہے ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم ہوتا ہے درحقیقت آگ ہے کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جیسا ہو رنماز وروزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورتہائے قرآنی کا بصورت پارہ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہے اس گروہ کا موید ہے اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب ہوگا آگ دوزخ سے پس بفعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا اول اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالے نے حرام کیا ہے الا یہ کہ بطور حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہے - اور ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلے گی اس حال سے کہ آگ انکے منھون سے متاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی وابو یعلی وابن ابی شیبہ اور بہالرہ اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے روایت مذکور ہو چکی ہے کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالی نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ مین ہے ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ بالبناء للفاعل والمفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بر بناء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یا ربرینا رفاعل پڑھا اسی پر خلون معروف یعنے داخل ہونگے۔ سَعِيرًا ۔ ناراً شدیدۃ محترقون فیہا ۔ (المغنی) اور ایسے
مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یا از صلی النار
یصلی صلیا۔ قال تعالی سیصلی نارا ذات لہب۔ اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم۔ اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی
ہی جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو
مشرک و کفار کیا کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے بس انکا حق مار کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالی
عزوجل نے ان گمراہون کی حالت و بدانجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہی کہ سعید وہ ہی جو غیر سے نصیحت پکڑے
مترجم کہتا ہی کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور
چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہی لہذا مترجم چاہتا ہی کہ آسان طور پر بیان کر دے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اللہ تعالے وصیت کرتا ہی تم کو تمھاری اولاد مین مذکر اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر استری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہی تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہی اور میت کے والدین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی بعد اس

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہی یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ ۔ یا مرکم حکم دیتا ہی تم کو۔ اللَّهُ فِي۔ شان۔ أَوْلَادِكُمْ۔ اللہ تعالے تمھاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر
فرمایا ہی کہ۔ لِلذَّكَرِ منہم۔ مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ۔ نصیب۔ الْأُنثَيَيْنِ۔ اذا اجتمعتا معہ فلہ نصف المال و لہما النصف فان
کان معہ واحدۃ فلہا الثلث و لہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہی مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ
مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب
مال سمیٹ لیگا۔ فَإِن كُنَّ۔ ای اولاد۔ یعنے کن کا اسم اولاد جمع و لیہ اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہی یا اولاد بتاویل مولودات اسم ہی نساء
فقط۔ پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد نہو۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس
مال کا جو چھوڑا ہی میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط دختر ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہی قال المترجم ر ح
ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہی پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہی حالانکہ دو عورتون کے
واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہی تو مفسر رح نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالےٰ فلہما الثلثان مما ترک ۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے ۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولیٰ ۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے ساتھ میں بدرجہ اولےٰ تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دو تہائی ثابت ہوا ۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسر رح نے کہا ۔ وفوق قیل صلۃ ۔ یعنے فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے باطر حقی کے معنے مراد نہیں ہیں وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق البنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر ۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دو ہوں یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبھی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا ۔ وَاِنْ كَانَتْ ۔ المولودۃ ۔ وَاحِدَةً ۔ وفے قراءۃ بالرفع وکان تامہ یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ کو رفع ہے تو معنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا ۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا النِّصْفُ ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دو چند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہ ہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے ۔ اب سوائے اولاد کے دیگر قرابتیوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا ۔ وَلِاَبَوَيْهِ ۔ ای المیت ۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے (یعنی) اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا ۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو ۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسر رح نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منہما ۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولیٰ ہے کہ بدون بدل مذکور کے اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔ یا بھائی کو بہنوں سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسر رح نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد ۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہو گا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور بمنزلہ لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ ۔ فقط ۔ او مع زوج ۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں و باپ خواہ فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

فَلِأُمِّهِ - بضم الہمزة - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قراءت ہے - اور حمزہ و کسائی نے اِمّہ بکسر ہمزہ پڑھا - الثُّلُثُ - تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہے - ای ثلث المال او ما بقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہے کہ کل مال کی تہائی ہے سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہے اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین ہر حال وارث ہیں پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ داروں کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو فقط والدین ہیں یا میت کا جفت بھی موجود ہے پس اسی اخیر صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہے لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہیں بلکہ میت کا بھائی بہنیں ہوں - تو فرمایا - فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ - ای اثنان فصاعدا ذکورا و اناثا - فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہوں - یعنے دو یا زیادہ ہوں تو ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہیں کیونکہ اخوۃ جمع ہے کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہے خواہ مذکر ہوں یعنی بھائی ہوں یا مونث ہوں یعنے بہنیں ہوں ہر حال ماں کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں یہ چھٹا ہے کہ بھائی ہوں والباقی للاب ولا شئ للاخوۃ یعنی اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہیں ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگوں کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہو گیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگوں کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہے چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارثین ذکر یافتہ مِنْۢ بَعْدِ تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ - بالبناء للفاعل والمفعول - بِهَآ - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہے پس یوصی اکثرون کی قراءت میں بصیغہ معروف بر بناء فاعل ہے اور ابن کثیر وابن عامر و ابوبکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بر بناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے یہاں مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکورین کے پڑھا ہے حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہے ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہے اور دوم - اَوْ - قضاء دَيْنٍ - علیہ ما ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہے کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہے - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہے تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ و تقدیم الوصیۃ علی الدین و ان کانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیۃ کریمہ میں اگرچہ وہ نافذ کیے جاتے ہیں پیچھے ہے تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھیں ضائع نہ کریں اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہے اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہے واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہے اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ سب لوگ اس سے مبتلا ہوتے ہیں - ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگوں کو کہ میں ایک مرد ہوں کہ اللہ تعالی مجھکو وفات دینے والا ہے اور عنقریب علم لوگوں سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلیں گے حتی کہ دو آدمی فریضہ میں جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انمیں فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگوں کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی و ابن ماجہ

ودارقطنی اور ایک جماعت صحابہ وتابعین سے اسکی ترغیب میں آثار وارد ہیں مجھے زیادہ تطویل کی گنجائش نہیں ہی کافی ہی کہ اس علم کا فضل وکمال
درباب اجر وثواب کلام الٰہی و اسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ وتابعین ومجتہدین امت سے ثابت ہی لہٰذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات
کی تفسیر میں اسطرح بیان کردے کہ اہل بیان وطلبا امت اس سے واقف ہو کر فرائض کے جاننے والوں میں داخل ہو کر ثواب جمیل کے سزاوار ہوجاویں
اگرچہ تمام تفصیل سے بیان معذوری ہی تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوجائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہی کہ
آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ میں میری عیادت کی اس حال میں کہ میں بیہوشی سے کچھ نہیں سمجھتا تھا پس پانی منگا کر وضو فرما کر مجھپر
چھڑکا کہ میں ہوش میں آیا پس میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں اپنے مال میں کیا کروں تب نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات
رواہ البخاری ومسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہی کہ حضرت جابرؓ کے حق میں اس سورہ کی آخری آیت درباب
کلالہ اتری ہی جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہی جو نقلیں جابرؓ سے روایت ہی کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آکی رسول اللہ
صلعم کی حضور میں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لڑکیاں دونوں دختران سعد بن الربیع ہیں جو احد میں آپکے ہمراہ شہید ہوا اوران دونوں کے
چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور انسے کوئی نکاح نہ کریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمیں حکم فرما دیگا
پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی اوران دونوں
کی ماں کو آٹھواں حصہ دیدے اور باقی تیرا ہی رواہ احمد وابوداؤد وابن ابی شیبہ وابن ماجہ وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و
الترمذی وقال لا یعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہیں اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر و فوائد سے کان لگاکر سننا چاہیے
قال تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہی فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ میں ومراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہی اسکو وصیت
سے تعبیر فرمایا اسمیں بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہی کہ بندوں کے ماں وباپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق میں وصیت کی لوٹا ہی کہ وہ تعالیٰ اپنے
بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہی جسقدر ماں باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں
زیادہ مہربان ہی جتنا بچے پر اسکی ماں مہربان ہوتی ہی اور حدیث میں قصہ ہی وقد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہاں سے تفصیل و بیان اس اجمال کا
ہی جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ میں گذرا اور اس سے نکلا کہ بیان میں تاخیر ہونا روا ہی کما مر منہا کہ روایا نکے
خطاب سے تو ثابت تھا جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہاں عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا۔ پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنے فرزند خواہ لڑکا
ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت میں ہو جہاں مورث نے انتقال کیا یا دوسری
ولایت میں ہو اور وہ صحیح ہو کہ مملوک اگر مرجاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہیں وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہی پھر آزاد وسینہ کا مال میراث ہی اور اسکی
کی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہی کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو حبادہ میں پکڑی آئی تھی یا اسکی ماں یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے
مالک کے سوا کسی دوسرے کی اولاد سے ہی اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی ماں کے تابع قرار دیجاتی
ہی پس عمرو کی ملک ہی اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک و بیٹا آزاد ہو سو
ظاہر ہی مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد میں سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نپاویگی
اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہو مثلاً زید مسلمان اور اولاد میں بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر
اور اسکا بیٹا مسلمان ہی تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام میں ہی اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب میں ہی تو کوئی دوسرے کا
ع ۱

وارث ہوگا اور یہی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی ۔ آور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہے جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی چیز ہے ظاہر ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا ۔ اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہو جاتا ہے سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے ۔ آور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین ۔ آول آنکہ کلمۂ
جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو مرد ہین اور السیون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقدر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور السیون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہے اور با وجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لیگا اور دختر کے مقدر
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا ۔ چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ ۔ دو دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لیگی ۔ اب مین اللہ تعالےٰ کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالےٰ ۔ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم ۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے ۔ پھر اولاد جمع کا لفظ ہے واحد کے واسطے اولاد
کے بارہ مین حکم دیتا ہے ۔ اگرچہ دو بیٹے ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہے اور کہ اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو باین طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر بیجنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور بعض ائمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین خلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا مجازاً
ہے یا حقیقۃً ہے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقۃً شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہے آور اولاد مین خنثی بھی شامل
ہے یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاے گا ۔ اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہو تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہے اس کے حصہ مین اختلاف ہے آور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانۂ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور مواخات وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہو گیا
پھر اللہ تعالےٰ نے اس کی تفصیل فرمائی ۔ للذکر مثل حظ الانثیین ۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دو چند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منہم ۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب یہ ہے کہ دو وجہ سے ایک یہ کہ میت کے زیادہ قریب ہین
دوم اکثر بعد میت کے یہی ہوتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دو چند دیا جاوے اور یہ اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہین
انکو انکا حصہ مقدر نکالکر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے آور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقدر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقدر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہین حتی کہ اگر ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

الگ ہے۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت میں عصبہ ہے اور ایک صورت میں ذوی الفروض سے ہے چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ عصبہ ہے اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض میں سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقدر ہے اور عصبہ وہ ہے کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت کے ترکہ سے اول تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ میراث ہے جس میں سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیا جاوے اگر ہوں پھر باقی کو اولاد میں اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے خالی نہیں یا تو مذکر و مونث دونوں ہونگے تو یہ حکم آیت میں مذکور ہے یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہو تو نصف دونوں لڑکیوں کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیاں دو سے زائد ہوں خواہ تین ہوں یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیوں کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباس رض کا قول ہے لیکن جمہور صحابہ نے کہا کہ دو لڑکیوں کا بھی دو تہائی ہے اور اسی کو چاروں اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہے سو بعضے لوگوں نے خیال کیا ہے کہ قرآن مجید کے اسی نظم سے اسطرح ثابت ہے کہ لفظ فوق زائدہ ہے اور تقدیر یہ ہے کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق میں فوق زائدہ ہے کیونکہ یہ غرض نہیں کہ کافروں کی گردن کے اوپر سے مارو بلکہ گردن مارو۔ اور نحاس رح و ابن عطیہ رح نے اسکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہے کیونکہ ظروف تمام اسما کلام عرب میں بے معنے زائد نہیں ہو سکتے اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ دونوں آیتوں میں فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہے اور متتبع ہے کہ قرآن مجید میں بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا لیجیے بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلهما ثلثا ما ترک ہوتا حالانکہ فلهن ثلثا ما ترک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دوسری مصیبت پڑھائی کیونکہ اگر تین دختر ہوں تو انکا حکم مذکور نہیں اور چار ہوں تو معلوم نہیں علی ہذا القیاس اور یہ ایسی قباحت ہے کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر نہیں بخلاف ان لوگوں کے جو زائد نہیں کہتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے دو سے زیادہ جسقدر ہوویں سب کا حکم معلوم ہو گیا رہا فقط دو کا حکم تو یہ دلالت قرآن سے معلوم ہے کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنی ہر ایک کو مونث کے ساتھ بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونوں کی دو تہائی ہوئی اور نحاس رح نے اسمیں کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر میں جبکہ کہ پسر سے تنہا ہوں اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہوں تو دونوں کے لیے نصف ہے پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی یہی ہے اور یہ ماخوذ ہے مذہب ابن عباس رض سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنوں منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہے تو دو دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ پوشیدہ نہیں کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہے لیکن میراث کی تقدیر میں قرابت رحم کی علت ہونا یا بھی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہے پھر قیاس کہاں ہو سکتا ہے خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا۔ فریضۃ من اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیر رح نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص نصف نے دلالت کی کہ دو دختر کا حکم دو دختر میں مترجم کہتا ہے کہ اسمیں وہی مناقشہ ہے جو ہم نے بیان مذہب حضرت ابن عباس رض میں اشارہ کیا یعنی دو کا حکم نصف کا تفصیل سے اجمال سے سمجھا گیا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام جملہ خود ثابت ہے کہ اگر اولاد میں ایک پسر ہوا اور دو دختر ہوں تو دو دختر کا فقط نصف حصہ ہے اور نصف مذکر کا ہے پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا اسکو منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہے مگر اتنا کہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع و انفراد میں فرق باقی ہے
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و
انفراد دختروں کے حق میں در اصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح
دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث صحیح ہے جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی
دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہے اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب
آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عزوجل - وان کانت واحدۃ فلہا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے
نصف ہی اُسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین
کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے
کہ باپ بنسبت ماں کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دو چند ہے پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنی جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہ گیا یا بطور یہ کہ کل مال کے چھ حصہ کر کے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصہ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو
یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاویگا اور
دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنی اگر میت کے
بھائی بہن ہوں (یا اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے - یہ بہن ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے
اعیانی ہوں یا علاقی یا اخیافی یعنی کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کر کے
چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا - پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں
کمتر جمع دو ہے - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنی ایک ماں و باپ سے سگے - علاقی یعنی باپ ایک ہو اور مائیں دو ہوں - اور اخیافی
یعنی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہ ہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی
باپ باقی کا عصبہ ہے اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنی چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہ ہو تو عیانی اخوہ
وارث ہونگے و نہ علاقی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو تہائی میں سب مساوی شریک ہونگے اور
انکا مذکر و مونث یکساں ہے - الحاصل میت کا پسر ہمیشہ عصبہ ہے اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہے اور اگر کوئی پسر نہ ہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہے لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا میت کی دختر - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہے کہ
بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہ ہو تو وہ ذوی
الفروض میں سے ہے کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملے گا میت کا باپ اگر میت کا پسر
ہو و پوتی تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضہ دختر کے باقی کا بھی عصبہ ہوگا میت کا دادا

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہے میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہ ہو تو ماں کو
کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ
بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں انتک مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انمیں کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ ٹھہرایا ہوا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو جاتا حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانۂ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور عطاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے نصیحت تھی پس اللہ تعالے نے انمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے یہ چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا رواہ البخاری آور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداء اسلام میں جو حال یہ تھے کہ کل مال اولاد کا اور انمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے بقدر نہیں پہونچتا ہے کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں ہے اسواسطے بیان فرمایا اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ مبتدا۔ اور خبر اسکی لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ فی الدنیا والآخرة فظان ان ابنه انفع له فيعطيه الميراث فيكون الاب انفع وبالعكس وانما العالم بذلك الله تعالے۔ تمھارے آباء و ابناء تم نہیں جانتے ہو کہ کون انمیں سے اقرب ہے تمھارے واسطے ازراہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا انکل لگاویگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے۔ ففرض لكم الميراث۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے۔ حاصل آنکہ تمھاری راے واجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک۔ اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعا تمیز ہے یعنی۔ اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لا تدرون کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃ کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسر رح نے کہا ففرض لكم الميراث فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یہ۔ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قولک له على الف درهم اعترافا اور حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ و مساوات وارثوں میں جو حل میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالی کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا بخلقه۔ اللہ تعالی علیم ہے۔ یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ حَكِيْمًا۔ فیما دبره لهم ای لم یزل متصفا بذلک حکیم ہے ان امور میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسرؒ نے کہا یعنی برابر ہمیشہ اس صفت علم و حکمت سے متصف ہے اور حاصل جواب یہ کہ کان یہاں استمرار و دوام کے معنے میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے ف جاننا چاہیے کہ آیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ یہاں تمام ہوئی ہے اور بنظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اٹھاویں اور توضیح یہ ہے کہ ماں و باپ کی چند حالتیں ہیں اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصوبت دونوں ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب میں لیگا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما میں اختلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گو یا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور اللہ عزوجل نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ باقی (زوج ہو یا زوجہ ۱۲) کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا اور ہر دو روایت میں اصح روایت کے موافق حضرت علیؓ کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعودؓ و زید بن ثابتؓ کا ہے اور اسکو فقہاء مدینہ و اربعہ ائمہ اور جمہور علما نے اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو ہر حال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباسؓ و معاذ بن جبلؓ و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو جمیع ترکہ سے ہے اور یہاں بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ میں کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چہارم یعنی تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنی چار ماں کو ملیں گے اور باقی پانچ باپ کو ملیں گے اور اگر شوہر ہو تو ماں کو باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرینؒ سے نقل کیا جاتا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہیں پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہ ہو تو ماں کے چھٹے حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب میں ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے فاحفظہ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباسؓ سے اسمیں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے اور صحیح سند سے بطریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اخوان بھی (یعنی دو ۱۲) اخوہ (یعنی جمع کے لفظ سے ۱۲) کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں کو کچھ محجوب نہیں کرتا اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ تمام امت کے مخالف ہے۔ اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور انکے ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی (یعنی عمرؓ ۱۲) وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباسؓ و عبداللہ بن الزبیرؓ و عائشہؓ و معاذ بن جبلؓ و ابی بن کعبؓ و ابو الدرداءؓ و ابو ہریرہؓ و عطاء و طاؤس و حسن و قتادہ و ابو حنیفہؒ و ابو ثور و اسحاق کا قول ہے اور حضرت علی بن ابی طالبؓ و زید بن ثابتؓ و ابن مسعودؓ کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جاوے جبکہ

سگے ہون یا باپ کی طرف سے ہون اور انکے ساتھ بہن جدہ کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جدہ کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعی رح- اور بجا بیون کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہی اور رہی جدہ یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہی کہ اگر میت کی ماں نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہی کہ ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہی اور اجماع ہی کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہین ہی اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہی- اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسی سے روایت ہی کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علی رض سے بھی مروی ہی اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہی **فائدہ ثانیۃ** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالی آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا- اشارہ یہ کہ بزرگون کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہین سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عز و جل مین سفارش کی اجازت پاویگا اور یہان مبہم رکھنے مین حکمت یہ ہی کہ سب پر رحمت و شفقت رکھین تو توقع اس ولی صادق کے- اور حضرت ابن عباس رض نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر مین فرمایا ای آباو ابناء مین تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عز و جل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالی کے نزدیک قیامت کے روز- اسواسطے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز مومنون مین سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو انکے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور اگر والد بدرجہ اعلی ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھین خنک ہون

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مرین تمھاری عورتین اگر نہ ہوا ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہی تو تم کو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو کر جاوین یا قرضے کے اور عورتون کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جورون کو آٹھوان اس سے جو تمنے چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہو جو باپ بیٹا نہین رکھتا یا عورت ہی اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہو تو دونون سے

وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہی اور اگر اس سے زیادہ ہون تو سب کے سب شریک ہون گے تہائی مین بعد

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

وصیت کے جو کی گئی ہو یا قرضہ کے جب اورون کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہی

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ - جمع زوج یعنے جورو و نیز یعنے شوہر و یہان مراد اول ہی والمعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا- **إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ** منکم او من غیرکم یعنے بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے- **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ**

تُوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے جو وہ
وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہے - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے
بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہے اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی
تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہے ارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ
انشاء اللہ تعالیٰ - اور یہاں آیت میں بیان یہ کہ اگر زوجہ مرے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہے تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر
موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہے جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے پشت کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہے مفسر رح نے کہا
کہ والحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہے یعنے سب علماء میں اتفاق ہے
کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہے ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ
فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم - یہ امر بالاجماع ہے اسمیں کچھ خلاف نہیں ہے اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا - وَلَهُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمھارے ترکہ سے
چہارم ہے - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو اگر ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہے تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو اسی چہارم میں
برابر شریک ہوں گی یہ چہارم حصہ اسوقت ہے کہ - اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ - اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو - یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی علیٰ
ہذا القیاس - منهن او من غیرهن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمھارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود
نہ ہو تب زوجات کا چہارم - فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ - منهن او من غیرهن - اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجودہ جورو سے
ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا ہبہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمھارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہو گئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو
وہ بمنزلہ نہونے کے ہے - فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملے گا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا - مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ - بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ و وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ ولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہے بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہے کما تقدم - وَاِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ - صفته والخبر - كَلٰلَةً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہے اور خبر اس کی کلالۃ ہے یعنے وان کان رجل
مورث منه کلالة - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہے اور کلالۃ حال ہے ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد له ولا ولد - اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو - اَوِ امْرَاَةٌ - تورث کلالة
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَّلَهٗ - ای للمورث الکلالة - اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - اَخٌ
اَوْ اُخْتٌ - ای من ام وقرأبه ابن مسعود وغیرہ - بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث اسطرح ہے جو آگے
مذکور ہے) حضرت ابن مسعود رضؓ وغیرہ کی قرأت میں وله اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہے - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند و باپ
نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں - فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ دترکہ سے ہے۔ **قال ابن کثیر** کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبی رحمہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس میں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند ہو اور باپ ہو پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے خلاف کروں رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہو اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالیٰ وله اخ او اخت ای من ام - یعنے ماں کیجانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمیں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔ الحاصل اگر کسی میت کے وارث سوا اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہوں جنکا تعلق از راہ ولادت مادری ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت کے ہوں پس مرکر ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور بہن مذکر و مؤنث میں کمی بیشی نہوگی - **فَاِنۡ كَانُوۡۤا** - ای الاخوۃ والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی و بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں۔ **اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰ لِكَ** - ای من واحد - اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ ہوں - **فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ** - تو وے ایک تہائی میں شریک ہوں گی - یستوی فیہ ذکورہم واناثہم - اس تہائی میں انکے مذکر و مؤنث برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا - **قال ابن کثیر** مادری بھائی بہن دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالف ہیں اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم انکا مذکر و مؤنث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری اولاد تو وارث نہوں گے - چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہری رحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیوں بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مؤنث کو - زہری رحمہ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا علم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ میں علماء نے خلاف کیا ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوج ہے اور ماں یا نانی سگی - اور دو اولاد مادری اور میت کی حقیقی یعنی بھائی بہن ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی میں عینی بھائی شریک ہوں گے اور یہ مسئلہ زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوا تو انھوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے بھائی بہنوں نے جو ان باپ دونوں کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المؤمنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد کے ساتھ ماں کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحٰق بن راہویہ کا ہے - اور حضرت علی بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت میں عینی یا دری و پدری اولاد کو کچھ نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہیں اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سہی مگر ہماری ماں تو ایک ہے

اصل حاصل جواب یہ ہے کہ باپ تمھارا سب کوئی ہے اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہے جو اصحاب فرائض کی
مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن بیان اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ کہا نہیں اور یہ وجہ نہیں کہ وہ وارث نہیں ہیں فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمین کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور یہی قول ابی بن کعبؓ و ابو موسی اشعریؓ کا ہے اور یہی مشہور قول ابن
عباسؓ کا ہے اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحییٰ بن آدم و نعیم
بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ یہ سب جو مذکور ہوا
بعد ادا سے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہے درحالیکہ وہ وارثوں پر ضرر ڈالنے والا نہیں ہے یا بایں طور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت
کی ہو اسواسطے کہ یہی وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو یا یہ مطلق ہے ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ تہائی
سے زیادہ وصیت روا نہیں ہے اور ائمہ علماء نے اسپر اتفاق کیا ہے اور قرطبی نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہیں جائز
ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو چاہیں سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ ہوگی۔ اور حضرت ابن
عباسؓ سے روایت ہے کہ وصیت میں ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں جور و ظلم کر جاتا ہے پس خاتمہ برے کام پر ہوکر دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور آدمی ستر برس
بدیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں عدل و انصاف کرتا ہے پس خاتمہ نیک کام پر ہوکر جنت میں داخل ہوتا ہے پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تم اگر ا
چاہیے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت
انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت میں اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ
قال ابن کثیر اماموں میں اختلاف ہے کہ وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے یا نہیں اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ نہیں صحیح ہے بسبب تہمت
کے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے
اور یہی مذہب امام مالک و احمد و ابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہے اور شافعی کے قول جدید میں صحیح ہے اور یہی مذہب طاؤس و عطا و حسن و عمر بن
عبد العزیز کا ہے اور اسی کو امام بخاری نے صحیح میں اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر میں جو کچھ ہے وہ کھولا
نجاوے قال المترجم یہ احتجاج کئی وجوہ سے محل نظر ہے اول آنکہ لاتکشف الفزاریہ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنی فزاریہ نے جو کچھ اسکا دروازہ بند کیا
گیا ہے کھولا نجاوے" یہ کچھ اقرار نہیں اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے دوم قول کو اس مراد
میں نص نہیں کما لایخفی سوم آنکہ شاید ان لوگوں کی طرف سے اسکے حق میں ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ ترجمہ الفاظ
مذکور اس بات میں صریح نہیں ہیں فافہم۔ وَصِيَّةً۔ مصدر موکد فیوصیکم۔ یعنے وصیۃً منصوب بنا بر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور
موکد مضمون یوصیکم ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ۔ یہ وصیت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے بمعرفت
یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہے اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہے اور واضح ہو کہ جن لوگوں کو
میراث دلائی انمیں دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہے کہ انمیں کوئی بات وارث ہونے سے مانع ہو اور مفسر کے نزدیک مانع یہ ہیں کہ مورث قتل کیا ہو یا
اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کردیا کہ اختلاف الدار بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہے یعنے وارث و مورث میں سے ایک کا مسکن
دارالاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دارالحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولیٰ نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہے جیسے

ذوی الارحام ہونگے اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض الآیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لا وارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال
عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض
سے بچ جاوے وہ بھی انھیں پر پھیر دیا جاوے اور لا وارث کا مال انہی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے
بیان مختصر بیان تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض میں چھ حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہیں اور قواعد موافق کتب فرائض
سے طول چاہتے ہیں مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اول یعنی تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے او قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم
اول سے جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہے وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی ور دوسرے کا دو
تہائی ہو تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے ۱ و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے
چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوں یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو
(۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہو سکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی
و آٹھواں و تہائی کا مخرج ۳ اور آٹھویں کا (۸) ہے تو انمیں نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس ۳ کو ۸ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو
اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی
نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال ۱) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو
دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو میں جمع کرو تین ہوئے پس جواب یہ ہے کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر
کو اور ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد ۳ کو پسر کی تعداد ۲ کے دو چند یعنی
۴ میں جمع کرو ۷ ہوئے پس یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳) زید مرا۔
باپ ۔ ماں ۔ ایک پسر ۔ ایک دختر چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہے پس ۶ سے کسر ہوگی
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں ۔ اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۶ کو
۳ میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۳ باپ کو اور ۳ سہام ماں کو اور باقی ۱۲ میں سے ۸ پسر کو اور ۴ دختر کو مل گئے۔
(مثال ۴) زید مرا۔ باپ ۔ ماں ۔ دو پسر تین دختر چھوڑے ۔ پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں
و ایک باپ کو دیکر باقی ۴ سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دو چند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو ۶ کو ۷ میں ضرب دیے ۴۲ ہوئے
پس ماں و باپ کے ششم حصہ کے حساب سے ۷ ۔ ۷ سہام باپ کے ۷ سہام ماں کے ۸ ۔ ۸ ہر پسر کو اور ۴ ۔ ۴ ہر دختر کو ملینگے ۔ (مثال ۵)
زید مرا ۔ باپ و ماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے اور باقی باپ کا پس ۳ حصے کرکے ایک ماں کو ۲ باپ کو ملیگا (مثال ۶) زید مرا
اور باپ ۔ ماں ۔ جورو چھوڑی ۔ تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہیں (مثال ۷) باپ ۔ ماں ۔ دو بھائی یا بہین جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ماں کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے
حصہ پر تفویض کردیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم ۔ (مثال ۸) باپ ۔ بیٹا ۔ دو بیٹی ۔ تین جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پھر جب چھٹا و آٹھوان جمع ہوے تو اصل مسئلہ ۲۴ - سے ہوگا لیکن چھٹا
و آٹھوان نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہین کیونکہ دونون بیٹے اور تینون بیٹیون کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۷ - اور ۲۴ -
مین تباین ہے پس ضرب دنیو - ۱۶۸ - ہوے پس باپ کا چھٹا حصہ - ۲۸ - اور جورو کا آٹھوان - ۲۱ - اور تین دختر کا - ۵۱ - جسمین سے ہر ایک
کے سترہ - اور دو پسر کا - ۶۸ - جسمین سے ہر ایک کے چونتیس ہوے پس مجموعہ ۱۶۸ - ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاوین (مثال ۹) -
اگر مثال مذکور مین بجاے ایک زوجہ کے تین جورو ہوں تو زوجہ کے حصہ مین جو - ۲۱ - سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہوجاتے ہین پس
ہر جورو کو - ۷ - حصے ملینگے اور حساب مذکور مین کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہون تو بوجہ تباین کے ۲۱ - سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ - کو چار مین ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی سالم نکل آوے - اور واضح ہو کہ حصص مین کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثون کے سہام ملکر
کل سے زائد ہو جاتے ہین مثلاً اصل مسئلہ بارہ اور مجموعہ حصص ملکر - ۱۳ - ہوجاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں - شوہر - ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ - مین سے باپ کو ایک - ماں کو ایک - شوہر کو - ۳ - اور دختر کو - ۶ - ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چہارم و دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ - ہوجاتے ہین تو کل مال کے ۱۳ - حصے کرکے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے - اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہوکر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴ -
سہام دختر کو دیے اور ۳ - سہام باقی رہے یہ تو لوگ بھی اسی حساب سے انھین وارثون کو واپس رد کیے جاوین پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کرکے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصے دختر کو دیدو تو کل مال انھین مین فرض و رد سے تقسیم ہوگیا اور ہر ایک کے حق مین زیادتی ہوگئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
مین سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچوان یعنے تین آنہ و دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا - اور
اسکا نام اصطلاح مین رد ہے - پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ مین تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم ہوا پھر ان وارثون مین سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ مین سے کوئی - الغرض کہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انھین پر تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے مین الہدایہ ترجمہ ہدایہ مین مفصل لکھدیا
ہے وہان سے تلاش کرو - یہان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ مین مثلاً - ۲۴ - سہام ہون تو ہر ایک کو ۸ - سہام ملے اور اگر
انھین کے ۲۱ - سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۷ پورے ملے لیکن اس سے کم نہین ہوسکتے ہین تو فرائض مین یہ ضرورت ہے لحاظ ہو کہ اعداد مین کیا کیا نسبت رکھو اور
نسبت چار ہین اول تماثل جیسے ۴ و ۴ - اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ - ۷ و ۱۱ - ۳ و ۸ جنمین بڑا چھوٹے پر تقسیم ہوسکے سوم تداخل جنمین
تقسیم ہوسکے جیسے ۳ و ۱۲ - ۴ و ۱۲ - ۵ و ۱۵ - ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہوجاوین جیسے ۶ و ۸ - ہین کہ ۲ - پر پورے
تقسیم ہوجاتے ہین پس تماثل مین ایک عدد لیلو - تباین مین دونون کو ضرب دے لو - تداخل مین فقط بڑا عدد کافی ہے تو افق مین ایک کے وفق
کو دوسرے مین ضرب دو جیسے ۶ و ۸ - مین سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ - حاصل کو ۸ مین ضرب دیکر ۲۴ - لو وعلی ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب مین اختصار ہوگا اور اگر ۶ - کو ۸ مین ضرب دو تو اس سے دوچند یعنے ۴۸ - ہوجاوینگے حالانکہ جب وارثون کے حصص ۲۴ - سے نکل آتے ہین تو بیفائدہ
۴۸ - حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہین ہے پس جسطرح وارثون کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرلے آ -
جاننا چاہیے کہ فرائض مین جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور اس حساب کو یاد کرے وہ ہر میت کی میراث اسکے
وارثون مین تقسیم کرلے گا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر بٹوارہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض مین مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہون
انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہوجاویگا - جاننا چاہیئے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو پھر جو

دوسرا امر یہ ہے اسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر انمین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورۂ بالا کے ٹھہرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کر دو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ کبری اور جورو مسماۃ صغری اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورۂ بالا اور ماں مسماۃ سلمی مذکورۂ بالا چھوڑی ۔ اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۲۴ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا ۱۴ ۔ اور ہندہ بیٹی کو ۷ ۔ اور سلمی جورو کو ۳ حصے ملے ۔ پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی ماں کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے ۔ لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے ہوا لیعنی بکر کے مال کے ۲۴ حصے کیے جاوین جسمین سے کبری دختر کے ۱۲ ۔ صغری جورو کے ۳ ۔ اور ہندہ بہن کے ۵ ۔ اور سلمی ماں کے ۴ ۔ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ[14] سہام ہین اور ۱۴ ۔ و ۲۴ ۔ مین توافق ہے کیونکہ ۲ ۔ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۷ ۔ کو ۲۴ ۔ مین ضرب دیا ۔ ۱۶۸ ۔ ہوئے پس اسی عدد ۷ ۔ سے اوپر کے کل سہام کو بعد عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ ۔ ہندہ ۴۹ ۔ سلمی ۲۱ ۔ ہو گئے ۔ اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبری دختر ۸۴ ۔ صغری جورو ۲۱ ۔ اور ہندہ بہن ۳۵ ۔ اور سلمی ماں ۲۸ ۔ ہو گئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۸۴ ۔ اور صغری کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ ۔ اور سلمی کے ہر دو میراث کے ۴۹ ۔ ہوئے واللہ تعالی اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

رہ پڑے انمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بےحکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑھ جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع ۲ ۱۱

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا انمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

تِلْكَ ۔ الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی وما بعدہ ۔ یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے جو یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد مین فرائض مواریث ذکر فرمائے ہین ۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۔ شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا ۔ حدود الہی ہین یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالی نے بندون کے لیے حد کر دیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور اسسے تجاوز نہ کرین ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ فیما حکم ۔ اور جسنے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی یعنی اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کر دیا ہے تو ۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ اللہ تعالی اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین ۔ درحالیکہ انمین مقدر ہوگا خلود و ہمیشہ رہنا انکے واسطے ۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ اور یہ فوز عظیم ہے یعنی پوری فلاح و پوری مراد ہے ۔ یدخلہ بیا ی تحتیہ اکثر کی قرات ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قرات ہے یعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات بمثال مین اس شان سے کہ جیسے داخل ہون اسمین ہمیشہ ہین کبھی موت نہی

شد فنا ہی - وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا - اور جسنے نافرمانی کی اللہ
اور اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ میں رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف
ضحاکؒ نے کہا کہ یہاں عصیان سے مراد شرک ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی
ہے اس سے تجاوز کیا اور کلبیؒ نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ میں
برقرار رہیگا - قولہ یدخلہ یہاں بھی بیا تحتیہ یا بنون ہے یعنے ہم اسکو آگ میں داخل کرینگے - وَلَهٗ - فیہا - اور اس کافر کے لیے (دوزخ میں) عَذَابٌ
مُّهِيْنٌ - ذو اہانۃ ایسا عذاب ہے جو اہانت دینے والا ہے ف یعنے ایسا عذاب ہے جسمیں اہانت ہے پس مہین صیغہ نسبت ہے - واضح ہو کہ لفظ من
مفرد ہے اور معنے اسکے جمع کے بھی ہیں اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین - جمع فرمایا اور یدخلہ میں ضمیر مفرد لفظی ہے ف عرائس البیان میں
فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ - اللہ عزوجل نے امر الخلق و مواریث میں تمام مخلوق کے دخل کو صاف مٹا دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم
الٰہی میں معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی میں عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دیں اور اللہ عزوجل
نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی
ایک حد مقرر ہے جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہے پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے - اور حدود اللہ ایک پردہ سا ہے
حدوث و قدم کے درمیان کہ دونوں میں کوئی خلط نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہے شیخ محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ حدود
اللہ اسکے اوامر و نواہی ہیں سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت
کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمیں یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہو جاویں مترجم کہتا ہے
جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا میں اسکو طریق سنت پر استقامت و علم
تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے - ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر
رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا - اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات میں حدود تک ہوتا ہے پس بیشک حرمت سے
بچے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہے وہ کبھی نہ کبھی اسمیں جا پڑتا ہے
قال المترجم حدیث صحیح میں ہے من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ - جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمیں جا پڑنے کے قریب ہے
فافہم پھر اللہ عزوجل نے حدود و زنا وغیرہ کا حکم ابتدائے اسلام میں اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ
اور جو کوئی بد کاری کرے تمہاری عورتوں میں تو شاہد لاؤ اون پر چار مرد انہوں میں سے پھر اگر
شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (۱۵)
وے گواہی دیویں تو انکو بند رکھو گھروں میں جب تک اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ انکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ - الزنا - مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ - ای من
رجال المسلمین - جو عورتیں کہ تمہاری عورتوں میں سے فاحشہ یعنی زناکاری کریں تو انپر انہیں میں سے چار گواہ کرلو ف منکم سے مرد و
مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہے یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہوں جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہوں اسواسطے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی نہیں

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں۔ فَاِنْ شَهِدُوْا علیہن پھر پس اگر چاروں مردوں مسلمان نے ان عورتوں پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزاے ضرب نہیں بلکہ۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ احبسوہن۔ فِي الْبُيُوْتِ۔ قید رکھو ان عورتوں کو گھروں میں
ف وامنعوہن من مخالطة الناس۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو
حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دیں (انکے وقت مقدر پر) اَوْ۔ الی ان يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا
یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مریں یا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہیں ہے بلکہ ابتدا میں ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی میں موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل
ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مر چکیں تو انکا معاملہ اسیقدر پر ختم ہوا یا زندہ ہیں تو وہ حکم ان پر جاری
رہوگا اور گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے لقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق بنباء الآیۃ۔ اور مترجم کے نزدیک یہاں
ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہیں فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم۔ فرمایا یعنے تم میں سے چار ہوں حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ
ہیں عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ رہی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ میں بعض عادل و بعض غیر عادل ہیں پھر چونکہ یہ حکم فقط
صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہاں منافقوں کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتوں کے لیے راہ نکال دی حتیٰ کہ کسی
فاسق شریر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسرؒ نے لکھا کہ قولہ سبیلا۔ ای طریقا الی الخروج منہا۔ یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا
بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ۔ ابتداء اسلام میں یا مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے
عورتوں کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو
پتھروں سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے اقول یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رحؒ کے نزدیک فقط سو کوڑے ہیں اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع
اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مر جاوے۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم۔ اور حدیث
میں ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کی راہ نکال دی رواہ مسلم
ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہوں سے ثابت ہوا تو ایک گھر میں محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہیں پاتی تھی یہانتک کہ مر جاتی۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے قال المترجم سورۂ نور میں ہے قولہ تعالیٰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ۔ اور قول
ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ہے یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت
اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں
کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درّے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضاے حدیث موصوف کہتے ہیں
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاویں اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہیں ہیں اور حجت
انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کاروں کو فقط رجم کیا اور درے نہیں مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہیں ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعی رح پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قتل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور راجح یہین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قتل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی جو امام المسلمین کی راے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن یہین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد الٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہوسکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم۔ وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنور جین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ تو اللہ تعالےٰ کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالےٰ معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالےٰ سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسماء متمکنہ ومبہمہ مین فرق کے لیے یاء تثنیہ حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین تشدید نون ہی پس یا گویا نون عوض یاء محذوفہ ہی يَأْتِيٰنِهَا۔ ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ ای من الرجال۔ مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی کہ فَاٰذُوْهُمَا۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو صلاحیت پر لاوین تو اُنسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتداء اسلام تھا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا۔ پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جسپر لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ بیاہا محصن ہو بلکہ سو کوڑے مارکر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاتا ہے قال المفسر یہ منسوخ ہی یہ سورۂ نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیۃ النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والے مراد ہین جو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت میں فاحشہ مصرح ہے اور اس میں فاحشہ کی طرف ضمیر ہے تامل۔ اور ابومسلم اصفہانی نے موافق
روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہے اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید ہیں۔ واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لوطی کی
حد وہ نہیں جو سورۂ نور میں زنا کی مذکور ہے اور ابن عباس رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل و
مفعول بہ دونوں کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر اینکہ اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزائے زنا مردوں کے حق میں کچھ مذکور نہ ہوئی
جیسے اوپر کی آیت میں عورتوں کی سزائے زنا مذکور ہے۔ اسیواسطے شیخ مفسرؒ وغیرہ نے اسمیں زنا و لواطت دونوں کو شامل کیا تاکہ مردوں کی سزائے
زنا بھی معلوم ہو جاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردوں ہی میں ہوتا ہے وہ بھی معلوم ہو جاوے۔ اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہے اور اللذان
سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہے لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولیٰ خاصۃً عورتوں کے حق میں قید کی سزا کا بیان ہے چنانچہ
قتادہؒ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے میں مرد و عورت دونوں مشترک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو
اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردوں کے حق میں ہے اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہے اسکو قرطبیؒ نے مستحسن
کہا اور نحاسؒ نے اختیار کیا یعنی مردوں میں سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونوں قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ میں
شریک ہو۔ اور سدیؒ وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتوں کے حق میں ہے اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہیں اور دوسری آیت مرد و عورت
کنوارے کے حق میں ہے اور اسی کو ابن جریرؒ نے ترجیح دی اور نحاسؒ نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت میں اللاتی بصیغہ مونث ہے پھر باوجود شمول مردوں
کے تغلیب مونث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہے اور شیخ مفسرؒ نے کہا کہ اللذان یاتیانہا میں لواطت مراد ہونا اظہر ہے بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور
جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہے اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہے کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہے اور یہ ضمیر مردوں
کے واسطے مخصوص ہے اور علاوہ اسکے اللذان دونوں سزائے اذیت میں اور توبہ و اعراض میں مشترک ہیں اور مخصوص مردوں کے لیے ہے کیونکہ عورتوں
کے حق میں پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہے **قال المترجم** یعنی عورتوں سے اعراض کا حکم نہیں ہے اور یہاں اعرضوا عنہما فرمایا یعنی ان
دونوں سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسرؒ کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہے اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا میں لواطت
کا یہ حکم تھا جو یہاں مذکور ہے پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہے کیونکہ یہاں جو حکم تھا
وہاں اسی کا حکم نازل ہوا ہے تو عورتوں کی زنا اور مردوں کی لواطت دونوں کا وہاں بیان آیا مگر شافعیؒ کے نزدیک لواطت میں مفعول بہ پر
خواہ محصن ہو یا غیر محصن کسی حال میں رجم نہیں ہے بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہے **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی
کہ فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعیؒ پر حجت ہے اور اسی کے موافق بعض خلفائے راشدین نے عمل فرمایا فافہم۔ قولہ فآذوہما۔ ای بالسب
والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیوں سے مارو۔ اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہے
چنانچہ ابن عباس و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیوں مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو
درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کر دیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ کسی حد میں بھی یہی زنا کی حد مقرر
ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونوں کو ایذا دینے سے اعراض کرو **اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا**۔ اللہ تعالیٰ
تواب ہے **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق میں ظاہر فرماتا ہے جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرے گا **رَّحِیْمًا**
اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہے **ف** پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگوں کی توبہ ہے۔ **اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ**۔

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالیٰ پر فقط انھیں بندوں کے واسطے ہے جو جہالت میں بدکاری کریں پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہوں۔ اگر کہو کہ توبہ
تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا
محض اپنے فضل سے کیونکہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز
واجب نہیں یعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہیں ہاں معتزلہ البتہ اللہ تعالیٰ
پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہیں سو یہاں شبہہ پڑتا تھا کہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے سو مفسرؒ نے معنے
بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضا اسکے وعدہ قبول کر کے کیونکہ او تعالیٰ
نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہیں ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی والسراج) اور یہ کلام
متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مترتب علی فضل اللہ یعنی قبول توبہ کا ظہور
تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ (ابو حیانؒ) اور اہل معانی جنھوں نے نظم قرآن میں معانی بیان کیے ہیں مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے
وہ کہتے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ او تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا
چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام امت
متفق ہے کہ مومنوں پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ۔ المعصیۃ
یعنے ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہیں برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَهَالَةٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ در حالیکہ جاہل ہیں جبکہ رب
عزوجل کی نافرمانی کی پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ۔ زمن قَرِيبٍ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے
ہیں زمانہ قریب میں یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا گھر لگے۔ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ یقبل توبتہم۔ پس ایسے لوگوں کی
توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کریں بغیر جانے بوجھے
تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہیں جبکہ انھوں نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ
حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی خواہ عمداً یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے۔ اور قتادہ
نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عبد الرزاق
نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ
عمداً نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت میں جاہل ہے اور عطاء ابن
رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے
جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمداً کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاوے گی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم پھر
اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ میں توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ لوگوں آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہیں ہوتا پھر
مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق میں موت کا گھر لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گرچہ
اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرہ سے پہلے توبہ کرلی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ
ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ و سدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہو - اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھر انے لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی
سب قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور
دار ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے
نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جبتک اسکو موت کا گھر انہ لگے - رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ وحسنہ
الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبد اللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے با اخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ
اور مانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی و قد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ و عن بشیر بن کعب مرسلا و عن عبادہؓ
بن الصامت مرفوعاً - اور حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی
قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہی
کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے - رواہ احمد شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہی کہ جب ایسے بندے
نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں آگئی و رسانس
گھر نے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں اسیواسطے اللہ عزوجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن -
یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں - یہ
ویسا ہی جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول نہوگی - وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا بخلقہ - دانا ہی اپنے
مخلوق کا - حَكِيمًا - فی صنعہ یعنی حکیم ہی اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھر انے لگا تو ایمان کی توبہ قبول
نہیں ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہی ف عرائس البیان
میں ہی کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ - اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علی بمعنے من ہی ای انما
التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ - یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں لوگوں کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں - اور
اہل تصوف کے نزدیک یہیں اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہی اور کسی بشر
کی قدرت نہیں ہی یا بنفس خود نہیں ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ
محال ہی کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم سے ہوجاوے پس سمجھو کہ علی اللہ - اسکی نعت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی
اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جبکہ قدم اسکی طبعی خواہش میں پھسل گیا ہی کہ وہ خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کرسکتا اسکا چھٹکارا
اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گنہگار وہ بندے ہیں جو بدون اختیار کے بشریت
کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا - كتب ربكم على نفسه الرحمة یعنی اوتعالیٰ نے جو تمہارا پروردگار ہی اپنے
اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ كتب ربكم على نفسه الرحمة - اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی نظر
سے ہی جیسکے حق ہی سبقت رحمتی غضبی - میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہی - اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت
سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا - فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم - اور دوسرے مقام پر فرمایا - ثم
اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی - یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اور راہ دیدی - اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو سیئات کا کام جہالت میں کر گذرین - یہ اظہار اور آگاہی ہے اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتدا سے
مریدی و طلب کی حالت میں اپنے حظ نفس میں تھوڑا گرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلون میں ندامت و تبار و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی
گردنین بلند نکرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط او رمقام انخاقات پہنچ گئے ہیں کیونکہ گردن اٹھانے مین دیدار ازل
مشاہدۂ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خلق قدیم سے آراستہ ہوئے ہین پھر برائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی
اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہے کہ مکر قدم سے بخوف ہین اور عزت باری
عز و جل کو کما حقہ نہیں پہچانتے گویا نہیں پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہے تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے
گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حادث کی طاعت
کار آمد نہین ہے پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ
تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا - ثم یتوبون من قریب فاولٰئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے
علم قدیم سے حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطا کرنے مین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سے اپنے پاک
پروردگار کی جناب مین تقرب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہے مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے آخر
شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل
مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہے اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہے چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین برائیان یہان تک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا
تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ مہیا کر رکھا ہمنے انکے لیے عذاب دردناک

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ حَتّٰٓى
اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی پاس
موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ
الْـٰٔنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا - اور کلام
مفسر مشہور ہے کہ یہ بیان مسلمانون کا بھی حال ہے جیسا کہ ثوری سے مروی ہے اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشہور ہے اور کتاب مین
کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہے پس یہ اضطراری حالت ہے اختیاری نہین ہے اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت
ہوتا ہے کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا باسنا یعنی ایسی حالت کہ
نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جبکہ دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کہ جب
ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہے جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہے کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہے اگرچہ ایمان
مقبول نہین ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جو جامع مضمرات مین ہے اور یہی

احادیث صحیحہ میں وارد ہو انتہی اور یہ بھی خلاف نہیں کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہو گی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہے کہ یہ
آیت منافقوں کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیر کا ہے اور ابن عباس سے مروی ہوا کہ شرک مراد ہیں لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکوں کے لیے
منصوص ہے بقولہ تعالیٰ - وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ - اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لا تقبل منہم - یعنی اور نہیں توبہ
ان لوگوں کے لیے جو مرتے ہیں در حالیکہ وہ کافر ہیں ف یعنی جبکہ آخرت میں عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہ ہو گی - کیونکہ یہ لوگ جیتے
بندے ہیں سب مامور ہیں کہ غیب پر ایمان لاویں اور جب معاینہ کر لیا تو ایمان کہاں رہا وہ تو مشاہدہ ہو گیا - سراج میں ہے کہ اللہ سبحانہ
نے ان لوگوں کو جو دنیا کی سے اپنی توبہ کرنے میں اسراف کرتے ہیں موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگوں کو جو کافر مرتے ہیں اس بات میں برابر
کر دیا کہ دونوں کی توبہ نہیں ہے اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہے تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والوں کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے
ہی جیسے موت آجانے تک توبہ نکرنے میں بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونوں میں وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ
حضرت ابن عباس رض و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار میں کہا کہ یہ اہل شرک کے حق میں نازل ہوا ہے - اور حضرت ابو ذر رض
نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہے جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع
ہونا کیا ہے فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال میں کہ مشرک ہو رواہ احمد - أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا - اعتدنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ
عَذَابًا أَلِيمًا - مولانا - ایسے ہی لوگ ہیں کہ ہم نے مہیا کیا ہے انکے لیے عذاب الیم یعنی سخت دکھ دینے والا - سراج میں ہے کہ بعض
نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا - اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہے پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا
اے ایمان والو حلال نہیں تمکو میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی کر کے اور نہ انکو بند کرو کہ لے لو انسے کچھ
بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ
اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کریں بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتوں سے دستور معقول سے
فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝
پھر اگر تم کو وہ بھاویں نہیں تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اس میں بہت خوبی کر دیگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا - اے ایمان والو تم کو حلال نہیں کہ تم عورتوں
کے وارث بنو زبردستی ف یعنی عورتوں کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہے کرہا بالفتح وبالضم لغتان ہیں مکرہین علیٰ ذلک - یعنی
کرہ بالفتح اکثروں کی قراءت ہے اور بالضم حمزہ و کسائی کی قراءت ہے اور معنے اسکے زبردستی کے ہیں یعنی زبردستی کرنے والے عورتوں پر
وراثت میں نہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ - اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء
اقربائہم فان شاءوا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک - زمانہ
جاہلیت میں اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے داروں
کی عورتوں کے وارث ہو جاتے یعنی میراث میں لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کر لیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کر کے اسکا مہر
خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہو کر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مر جاتی تو اسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے معلوم ہوئے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنی
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حقدار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری و ابن مردویہ و
ابو داود و النسائی و ابن ابی حاتم - اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے
روک رکھتا یہانتک کہ مر جاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابو داود - اور مفسرین عن ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جورو پر
کپڑا ڈالدیتا وہی اسکا احق ہو جاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس میں ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈالدیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلوں یعنی اسلام سے پہلے مشرکوں کا یہ
دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنی مکہ و گرد و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو
سے بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور پھر شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابو امامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابو قیس
بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ
ابن جریر و ابن مردویہ - اور عطاءؒ نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچے کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق میں اتری
کہ ابو قیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈالدیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ
سکتا اور اگر کپڑا نہیں ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگوں میں ہو گئی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہدؒ
نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدیں امید کہ مر جاوے تو میراث لوں یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دوں رواہ
ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی و عطاء بن ابی رباح و ابو مجلز و ضحاک و زہری و عطاء خراسانی و مقاتل سے مانند اسکے مروی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال و آثار میں مذکور ہوا اور جو
فعل اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور نداکے اسوقت کے موجود لوگوں کو تھا اور
بواسطے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے - بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام دیکھو آگے
آویگا - وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ - ای لا تمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکہن ولا رغبۃ لکم فیہن ضرارا - اور نہیں حلال ہے تم کو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتوں کو ف یعنی منع کرو اپنی جوروں کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کر لیں اس طرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا
آتَيْتُمُوهُنَّ - من المهر - تاکہ لے جاؤ کچھ ان میں سے جو تم نے انکو دیا ہے ف یعنی مہر سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتیں فدیہ کیا کرتی
تھیں - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار اور مختار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردوں کو

اپنی جوروون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو یا بندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہی جس سے ممانعت ہی
اور بنا برین لبعض ما اتیتموہن- جوروون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو اور
مفسر رح نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا- حالانکہ مفسر رح نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب نزار دو شخصون کو بدون تکرار ندا کے روا نہین ہی چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک بار مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید وا قعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین- اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثون کو ہی کہ تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہی کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون
کو ہی- شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لاتعضلوہن- یعنی مقہور مت کرو انکو تا کہ جو دیا ہی اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہی کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرا لے اور یہی قول قتادہ و ضحاک و بہتون کا ہی اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک رح و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہی اور دوسرے دربارہ اسلام ہی ابن المبارک رح نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لایحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہی اور قولہ لاتعضلوہن دربارہ اسلام ہی- تحقیق یہ ہی کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ اے اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اے اہل اسلام تمکو حلال نہین
اپنی جوروون کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہی اور ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے مراد ہی یعنی اے
اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جوروون کو عضل کرو جیسے اہل شامہ منکر کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ عضل سے
متعلق ہی استثناء البعد یعنی قولہ- اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ- بفتح الیاء و کسرہا ہر دو ثابت اور ہی بنیۃ- یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء تحتیہ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء تحتیہ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہی اور کھلی ہوئی ہی پس یہ مبین سے ہی جو بمعنے
بین لازمی ہی اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینۃ حال صاحبہا- اے ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والے کا حال کھول دینے والی ہی اور مراد اس سے
یہ ہی جو مفسر رح نے ذکر کی اے زنا و نشوز فالکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و یختلعن- یعنے کہ مثلاً زنا یا سرکشی لاوے البتہ تمکو روا ہی کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تا کہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑا دین اور خلع کرا دین- پھر کہا گیا کہ استثنا متصل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنی استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہی یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولاتعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ
مبینۃ یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لاتعضلوہن لعلۃ الا ان یاتین بفاحشۃ یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رح نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثنا منقطع ہی پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا النشوز کوئی بات کرین بلکہ عضل کا اختیار ہی بلکہ اشارہ ہی اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہی- اور ایک روایت مین
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہی کما ذکرہ ابن کثیر- اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ یہان زنا و نشوز و عصیان و بد زبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہی- شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم اور یہ مانند اسکے
ہی جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الآیۃ- اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کر دیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سابق امر جاہلیت کے بیان میں ہو و لیکن مومنوں کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور عورتوں سے معروف برتاؤ کرو۔ ف ای بالاجمال فی القول والنفقۃ والمبیت یعنے عورتوں سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال و افعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیأت کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو و قد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھروالیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھروالیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے لقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیبیوں کے ساتھ کہانی وغیرہ کہنے و دیگر موانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام متعلق ہیں جو باب القسم ترجمۂ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق و نفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ - فاصبروا - یعنے پھر اگر تم ان عورتوں کو مکروہ جانو کہ تمہارے نفس قبول نہ کریں ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا - پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمیں خیر کثیر دیدے ف ولعلہ یجعل فیہن ذلک بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھیں میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسیٰ الخ علت ہے جزاء محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزاء حذف کر کے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہی بیان ج کمال بلاغت ہے کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تا کہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر آمادہ ہوجاویں اور نصیحت سود مند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتوں کی موانست میں ربط معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال لاہوت میں بخصوص تمکین و استقامت ہوجاؤ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتوں کی مفید نہیں ہے اور جب مقام تمکین و استقامات میں ثابت قدم ہو جاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہیں مگر اسکو جو جناب باری تعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہے اور مشاہدۂ جمال سے کامل فرحت ہے یوں اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئیں تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذو النونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شئ ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے انس پا جاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتوں سے بروجہ حلال جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس نو یا گیارہ عورتیں تھیں اور حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپکے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آتا ہے پس جب تم میں سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل میں وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیوں کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے و فکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہے۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح و شنیع ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہے بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہے مانوس ہوتا ہے اور تمام کلام میں نے اول پارہ بقرہ میں ذکر کیا ہے ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار رو ہوشیار نہیں رہتے انکو قوت حیوانی و شہوانی کے غلبہ کی انس میں اور روحانی انس میں فرق نہیں معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہو جاتے ہیں نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویاں باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھیں ہاں باطن میں پاک تھیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت میں ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروہن بایں غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروہن۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہوں اس بات میں جو تمہاری اُنسے مراد ہے کیونکہ معروف نہیں واقع ہوتا مگر جبکہ دونوں جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروہن بالمعروف ای پہچنواؤ انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی میں ثابت قدم ہوں اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتیں اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتوں سے یا اوروں سے وہ ہے کہ انجام کار میں تجھے دنیا یا آخرت میں اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یوں ہے کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیزوں میں جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل و بری معلوم ہو۔ یعنی دین میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گراں ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قوله تعالیٰ فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل الله فیه خیرا کثیرا۔ یہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہے اور نفس کا یہ حال ہے کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہے مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اُٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل فکر و مشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہیں قال تعالیٰ ونهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی۔ اور اندھیرے میں مشقت و ریاضتیں اُٹھانے سے عارفوں کے دلوں پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہیں۔ یہاں خیر کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہے اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندوں سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہیں جانتا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور اگر چاہو تم بدل لینا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو مت واپس لو اس میں سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتیں لے چکیں تم سے عہد گاڑھا

۱۴

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ - اور اگر تم نے قصد کیا - اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ - بدلنے ایک زوج کا بجائے ایک زوج کے ای اخذ بدلہا بان طلقتموہا - یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باینطور کہ موجودہ کو طلاق دیدے - پس مراد زوج سے یہاں جورو ہے اور زبان عرب میں یہ لفظ جو معنے جوڑا ہے جورو و مرد دونوں پر بولا جاتا ہے اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کردو اور بجائے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرلو تو جو کچھ اس کو دیا ہے اس میں سے کچھ مت لو - اور عورت کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس کرلینا بدون خلع کے بقصد ضرر رسانی مطلقاً حرام ہے خواہ بجائے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو لیکن یہاں بیان واقع کے طور پر ہے چنانچہ معالم وغیرہ میں فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ مجبور ہوکر جو مہر لیا تھا واپس کرکے اس سے اپنی جان چھوڑاوے تو اس سے منع فرمایا - کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کریں - وَّقَدْ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ - ای الزوجات - اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات میں سے کسیکو - پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہے اور ہن ضمیر جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہے - اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کرلیا اور ضامن ہوگئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما اٰتیتم میں ہے پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہے اگرچہ اس کو مہر مسمی ندیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو - اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے واجب و لازم ہوا ہے اس میں سے کچھ مت لو - قِنْطَارًا - مالاً کثیراً صداقاً - یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہے جو صداق دیا ہے اور کہا گیا کہ صداق جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہے - فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا - تو مت لو اس مال کثیر میں سے کچھ بھی الحاصل جسکو جدا کرنے کی نیت ہے اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہے تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہیں بلکہ تمنے خود چاہا کہ بجائے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اٰتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ - وہم ہے بلکہ دونوں آیتیں محکم ہیں حضرت ابن عباس نے تفسیر میں کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور دوسری کو نکاح میں لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ دا اپنی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو مترجم کہتا ہے کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران میں فی تفسیر قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیہ - گذر چکے ہیں شیخ ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ مال کثیر عورت کے مہر میں دینا و مقرر کرنا روا ہے کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہیں اور ابن المنذر کی روایت مخالفت حضرت عمرؓ میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ میں قنطاراً من ذہب - تھا یعنے سونے کا ڈھیر - اور حضرت عمرؓ نے جو عورتوں کے مہر میں زیادتی کرنے سے مخالفت فرمائی تو اس سے رجوع کیا ہے چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے لوگو تم کیوں عورتوں کے مہر میں زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درہم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو کے مہر میں چار سو درہم پر بڑھایا ہے پھر اتر آئے پس قریش کی عورتوں میں سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین تمنے لوگوں کو منع کر دیا کہ چار سو درہم سے عورتوں کا مہر نہ بڑھاویں آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید میں فرمایا کہ و آتیتم احدہن قنطاراً - پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ اے اللہ تعالی میں مغفرت چاہتا ہوں - سبھی آدمی عمر (یعنے مجھ سے) سے زیادہ فقیہ ہیں پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درہم سے زیادہ نکرو پس میں کہتا ہوں

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو حسین کا
جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار وابن
المنذر والامام احمد واصحاب السنن یعنی ہر چار نے وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ
بُهْتَانًا۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور پر بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر
باندھا جاوے اسکو مبہوت کردے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے
لوگے بطور ظلم کے۔ وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ بینا۔ اور بطور کھلے گناہ کے۔ مبین از بابان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے متبین لازمی ہی فافہم
اور اصل مین بہتانا واثما۔ کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے
والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال
یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے
ف بایطور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ ہروی وکلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہو جاوے
خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر
و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو
جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان
بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس ومجاہد وسدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضا کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ
یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کردیا
وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا۔ عہدا۔ غَلِيْظًا۔ شدیدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لیا ہی ف
وہو امر اللہ بہن امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف
انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وابو العالیہ وحسن
وقتادہ وضحاک وسدی ویحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک
مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس ومجاہد
سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقدہ ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم
اخذتموہن بامانة اللہ واستحللتم فروجہن بکلمة اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجة الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون
کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرلو یعنے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ
تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پڑھنے سے انکی فروج کو حلال کرلیا ہی۔ ھد۔ اور کلمة اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج
مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کردیا کہ ان کا
کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم) ۱۱

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا بیحیائی ہے اور

مَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا

کام غضب کا اور بری راہ ہے

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا۔ بمعنی من۔ نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ۔ اور مت نکاح مین لاؤ ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہے تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہے اور معنی یہ ہین کہ۔ لاتنکحوا التی نکح آباءکم۔ اور آباء عام ہے خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمین باپ کا باپ سگا دادا و پردادا چاہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین۔ غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو۔ اِلَّا۔ لکن۔ مَا قَدْ سَلَفَ۔ من فعلکم فانہ معفو عنہ۔ لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے بمعنے لکن۔ اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تم پر مواخذہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین مقرر رہا اور بیضاوی مین ہے کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہے گو یا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباءکم الا ما قد سلف۔ یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہو گے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہو گے ملا عصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہے جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ منکوحۂ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہے خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہے کسی کے خلاف نہین ہے اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہے کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی ماں سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجھکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہے لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اُسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ ابن آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا تو ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور عکرمہ سے مروی ہے کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہے کہ انھون نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلیؒ نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانۂ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا۔ وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی ہین ایسا ہی ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے۔ اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہے کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالی نے حرام فرمایا سوا دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا۔ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ۔ رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سہیلیؒ نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہے۔ الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانۂ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہے اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو۔ اِنَّهٗ۔ ای نکاحھن یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہے۔ كَانَ فَاحِشَةً۔ قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہے۔ وَّمَقْتًا۔ سببا للمقت من اللہ وهو اشد البغض۔ مقت سے مراد سبب مقت ہے یعنی اللہ تعالی کی طرف سے

مقت کا باعث ہے اور مقت بمعنے اشد بغض ہے (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہے۔ اور
بیضاوی مین ہے کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہے کہ سب دونون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور
ممقوت ہے اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہے جو اسکے باپ نے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہے کہ نکاح المقت یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہے۔ **وساء سبیلا** - مین
- طریقا ذلک - اور یہ راہ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشۃ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہے اور قولہ مقتا - بیان قبیح شرعی ہے اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہے
پس جسمین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین اپنے ماموں (ابو بردہ بن نیار)
سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ اسکی گردن ماردون اور اسکا مال ضبط
کر لون رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ واحمد والحاکم والبیہقی - اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہے کہ میرے چچا حارث بن
عمیر میری طرف ہوکر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہے جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہے کہ اسکی گردن ماردون **شیخ ابن کثیر**
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہوگیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علما نے اجماع کیا ہے کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہوکر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہوجاتی ہے۔ اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سوائے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا
دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہے یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہے اور امام احمد سے روایت ہے کہ وہ اس سے بھی حرام ہوجاتی
مترجم کہتا ہے یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہے کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہے انکے پائے جانے سے حرام ہوجاتی ہے اور ان چیزون کو ترجمہ عالمگیریہ
جلد دوم سے تلاش کرنا اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہوجاتی ہے بخلاف قول شافعی رح کے بنا بریں کہ زنا سے
حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہے اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتون کو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہے بقولہ تعالی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور تمھاری دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جورون کی مائین

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جورون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جورون سے تم نے دخول کرلیا ہے پھر اگر

لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جوروؤں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کر دیں جو حرام ہیں پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دودھ کی وجہ سے دو۔ اور سسرے کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہیں مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں اور خالائیں۔ اور بھائی کی بیٹیاں۔ اور بہن کی بیٹیاں۔ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہیں۔ رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں اور سسرے (دامادی کا رشتہ) کے رشتہ سے یہ ہیں۔ جوروؤں کی مائیں۔ اور جن جوروؤں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں۔ اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جوروئیں اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا۔ یہ سب تیرہ عورتیں ہیں اور چودھویں وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ ہوں جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جورو اور اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو اور اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئیں اور سترھویں ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو۔ امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہیں انہیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمیں جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے ولیکن روایت اختلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائیگا پھر جاننا چاہئے کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام نہیں یعنے بعض احوال میں جائز ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہ ہو جس سے کبھی نکاح نہیں روا ہے اور نیز دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے میں ہے اور بعض دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے ماں و بہنیں وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے۔ اور حدیث میں اس امت کے بگڑنے و بددین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتوں کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جنھوں نے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمیں بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والوں کے ایسی حرکتوں سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب والام۔ حرام کی گئیں تمپر تمھاری مائیں ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہوں یا از جانب مادر ہوں یعنے دادیاں و نانیاں بھی اون میں شامل ہیں پھر ظاہر ہے کہ ماؤں کی ذات پر حرام نہیں اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہیں ہے پس یہاں انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس ظاہر تحریم میں اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہو اور امہات جمع ام ہی جو در اصل امہۃ تھا۔ اور جوہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جو تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی۔ اور چاہیے
یوں کہو کہ ام ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا ناتا منتہی ہو۔ اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمیں خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہیں ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ میں ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے۔ وَبَنٰتُکُمْ
اور تمپر حرام کی گئیں تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن۔ بنات میں اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہیں اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے ہیں شامل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہیں حرام ہیں اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخیں ہیں سب حرام ہیں اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤں میں داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان میں مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہیں تو وہ حرام نہیں کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیوں و نتنیوں کو تنہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات میں ہی اور سراج میں ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مؤنث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اس سے پیدا ہوا اور چاہو یوں کہو کہ ہر مؤنث جسکا نسب تجھتک منتہی ہو وہ تیری دختر ہی۔ پھر سراج میں کہا کہ جو عورت کسی کے
زنا سے پیدا ہوئی وہ بنت میں شامل نہیں پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے۔ یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علماء نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات میں شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی سے اسکی اباحت میں کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہیں ہی پس جیسے میراث میں وہ قولہ تعالی یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ میں داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہیں ہوتی ہی ایسے ہی یہاں
داخل نہوگی واللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کرسکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہیں اسوجہ سے کہ
ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی۔ اور صحیح یہی قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیر رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث میں ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالی ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
وَاَخَوٰتُکُمْ۔ من جہۃ الاب او الام۔ اور حرام کی گئیں تمپر تمھاری بہنیں ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو۔ مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمیں سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہو وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولے حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر نہیں
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہاں باقی دونوں میں وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہیں۔ اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیری ماں
و باپ یا انمیں کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی۔ وَعَمّٰتُکُمْ۔ اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف ای اخوات آبائکم و اجدادکم
یعنے تم میں سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تمپر حرام ہی۔ اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیرے باپ
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں میں یا ایک میں شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہے علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ وَخٰلٰتُكُمْ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمہاری خالائیں
ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم میں سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی
ہے اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھی و خالہ
میں شامل ہیں۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیاں حرام ہیں اور یہی حال ہے
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیوں میں چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم۔ اور بھائی بہن کی
اولاد کی بیٹیاں بھی اسی میں شامل ہیں یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیاں ہیں یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں
بھی حرام ہیں پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس مؤنث کو جس کا نسب پیدایشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہاں تک
تو ان عورتوں کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہیں اب انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہیں چنانچہ فرمایا۔ وَ
اُمَّھٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنھوں نے تکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھ پر تیری وہ ماں حرام ہے
جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھ پر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہے جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم میں ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے
اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہے تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ
پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اُس مجمل رضاعت کو جو آیت میں مذکور ہے بیان کر دیا ہے یعنے آیت میں
تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہیں کہ کس سن میں پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ
دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہوں
مترجم کہتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا بجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی
اسمیں بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمیں علماء کا
اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہوں کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہیں کرتا۔ رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصّہ و دو مصّہ حرام نہیں کرتا اور ایک روایت میں املاجہ و دو املاجہ کالفظ ہے
مثل مصہ یعنی چھاتی منہ میں دینا بانہ املاجہ ۱۲
رواہ مسلم پس سبب دو سے زائد یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ مص کرے یا رضعہ جو و رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے یہی مذہب امام احمد بن حنبل
و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمیں دس رضعات معلومات تھے کہ اُنسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن میں سے پڑھی جاتی تھی (رواہ مسلم)۔ اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا۔ کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہے قال
المترجم پوشیدہ نہیں کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہیں ہو سکتا اور حدیث نسخ میں تاویل
ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہیں باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے
پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوئے و اس سے کم نہیں کہ حدیث محتمل و ماول ہے حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ روافض میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ احکام ارشاد قرآن میں سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس واضح ہے صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ بریں بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونوں ساقط ہونگے خصوص جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہ رضی سے روایت ہوتے ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت مصہ و مصتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منہ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت میں املاج فقط اسیقدر ہے۔ پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدیں طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہے اسمیں آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ میں دودھ دیا بہرحال حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے اگر فرض کریں کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستنار ہی ہے اور پانچ رضعات میں دوگونہ شتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہے پس بیان اختیار مطلق واجب ہے اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کیا ہے۔ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ ۔ ویلحق بذلک بالسنة البنات منها وهن من ارضعتهن موطوءته والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منها لحديث يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب رواه البخاری و مسلم یعنے اور حرام ہیں تمپر تمھاری وہ بہنیں جو رضاعت کے سبب سے ہوں ف مفسر رح نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے لاحق ہیں۔ بیٹیاں رضاعی اور رضاعی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اسپر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق ہیں رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں اور رضاعی بھائی کی بیٹیاں اور رضاعی بہن کی بیٹیاں موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان میں گزریں بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہیں رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہیں نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعضے فقہاء نے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہیں سوائے چار صورتوں کے اور بعض نے چھ صورتوں کو استثنا کیا پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب میں پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثنا وارد نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علماء و چاروں اماموں کا مذہب ہے۔ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ ۔ یعنی اور حرام ہوئیں تمپر تمھاری جوروؤں کی مائیں۔ اسمیں کوئی قید نہیں کہ تمنے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئیں خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے۔ تب بھی اس کی ماں وغیرہ اوپر چڑھے سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و ستعرف۔ وَرَبَائِبُكُمُ [illegible]

بنت الزوج - اللّٰتِي فِي حُجُورِكُمْ - تزیوبها صفة موافقة للغالب فلا مفهوم لها - مِنْ نِسَائِكُمُ اللّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
ای جامعتموهن - فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتهن اذا فارقتموهن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمہاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو] پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی ہے کہ وہ ربائب جو تمہارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہی حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ
اپنی مان کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگی جبکہ
اسکی مان مدخولہ ہوجاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہوگی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمایا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کن جوروئون کی ہون تو فرمایا - من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - تمہاری ان جوروئون کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی - اور مفسرؒ نے دخول
کے معنے یہ بیان کیے کہ انسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علما نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے - نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اورون نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤسؒ و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی مثل جماع ہی جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے - اور
امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ و ثوریؒ و اوزاعیؒ و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہوجائیگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کردیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی تو اسکو
خفاجیؒ نے دفع کردیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیہ قطعاً مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ اقوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہوگئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کرلیا تو ربیبہ حرام ہوجاتی ہی
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - یعنی پھر اگر تم نے
ان جورون سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروون کی دخترون سے یعنی ربائب سے نکاح کرلو بشرطیکہ ان جورون
کو پہلے بالکل جدا کردو یعنی تم سے انسے جدائی ہوجاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مرجاوین پس - فلا جناح علیکم - ای فلا جناح علیکم فی
ان تزوجوا بناتہن لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ
بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی مان کے اسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور حجور سے مراد یہ کہ اپنی مان کے ساتھ ان کے شوہر

کی حالت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہے یہ کوئی قید نہیں
ہے اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہے **کما ذکرہ البیضاوی** اور اسپر جمہور کا اتفاق ہے اگرچہ داؤد ظاہری و ابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہے اور یہ خلاف دلائل ہے اور صحیحین میں ہے کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا
رسول اللہ آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کر لیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہے - کہا کہ ہاں میں مانع نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ
بھلائی میں اگر میرے شریک ہو اور ہونگی تو اس سے بہتر یہی ہے کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہے - عرض کیا کہ ہم آپسے
عرض کریں آپ چاہتے ہیں کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہے - کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر میں نہ ہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے ثویبہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہے سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیاں و بہنیں مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا مناط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہے اور **ابن کثیرؒ** نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ **شیخ امام تقی الدین حرانیؒ** پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا - اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں - تو ابن المنذرؒ نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں
پسند نہیں کرتا ہوں اور ایسا ہی سعیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ **شیخ ابو عمرو بن عبد البر** نے فرمایا کہ علماء میں کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ملک نکاح میں حرام فرمایا ہے اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہے سوائے اسکے جو عمرؓ و ابن عباسؓ سے
مروی ہوا و لیکن ائمہ فتویٰ و انکی اتباع میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہے انتہی کلامہ پس خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ قولہ و امہات نسائکم یعنے تمپر
تمھاری جوروؤں کی مائیں حرام ہیں و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
میں یا تمھارے گھروں میں رہا کرتی ہیں تمھاری ان عورتوں سے جنسے تم نے دخول کیا ہے یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہے تمپر حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو - چاہے تمھاری پرورش میں ہو یا کہیں اور
شہروں میں ہو - قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - پھر اگر تم نے جوروؤں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہے نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مر جاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا - واضح ہو کہ جوروؤں کی مائیں حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہیں بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوینگی خواہ جورو سے دخول کرے یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے میں قید ہے کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہے تو ربیبہ حرام ہے ورنہ نہیں - پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم مخصوص
ربائب کے ساتھ ہے - اور **ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہے اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت
علیؓ و زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہے اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمیں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہیں ورنہ

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مبہم ہی پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاوس و عکرمہ و عطاء و حسن و مکحول
و ابن سیرین و قتادہ و الزہری نحو ذلک بیضاوی نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہین خواہ مذکر ہو یا مونث ہوا ور تا اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہی اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہی اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز نہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہو سکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہی شیخ
ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی مذہب چارون اماموں و ساتون فقہاء اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہی اور قرطبی نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہی اور اسکی روایت سے حجت نہین ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہی اور ابن کثیر نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہی جو کہتا ہی کہ امہات
مین ابہام ہی کیونکہ اسمین انکی دختروں سے دخول ہونے کی قید مذکور نہین ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہی کہ مدخول بہا و غیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہی پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جائیگی - اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہی کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہی اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہی کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جاتی ہی اور
مان سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم - وَحَلَائِلُ - ازواج - اَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم - یعنی اور حرام ہوئین تمپر جورو ین تمھارے بیٹون کی جو تمھاری پشت سے ہین - مفسر نے کہا یعنی برخلاف
ان بیٹون کے جنکو تمنے متبنی کیا ہو کہ انکی تم کو روا ہی کہ ان کی جورؤن سے نکاح کرلو - واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہی بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہی
بالبستر یعنی حلول کرتی ہی اور علماء نے اجماع کیا ہی کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہی لقولہ تعالی - لاتنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ - اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہی بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہو اور باپ شامل ہی اوپر کی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پرپوتون وغیرہ سب کو شامل ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہی
یا نہین - اور ابن المنذر رح نے فرمایا کہ علمائے امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کرلی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہ ہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انھون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہی اور چونکہ انھون نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہی تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہیگی - اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم - جملہ صفت ابناء واقع ہی اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہی یعنے وہ بیٹے جو تمھاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمھارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہی ان لوگون سے جنکو متبنی کرلیتے تھے کیونکہ وہ
منہ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالی نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ - یعنے ان کو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ - یعنی تمھارے منہ بولے
ہوؤن کو تمھارے بیٹے نہین کر دیا پس انکی جورؤن سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کردین یا مرجاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہی اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوئے اور زیدؓ کے نکاح میں زینبؓ تھیں زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عزوجل نے حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم الآیۃ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منہ بولے کی جورو سے نکاح نہیں کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا وما کان محمدا ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ۔ بالجملہ اسمیں خلاف نہیں کہ منہ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھیں بیٹوں کی جوروئیں حرام ہوئیں جو اپنی پشت سے ہیں تو رضاعی بیٹے کی جورو کہاں سے حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے۔ اور اسمیں اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی تحریم ہے یا نہیں وتحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران بن حصینؓ رضی اللہ عنہ وشعبی وعطاء وحسن بصری وثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد واسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت موجب تحریم ہے یا نہیں تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی ماں حرام ہوگئی اور یہی قول امام احمدؒ کا ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ ۔ من نسب او رضاع ویلحق بالنسب الجمع بینہا وبین عمتہا او خالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ویطأ واحدۃ ۔ یعنی اور حرام ہے تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنوں کو مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و اسکی خالہ کو۔ ہاں انمیں سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنی پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ روا ہے کہ ایسی دو باندیاں ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یا ہبہ اور سبب سے اپنی ملک میں جمع کرے جو دونوں بہنیں ہوں یا ایک باندی و اسکی پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک میں جمع کرنا منع نہیں مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں یا دو عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمۂ عالمگیری جلد دوم سے تلاش کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنیں ایک ماں و باپ سے ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا فقط ماں کی طرف سے ہوں جمع کرنا حرام ہے اور اسپر امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنوں کا اپنی ملک میں جمع کرنا روا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ ملک میں دو بہنوں کو جمع کرکے دونوں سے وطی روا ہے یا نہیں تو جمہور علماء کے نزدیک نہیں روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے اور اسکے تحت میں دو بہنیں ہوں تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمیؓ سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں دو عورتیں دونوں بہنیں تھیں تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین میں دو بہنوں کا جمع کرنا یعنی اسطرح کہ دونوں سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی چاروں اماموں و جمہور علماء سلف و خلف سے مروی مشہور ہے ہاں بعض سلف نے اسمیں توقف کیا ہے پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگوں سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہائے حجاز وعراق وشام ومشرق ومغرب کسی نے التفات نہیں کیا سوائے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہیں مانتے اور جس امر پہ ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہیں اور فقہا کی جماعت

مسئلہ بھتیجی و بھانجی خالہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں ایک بہن مرگئی تو دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے ۱۲ م

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہے کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہے جیسے نکاح مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالےٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہے ایسا ہی واجب ہے کہ نظر و قیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جورو و لونڈی کی ماؤن اور ربائب مین ہووے اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہو کر نکل جانے والے پر حجت ہین - پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا ایسا ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کر سکتا تا وقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرنے یا کسی سے نکاح کردینے سے اپنی ملک سے خارج نکردے اور خالی زبان سے عزم کرلینا کہ اول سے وطی نہ کریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہے کافی نہین اور یہی امام ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی و احمد و اسحٰق کا قول ہے اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہے اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء نے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کر سکتا ہے تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کر سکتا ہے اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت نہین کر سکتا تو اختلاف ہے پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذر جاوے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کر سکتا اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مجاہد و عطا و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے - پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین سمجھتے تھے کہ دو بہنون کو جمع کرتے تھے اور اسپر اللہ تعالےٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہے اور نیز احتمال تھا کہ دو بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہو اور دونون حاملہ ہین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوتے تو رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ- اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ - فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعضہن اذ کر فلا جناح علیکم فیہ یعنی الاستثناء منقطع بمعنے لکن ہے اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہو چکا ہے یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اسکا تم پر گناہ نہین ہے - اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا - لما سلف منکم قبل النہی - اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہے یعنے ایسے امر کا جو تم سے ہو گذرا ممانعت سے پہلے - رَّحِیْمًا - بکم فی ذلک - رحمت کرنے والا ہے تمپر اس معاملہ مین - یعنے محض رحمت ہے کہ تمکو ماخوذ نہین کیا اور اسمین اشعار ہے کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہے اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو ہو گئے الا جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جائیگا - اور یہ مضمون صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے - اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ مین کیا کہتا ہون کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہے اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر زمانہ اسلام مین مسلمان ہو تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیئے اور ذیل بیان مین غور کرنا ضرور ہے - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہیہ مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بقدم الاقدام کیونکہ نفوس اپنے اعمال کے خالق نہین ہین تو فہم و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہے پھر جب حقتعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق طالب حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہے کیونکہ وہ صفت قدیم الٰہی تقدیر ہے اور بشر اسلیئے کہ ادراک سے عاجز ہے پس حق یہ کہ زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جاوے کہ حدیث سے معلوم ہے کہ لوگ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے ماں باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کردیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلت مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت

تم کہنے ہو۔ جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے اور اب اس دائرۂ امتحان میں فطرت انسانی ہے کیونکہ حدیث مبارک کے یہ معنی ہیں کہ جو بشر مولود ہوتا ہے اسکا صفحۂ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہ ہوگی بلکہ وہ سادہ کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہیں پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتیٰ کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہیں کر سکتا ہے مثلاً موت کے بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ ہیں صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحۂ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر میں منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہ ہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل میں شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ میں ان شبہات سے بیزار ہوں اور میں یہی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافروں کو کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل میں اسکو نہیں جماتا ہے تو وہ کافر ہی مرتا ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں مگر سلطنت کے لالچ میں ایمان نہ لایا اور جیسے علمائے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے یہی معنے ہیں کہ انکے دل میں ضرور یہ جمع ہوا مگر انھوں نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل میں جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تو کافر مرے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگوں پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہوا اور بہ کثرت بالکل ہی ایسے گزرے کہ انکو امتیاز نہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی غیر از نیکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول رہنے دیا پس اللہ تعالیٰ نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت میں اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لاعلمی حلال و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانۂ اسلام میں جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہیں بدلا پس قبول نہیں اور اول و آخر سب میں ماخوذ ہوگا کیونکہ اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہیں کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

ترجمۂ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اوّل مترجمۂ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی ۳۵ھ

کشف الحاجۃ۔ ترجمۂ اُردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴۰ ر

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و بیس مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۱۲ ر

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ ۔ ۱ ر

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ ر

جواب السائلین۔ بطور استفتا ۔ ۲ ر

کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان عہ

رسالۂ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر ۔ ۱ ر

فقہ فارسی

حج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ ر

تنبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱ ر

تام حق مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۲ پائی

ہدایہ کامل بتحشیہ مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی ۱۲ھ
جلدین اولین تا کتاب الطہارۃ ہے کاغذ رسمی
جلدین آخرین ۔ ے ر

مائۃ مسائل یعنی مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶ ر

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہر

مسالک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اللہ یار خان ۔ عہ ر

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ ۲ عہر

قدوری۔ مترجمۂ مولانا ابو القاسم ۔ ۸ ر

شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الرحمن جامی ۔ عہر

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳ ر

مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ۵ ر

شرح مختصر وقایہ کوہ میری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہر

رسالۂ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۲ پائی

رسالۂ قاضی قطب۔ در ذکر ایمان و ارکان ۶ پائی

فقہ عربی

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ ے ر

فتح القدیر۔ حاوی المقتبس للقلم علی ہدایہ و التقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور

آخرین تکملۂ قرین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم ۔ ۱۲ھ

ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بتحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔
۱۔ جلدین اولین عبادات ۔ للعہر
۲۔ جلدین آخرین معاملات ۔ عہ ر

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل ۔ عہ ر

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ علی قسلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح ۶ ر

شرح وقایہ خُرد۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلمی ۱ ر

اشباہ و النظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ ۸ عہر

ملا مسکین۔ از ربع تا وصایا بتحشی جدید ۔ عہر

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب ۱۲ ر

مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ ۲ عہر

عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین ۔ ۱۲ ر
(۱) جلدین اولین عبادات میں ۔ ۶ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات میں ۔ ۶ ر

مختصر وقایہ مترجم فارسی ۔ عہر

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم ۔ ۱ ر

اخلاق و تصوف اُردو

باب دانش ۔ مؤلفۂ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۲۔۰ر
اوقات عزیزی ۔ از سید غلام حیدر خان ۔ ۱۲ر
ترجمۂ عوارف المعارف ۔ کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی ۔ ۱۲ر
بحر الحقیقت ۔ اصلاح نفس مین ۔ ۲۔۰ر
جامع طیبی ۔ حال آنحضرت آپکی ابتدائے عمر سے وصال تک درج کیا گیا ہے ۔ ۱۲ر
کیمیائے حکمت ۔ حصۂ اوّل بیان شرائف علم و ادب ۔ ۲۔۰ر
پیراہن یوسفی ۔ اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف ۔ کامل دو جلد مین (زیر طبع)
شجرۂ معرفت محشی ۔ منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۔ ۱۲ر
مذاق العارفین ۔ ترجمہ احیاء علوم الدین ۔ ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)
تہذیب جسمانی ۔ مؤلفۂ حکیم احسان علی ۔ ۳ر
ترجمہ غنیۃ الطالبین ۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم ہین ایک مین اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت سلیس مقبول عام ہے ۔ ۳ر
جامع الاخلاق ۔ یعنے اخلاق جلالی کا اُردو ترجمہ ۔ ۱ر
آبحیات ۔ یعنی انسان کن باتون پر عمل کرکے ہوکر حیات ابدی حاصل کرسکتا ہے ۔ ۳۔۰ر
محبوب الاخلاق ۔ ترجمہ اخلاق محسنی فارسی مترجمہ راجہ راجیشور راؤ ۔ ۹ر
بیبا یدشنید ۔ اخلاق کی نہایت بیش بہا نکات ۔ ۸ر
پند نامہ وحید ۔ ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ۔ ۱ر
پند نامہ حبیبی ۔ قابل عمل نصائح ۔ ۱ر
اظہار الحقیقت ۔ بزرگون پر طعن و تشنیع کے بُرے نتائج ۔ ۱ر
رسالۂ کسب الانبیا ۔ جس مین بتایا گیا ہے کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی بُری ہے ۔ ۲ پائی
گلدستۂ جنان ۔ گلستان شیخ سعدی کی پہیلی اور لاجواب شرح ہے ۔ ۱۲ر
حدیقۃ الاخلاق ۔ یہ کتاب بہت سے ایسے سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ بن سکتی ہے ۔ از منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ۔ ۱۰ر

کتب اخلاقی فارسی

گلستان ۔ جلی قلم کاغذ سفید گیندہ محررہ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۔ ۱۲ر
تضمین گلستان سعدی ۔ منشی ہر گوپال تفتہ سکندر آبادی شاگرد مرزا غالب ۔ ۸ر
بہارستان جامی ۔ اخلاق و نصائح میں نہایت بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے ۔ ۵ر
خارستان ۔ حکایات پند و نصائح بطرز

گلستان سعدی - ۸ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح
تکملۂ بہار - عہ

اخلاق جلالی محشی - عہ

اخلاق ناصری عہ

بوستان معرفت شرح مثنوی مولانا روم۔
یہ ایک ایسی جامع مانع مثنوی کی شرح ہے
جس میں وہ وہ نکات تصوف بیان کیے ہیں
جنھیں دیکھ کر عجیب و غریب رموز و اسرار
معلوم ہوتے ہیں اس قدر تحقیق سے کام لیا
ہے کہ تمام فضول اور زائد باتیں جو شارحین
اور محشیوں نے صرف حسن عقیدت کے
مطالب میں اضافہ کردی تھیں بجاے اسکے
تحقیق اور تدقیق سے کام لیکر پڑھنے والے
کے لئے اسقدر آسانی کردی ہے کہ پھر کوئی
مشکل باقی نہیں رہتی چھ جلدوں میں ہے

جلد اوّل عہ
جلد دوم عہ
جلد سوم عہ
جلد چہارم عہ
جلد پنجم عہ
جلد ششم عہ

المشتہر

منیجر مطبع منشی نولکشور
صیغۂ بک ڈپو لکھنؤ

۹۲۱۳۸
DUE DATE

URDU STACKS